مریم مجدلانی

تمثیل

مصنفہ

مارس ماہترلنک

مترجمہ

مجنوںؔ گورکھپوری

انتساب

میں اس ترجمے کو اپنے عمیق ترین جذبۂ خلوص و محبّت کے ساتھ بیگم خان بہادر محمّد ذکی کے نام معنون کرتا ہوں

مجنوں

شکریہ

واحد علی ہاشمی صاحب بانی و مہتمم واحد لائبریری گورکھپور کا شکریہ مجھ پر عرصہ سے واجب ہے جس کو آج میں ان سطروں میں ادا کر رہا ہوں۔ واحد صاحب کی ذات گورکھپور جیسے مقام کے لیے بہت غنیمت ہے وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو بغیر ریا و نمائش کے خاموشی اور بے غرضی کے ساتھ مصنفوں اور ان کی تصنیفوں سے شغف رکھتے ہیں۔ کتابیں جمع کرنے کا شوق واحد صاحب کو ایک مدت سے تھا اور وہ چپ چاپ مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے اس شوق کو پورا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو گیا اور یہ انھیں کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج واحد لائبریری جیسا وقیع اور باحیثیت کتب خانہ اور دارالمطالعہ گورکھپور میں موجود ہے۔ مجھے جب کبھی اخبارات و رسائل سے لیکر اپنے مضامین یا افسانوں کا کوئی مجموعہ شایع کرنا ہوا ہے یا اپنی کتاب کا کوئی دوسرا اڈیشن نکالنا ہوا ہے تو واحد ہی صاحب کی طرف رجوع کرنا پڑا ہے اس لیے کہ خود میرے پاس کبھی میری تصنیفیں محفوظ نہیں رہیں۔ واحد لائبریری سے مجھے ہمیشہ اس معاملہ میں مدد ملی جس کے لیے واحد صاحب کا ممنون ہوں۔

مجنوں گورکھپوری

(نوٹ)

یہ تمثیل سب سے پہلے رسالہ ایوان گورکھپور بابت ماہِ اکتوبر ۱۹۳۴ء لغایت دسمبر ۱۹۳۴ء میں مسلسل شائع ہوئی تھی اب اس کو کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مجنوں

مارس ماہتر لنک
اور
مریم مجدّلانی

"بے کہ گفتگو خوں شد نوائے ساز من دارد
بہر جا خامشی بینی زبان راز من دارد" (بیدل)

مارس ماہتر لنک بلجیم کا مشہور تمثیل نگار ہے جو نہ صرف اپنی زاد بوم میں بلکہ دنیا کے ہر مہذب گوشہ میں اچھی طرح جانا پہچانا جا چکا ہے۔ اس کی تصنیفات کے ترجمے ہر متمدن اور ترقی یافتہ زبان میں ہو چکے ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں اس کو اس کی مختلف النوع ادبی کوششوں اور بالخصوص اس کے تمثیلی اختراعات کے اعتراف میں نوبل پرائز عطا کیا گیا۔

ماہتر لنک ۲۹ اگست ۱۸۶۲ء میں گھنٹ میں پیدا ہوا اس کی ابتدائی تعلیم علیسائیوں کی ایک مخصوص جماعت کے ہاتھوں ہوئی جو تواریخ میں یسوعی (JESUSTS) کے نام سے مشہور ہے اور جس کا امتیازی شیوہ تاویل بازی اور سخن سازی تھا۔ اور شاید بادام لیبلانک کا یہ کہنا درست صحیح ہے کہ ماہتر لنک سانت باربی کالج کے یسوعی راہبوں کو کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ خود ماہتر لنک کا قول ہے کہ ایسے لوگوں کی تعلیم ہماری خوشیوں کو مسموم کر دیتی ہے اور معصوم بچے کی معصوم مسکراہٹ کو غارت کر دیتی ہے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد ماہتر لنک اپنے شہر کے جامعہ میں داخل ہوا اور وکالت کے پیشہ کے لیے اپنے کو تیار کرنے لگا۔ لیکن اس کو بہت جلد محسوس ہونے لگا کہ نہ قانون اس کے لیے موزوں ہے اور نہ وہ قانون کے لیے جو شخص کارلائل کا ہم آواز ہو کر یہ کہے کہ "سکوت اور اخفا! اب بھی ان کے نام پر آفاقی عبادت کے لیے عبادت گاہیں تعمیر کی جا سکتی ہیں"۔ جس کی تعلیم یہ ہو کہ "گویائی کا تعلق زمانے سے ہے اور خامشی کا تعلق ازل اور ابد سے"۔ جس کا مرکزی قول یہ ہو کہ "شہد کی مکھیاں بغیر اندھیاری کے کام نہیں کر سکتیں۔ اسی طرح نہ فکر بغیر سکوت کے کام کر سکتی اور نہ فضیلت بغیر اخفا کے" وہ محض لفاظی اور لفظی داؤں پیچ سے تشفی اور اطمینان قلب نہیں حاصل کر سکتا تھا۔

بہرحال ماہترلنک بہت جلد ادب کے میدان میں اتر آیا اور اس میدان میں جتنا جلد اس نے اپنا نام پیدا کیا اور دیکھتے دیکھتے جس ممتاز منزل پر پہنچ گیا ساری عمر سر کھپانے کے بعد بھی وکالت میں اس منزل تک نہیں پہنچ سکتا تھا ـــ جیسا کہ عموماً ہوا کرتا ہے۔ ماہترلنک نے اپنی ادبی زندگی کی ابتدا اچھوتے چھوٹے تمثیلی افسانوں اور شاعری سے کی۔ افسانہ میں اول اول وہ فرانس کے مشہور افسانہ نگار موپاساں سے بے حد متاثر تھا لیکن فرانس کے اور کئی ادیبوں اور شاعروں کا اثر بھی اس کی ابتدائی کوششوں میں کم نمایاں نہیں ہے مثلاً اس کا ایک افسانہ ہے جس کا عنوان ہے "معصوموں کا قتل عام" اور جو اس کے اوائل عمر کی یادگار ہے اس افسانہ میں بلجیم کے بعض سربرآوردہ مصوروں اور فرانس کے ان ادیبوں اور شاعروں کا اثر بہت واضح طور پر ظاہر ہے جو رمز نگار (SYMBOLISTS) کہلاتے ہیں۔ ان میں ویلیرز (VILLEIRS) خصوصیت کے قابل ذکر ہے۔ آکٹیو میرابو (OCTAVE MIRABEOW) فرانس کی دوسری شخصیت ہے جس کی صحبت نے کچھ دنوں تک ماہترلنک پر الہامی اثر کا کام کیا اور جو ماہترلنک کو بلجیم کا "شکسپیر" سمجھتا ہے

رمز نگاری سے وابستہ ایک اور تحریک ہے جس کا اثر ماہترلنک کی ابتدائی تخلیقی کوششوں میں نمایاں نظر آتا ہے یہ "آزاد نظم" یا نظم معرا کی تحریک ہے جس کا اصلی موجد امریکہ کا مشہور شاعر والٹ وہٹمن ہے لیکن جس نے زور پکڑا فرانس کی سرزمین میں ماہترلنک وہٹمن سے براہ راست متاثر نظر آتا ہے اور اس کے ابتدائی منظومات میں وہٹمن کی نظموں "گھاس کی پتیاں" کا انداز بہت صاف ظاہر ہے تصور اور اسلوب دونوں کے اعتبار سے۔

ماہترلنک کی پہلی مطبوعہ کتاب یہی آزاد نظموں کا مجموعہ ہے ان نظموں کا موضوع انسان کی روح اور اس کی تہذیب و تحسین ہے اور یہی اس کی تمثیلوں اور مقالات کا موضوع ہے۔

اس وقت ہم کو ماہترلنک کی تمثیل نگاری سے بحث ہے اور ہمارا خیال ہے کہ یہی اس کی اصلی اور کلی حیثیت ہے۔ ماہترلنک نے تمثیل کی دنیا میں اجتہاد کر کے اس فن کے نئے امکانات کا پتہ دیا ہے۔ اس نے تمثیل کی ایک بالکل نئی جمالیات پیش کی ہے۔ تمثیل اب تک حرکات کا فن رہی ہے ماہترلنک کا دعویٰ ہے اور اس نے اس دعوے کو ثابت کر دکھایا ہے کہ سکوناتی تمثیل (STATIC DRAMA) بھی ممکن ہے اور اس نئے عنوان کی تمثیلیں لکھی جائیں تو ہم زندگی کی ان گہری اور پیچیدہ تہوں سے آگاہ ہو سکتے ہیں جن کو کسی اور طریقے سے کھولا نہیں جا سکتا۔ ایسی تمثیل حرکات کی تمثیل نہیں ہوگی بلکہ ذہنی کیفیات کی تمثیل ہوگی جس میں کوئی محسوس واقعہ پیش نہ آئے اور تمام غیر مادی اور غیر محسوس شدید اور اہم اندرونی محرکات محسوس ہو جائیں۔ ماہترلنک کی تمثیل کا مستقل نقاب یہ ہے کہ سکوت ہی کے

ذریعہ ممکن ہے کہ ایک نفس دوسرے نفس کو جان پہچان سکے۔ جو چیز زندگی کو قابل قدر بناتی ہے وہ اسکی پراسرار باطنیت ہے۔ انسان وہ لطیف خمیر ہے جس سے خواب ترکیب پاتے ہیں ماہتر لنک کا ایمان یہ ہے کہ انسان کی اصل زندگی اندر سے بھی اور باہر سے بھی ایک راز ہے جس کو عقل و قیاس کے ذریعہ معلوم نہیں کیا جاسکتا بلکہ صرف وجدانی طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ انسان کے تمام حرکات و سکنات بہت دور کے دھندلے اور ناقابل تشریح تاثرات کے تابع ہوتے ہیں اور ان کی جڑیں نفس خفی کے اس نیم روشن خطہ میں پھیلی ہوئی ہیں جہاں کی باتوں کو عام طور سے سمجھا یا نہیں جاسکتا۔ روح کی اس قبل آفرینش یا ازلی کائنات کا ہم کو کوئی باضابطہ اور مفصل علم نہیں ہوسکتا۔ اس غیر متعین اور بے رنگ دنیا کے دھندلکے ہم کو مبہم طور پر بگرشت کے ساتھ صرف محسوس ہوسکتے ہیں اور ہم ان کی ترجمانی صرف حیرت اور سکوت کی زبان میں کرسکتے ہیں۔ لیکن یہ سکوت ماہتر لنک کے خیال میں کسی مجہول یا انفعالی حالت کا نام نہیں ہے۔ عام لغت میں جس کیفیت کو سکوت کہتے ہیں وہ جمود اور موت ہے۔ ماہتر لنک جس حرکت باطنی کو سکوت کہتا ہے وہ ایک زندہ اور فعال قوت ہے اور گویائی سے زیادہ بلیغ ہے "سکوت" کے عنوان سے اس نے جو پرمغز مقالہ لکھا ہے اس میں ایک عامۃ الورود مثال سے اس نکتہ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اگر میں کسی سے کہوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں جیسا کہ سیکڑوں بار اور دوسروں سے بھی کہا ہوگا تو میرے الفاظ محبت کا کوئی قطعی مفہوم اس کے ذہن نشین نہ کراسکیں گے۔ لیکن اگر میری محبت سچی ہے، تو اس لفظی اظہار کے بعد جو پرمعنی سکوت چھائیگا وہ بہت صاف واضح کردیگا کہ میری محبت کی جڑیں کن گہرائیوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور پھر اس سکوت کا نتیجہ محبوب کے دل میں وہ یقین کلی ہوگا جو خود اپنی جگہ خاموش اور گویائی سے عاری ہوگا۔ محبت کی اصلی لذت کا انحصار خاموشی پر ہے۔ یہ ہے ماہتر لنک کی جمالیاتی تصوریت اور اس کی جذباتی ماورائیت کا خلاصہ اور یہی ہے اس کی ہر تمثیل کا مستقل اندرونی پیغام۔

ادھر یم مجد لانی" کے مطالعہ سے بھی ہم یہی اثر قبول کرتے ہیں جس کا مرکزی تصور یہ ہو ظاہر ہے کہ اس کا فنی اسلوب بھی دوسرے ہم پیشہ فن کاروں سے الگ ہوگا۔ مثال کے طور پر دنیا کے سب سے بڑے تمثیل نگار شکسپیر کو لیجیے۔ اسکے جملے اور فقرے اکثر شاعری اور خطابت کے فنی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں برعکس اس کے ماہتر لنک کے جملے چھوٹے اور اکثر ناتمام ہوتے ہیں اور بہت کچھ ہمارے قیاس و تخیل کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ ماہتر لنک کی زبان روزمرہ زندگی کی عام اور سادہ زبان ہوتی ہے اس کے لفظی مکالمے بہ ظاہر کسی گہرائی کا پتہ نہیں دیتے اور اس کے افراد کے معمولی حرکات و سکنات کسی

غیر معمولی سمت میں اشارہ کرتے ہوئے نہیں معلوم نہیں ہوتے۔ لیکن ان الفاظ کے پردے میں ایک اندرونی مکالمہ ہوتا ہے اور ان ظاہر حرکات و سکنات کے اندر کچھ پوشیدہ بھاؤ ہوتے ہیں جن کا تعلق ہماری روح کی پراسرار زندگی سے ہوتا ہے اور جن کو سننے دیکھنے اور قبول کرنے کے لیے خاص درک و بصیرت کی ضرورت ہے۔ ماہتر لنک اس اندرونی مکالمہ اور باطنی اداکاری کا ماہر ہے۔ اس کے افراد الفاظ ٹٹولتے اور ہکلنت کے ساتھ اکھڑے ہوئے نامکمل جملے بولتے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے قصور بیان اور قصور ادا ہی سے ان کی روح کے تمام واردات کا علم ہم کو ہو جاتا ہے۔ یہ الفاظ سے بے نیاز مکالمہ جو ماہتر لنک کے لیے اصلی مکالمہ ہوتا ہے، مختلف عناصر حرکات و سکنات اور اسی طرح کے دوسرے اشارات و کنایات سے مرکب ہوتا ہے۔

تمثیل نگاری کے مسلمہ اصول کے مطابق المیہ وہ تمثیل ہے جس کا لازمی نتیجہ موت ہو ایسی تمثیلوں میں موت ہمکو ان پرشور واقعات کے اثر سے نجات دلاتی ہے جو اس موت کا باعث ہوتے ہیں۔ عام المناموں میں موت ایک عبرت انگیز حادثہ ہوتی ہے لیکن ماہتر لنک کا خیال ہے کہ موت ہی ہماری زندگی کی رہنمائی کرتی ہے۔ اور موت کے سوا زندگی کی کوئی غایت نہیں "موت کوئی تباہی نہیں ہے بلکہ ایک مقدس راز ہے۔ وہ اپنا سایہ ہماری محدود زندگی پر ڈالتی ہے اور اس سے آگے لامحدود ابدیت ہے لیکن موت ان جید اسرار اور ان فوق الادراک قوتوں میں سے صرف ایک ہے جو ہماری تقدیروں پر حکمرانی کرتی ہیں محبت ایک دوسری ایسی ہی زبردست اور پراسرار قوت ہے ماہتر لنک کی ساری تمثیل نگاری انھیں دو کائناتی قوتوں کے لیے وقف ہے۔

"مریم مجدلانی" میں بھی ہم کو یہی بلیغ اور نہ درتہ پیغام ملتا ہے۔ بعض نقادوں کا فیصلہ ہے کہ ماہتر لنک اس تمثیل میں افسوسناک طور پر ناکام رہ گیا ہے ان کا خیال ہے کہ انسانی تمثیل کی حیثیت سے اس میں کوئی جان نہیں ہے مسیح اگر مردوں کو جگا دیتا ہے اور زندوں کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کہ وہ خواب میں چلتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جس طرح مریم مبہوت اور از خود رفتہ ہو کر اس کی طرف بے اختیار بڑھتی ہے تو اس میں کوئی ایسی انسانی کشمکش نہیں ہے جسکو ایک المنامہ میں منتقل کیا جا سکے۔ ان نقادوں کو مسیح محض ایک فوق البشر قوت کا مالک نظر آتا ہے اور "مریم مجدلانی" ایک بیسوا کی حیثیت سے کند اور بے روح شخصیت ہے اور مسیح کے اثر سے قلب ماہیئت کے بعد اس کی شخصیت اور بھی بھُس اور بے کیف ہو گئی ہے۔

لیکن ہماری رائے میں "مریم مجدلانی" ماہتر لنک کے شاہکاروں میں ہے۔ اور ایک غلبار

سے بہت بڑا شاہکار ہے۔ اس لیے کہ تحت الشعور کے دھندلکوں کی اس سے بہتر نمائش ممکن نہیں تھی۔ ہماری اصلی ہستی عموماً ہماری ظاہری ہستی کے پردے میں سوئی رہتی ہے لیکن جب اسکو اپنا صحیح اور اصلی محرک مل جاتا ہے تو وہ یکایک جاگ اٹھتی ہے اور اس طرح کہ پھر کبھی غافل نہیں ہوتی پھر ہماری خارجی ہستی کا دور تک پتہ نہیں ہوتا۔ پرانے زمانے میں لوگوں کا خیال تھا اور اب بھی بعض کا خیال ہے کہ دو محبت کرنیوالی ہستیاں شریک ازلی ہوتی ہیں ہر مرد کے لیے ایک خاص عورت اور ہر عورت کے لیے ایک خاص مرد مقدر ہوتا ہے جب تک یہ خاص مرد اور عورت مقابلہ میں نہیں آتے محبت کا جذبہ سویا رہتا ہے۔ جہاں یہ دونوں ایک دوسرے سے ملے یہ جذبہ بے ساختہ ابھر آتا ہے۔ اور دونوں کی ہستیوں پر چھا جاتا ہے۔ اس کو اگلے وقتوں کے لوگوں کا خیال کہہ کر ٹالا جا سکتا ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ محض وقتی جنسی تحریک سے قطع نظر کر کے ہر مرد ہر عورت کے دل اور ہر عورت ہر مرد کے دل میں وہ مخصوص جذبہ نہیں پیدا کر سکتی جسکو محبت کہتے ہیں مگر جس دم دو ایسے ہم تقدیر مرد اور عورت مل جاتے ہیں تو اس جذبہ کو روکے رہ جانا بھی کسی کے بس کا کام نہیں۔ پھر تو جو کچھ ہوتا ہے اس کو کچھ شاعر کی ہی زبان میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

نہ تو از گوشۂ چشمے اشارت   نہ ما عقل و نہ ما جان و نہ ما دل

دونوں اپنے وجود کے اور تمام اعتبارات کو بھول جاتے ہیں۔ پھر تو زندگی میں ایک اعتبار باقی رہتا ہے اور وہ محبت ہے جس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ سب کچھ تج کر محبوب پر قربان ہو جاؤ۔

ذرا سوچیے مریم مجدلانی ایک بیسوا ہے جس کی ظاہری زندگی کو دیکھتے ہوئے یہ حکم لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی ہر مرادمیں کامیاب ہے۔ اس فتنہ دوراں کے آگے زاہدوں کے عمامے اور شاہوں کے تاج اترتے ہیں۔ نہ جانے کتنے امیروں اور فوجی سرداروں کو وہ اپنا حلقہ بگوش بنا چکی ہے۔ دولت و ثروت کی دیوی اس کے گھر کو اپنا گھر بنائے ہوئے ہے عیش و فراغت اس کی سرکار کے ادنیٰ ملازم ہیں۔ اس لئے ابتک جو چاہا ہوا اور جو مانگا ملا۔ نہ تو اس کو کبھی یہ محسوس ہوا کہ اسکی زندگی میں کسی چیز کی کمی ہے اور نہ کبھی اس کے دل میں یہ خلش پیدا ہوئی کہ اسکی زندگی گناہ اور آلائش کی زندگی ہے لیکن نکتہ شناس جانتے ہیں کہ مریم مجدلانی کے دل کی اندرونی تہوں میں کچھ ناآسودگیاں ہیں جو اس کو ہر لحظہ بے چین رکھتی ہیں خود مریم مجدلانی کو اپنی اس حالت کا صحیح علم نہیں ہے۔ وہ نہیں سمجھتی کہ جو مرکز اس کا اصلی مقدر ہے اور جس کے ہاتھوں اس کی نجات ہونے والی ہے وہ ابھی اس کو نہیں ملا ہے۔ اور وہ غیر شعوری طور پر اسکی جستجو میں مشغول ہے، آخر کار اس کو وہ مرکز مل جاتا ہے جو اس کے مقدر کی تکمیل کرنے والا ہے۔ مسیح کا چرچا گھر گھر ہو رہا تھا۔ کچھ دنوں سے وہ اس کا نام برابر سن رہی تھی۔ کوئی

پھر رہا تھا کوئی کچھ۔ اسکی قوم میں کچھ لوگ اس کو دیوانہ سمجھتے تھے اور کچھ اس کو مرتد سمجھ کر اس سے برافروختہ اور برسرِ انتقام تھے۔ حکومتِ وقت اس کی آواز کو بغاوت کی آواز سمجھ رہی تھی اور دل ہی دل میں اس سے اندیشہ ناک تھی۔ اس لیے کہ وہ ایک دنیا سے نرالی بادشاہت کی بشارت دے کر لوگوں کی وفاداریوں کو ایک بالکل نئی سمت میں موڑ رہا تھا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اس کو خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر مانتے تھے۔ یہ عموماً وہ لوگ تھے جن کے ساتھ زندگی نے دغا کی تھی اور جو طرح طرح کی نکبتوں اور نامرادیوں میں مبتلا تھے۔ اور مسیح انھیں لوگوں سے اپنے کو زیادہ قریب اور مانوس پاتا تھا اور اس کا خطاب بھی دراصل ایسوں ہی سے تھا جن کی حالت جسمانی یا روحانی دونوں اعتبار سے خراب تھی وہ مصیبت زدوں کا غمخوار۔ بیماروں کا چارہ گر اور گنہگاروں کا شفیع تھا۔ وہ ساری خلقت کے دکھ اور گناہ کا کفارہ اپنی جان دیکر ادا کرنے اس دنیا میں آیا تھا۔

مریم مجدلانی مسیح کے بارے میں ہر قسم کی رائے دور سے سن چکی تھی۔ اب تک اس نے خود اس کو دیکھا نہیں تھا مگر اس کے دل میں ایک غائبانہ خلش پیدا اٹھتی وہ مسیح کو دیکھنے کی مشتاق تھی۔ ایک روز وہ اہم اور فیصلہ کن گھڑی بھی آ گئی۔ مریم مجدلانی اور مسیح کا پہلا سامنا دونوں کے لیے ایک تازہ الہام تھا۔ مریم مسیح کی آواز سُن کر اس کی طرف بے اختیار کھنچنے لگی اور ایسی مبہوت ہوئی کہ اس کا مطلق ہوش باقی نہ رہا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ مجمع اس بالزادی کو دیکھ کر غصہ میں اس پر ٹوٹ پڑا۔ لوگ پتھر لے کر دوڑے ایسے پاک مقام پر ایسی گنہگار عورت کا کیا کام تھا؟ مریم مجدلانی کو بالکل احساس نہیں کہ وہ کس خطرہ میں پڑ گئی ہے۔ وہ بیخودی اور گم شدگی کے عالم میں مسیح کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی، جس کی زبان سے ایسے تسلی بھرے الفاظ نکل رہے تھے۔ اور جب اس کے کان میں یہ الفاظ پڑے کہ "تم میں سے جو بے گناہ ہو وہ اس عورت پر پہلا پتھر پھینکے" تو اس کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ اس زمین پر نہیں بلکہ عالمِ بالا میں یہ آواز سن رہی ہے۔ کتنے معمولی اور سادہ الفاظ تھے! مگر ان میں کہاں کی توانائی تھی۔ کتنوں کے ہاتھوں سے پتھر چھوٹ گئے اور کتنے ہاتھ میں پتھر لیے رہ گئے۔ مجمع میں کون تھا جس پر اس آواز کا اثر نہ ہوا ہو۔ مسیح نے مریم مجدلانی کو بچا لیا، ورنہ مشتعل مجمع اس کے بکھے بوٹی بوٹی کر ڈالتا۔

مریم مجدلانی کی جسمانی رہائی اور روحانی نجات ساتھ ساتھ ہوئی ایک گھڑی میں

اس کی ساری شخصیت بدل کر رہ گئی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ اس نے کوئی نیا جنم لیا ہو۔ مسیح اب اس کا اپنا مسیح ہو اور اس نے اپنی ساری زندگی اس کی خدمت کے لیے وقف کر دینے کا تہیہ کر لیا ہے جو اس کے دیرینہ عشاق کے لیے غم اور غصہ کا سبب ہو رہا ہو لیکن وہ دھن کی پکی ہے اور کسی کی خوشنودی کے لیے اپنے فیصلہ کو بدلنا اس نے زندگی میں جانا ہی نہیں۔ اس نے اپنی ساری دولت محتاجوں اور اپاہجوں میں بانٹ دی ہے۔ اور گزشتہ عیش و عشرت کی زندگی کو بہت پیچھے چھوڑ چکی ہے اس کے لیے اب سب سے بڑی دولت مسیح کے یہ الفاظ ہیں:

"مبارک ہو تم جبکہ لوگ تم پر لعن طعن کریں اور تم کو ستائیں۔ شادمانی کرو اور خوشیاں مناؤ کیونکہ آسمان پر تمہارا اجر بڑا ہے۔"

خیال کیجیے جس نے بڑے بڑے امیروں کو ٹھکرا دیا ہو جو بادشاہوں اور سرداروں سے مرعوب نہ ہوئی ہو وہ کسی ایسے کی ایک آواز اور ایک نگاہ میں ہمیشہ کے لیے یوں کھو کر رہ جائے جو محتاجوں مریضوں اور گنہگاروں کا حامی ہو اور جو صرف اس لیے اپنی قوم اور حکومت دونوں کا معتوب ہو کہ وہ اپنی الہامی مبارکباد "دل کے غریبوں" "غمگینوں" "حلیموں" "راستبازوں" "پاک دل والوں" اور صلح کاروں" کو دے رہا تھا۔ مریم مجدلانی ایک ایسے کی طرف کھنچی اور پھر اسی کی ہو کر رہ گئی جو دنیا کا ایک حبہ بھی اس کو نہیں دے سکتا تھا مگر اس نے اس کو وہ چیز دی جو کوئی دوسرا انہیں دے سکتا تھا اور جس کے لیے وہ اندر ہی اندر غیر واضح طور پر زندگی بھر بے چین رہی۔

دوسری طرف یہ بھی سوچیے کہ ستائی ہوئی اور دکھی انسانیت کے لیے سولی قبول کرنیوالا مسیح بھی مریم مجدلانی کو جب دیکھتا ہے تو جس امتیازی التفات کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے وہ دیکھنے والوں کے خیال میں کچھ اچانک اور خلاف توقع ہے اس کے مریدوں اور چاہنے والوں کو بھی اس پر حیرت ہوتی ہے کہ یہ "خدا کی بادشاہت" کا پیغام دینے والا اپنا روحانی تصرف ایک گمراہ اور بدکار عورت پر کیوں ضایع کر رہا ہے۔ اس خیال سے کچھ لوگ مضمحل ہو جاتے ہیں اور کچھ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ جاتے ہیں۔ لیکن مسیح محسوس کر رہا تھا کہ اسکے اندر جو غیبی آواز "آسمانی بادشاہت" کی بشارت سنا رہی تھی وہی یہ بھی کہہ رہی تھی کہ تیرے اور اس دنیا کی نظر میں گری ہوئی عورت کے درمیان ایک مقدس ازلی نسبت ہے اور اس کو اٹھا اور سنبھالنا تیرا پاک مقدر ہے۔ مسیح مریم مجدلانی کی

طرف اس طرح نہیں کھنچ سکتا تھا جس طرح ویروس اور دوسرے کھنچے رہے اس لیے کہ مسیح کی سطح مختلف تھی۔

مسیح کی برگزیدہ ہستی کو مریم مجدلانی سے کوئی خاص تعلق تھا یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں انجیل کے اس اہم واقعہ کو صرف یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ قبر سے اٹھا ہوا مسیح آسمان پر صعود کرنے سے پہلے اپنے کسی مرید یا دوست کو نظر نہیں آیا۔ اور نظر آیا تو مریم مجدلانی کو۔ یہ واقعہ اپنی جگہ پر بہت بلیغ اور لطیف اشارہ ہے۔ پرانی تواریخ میں اگر اسی قسم کا کوئی دوسرا نازک اور پر کیف اشارہ ملتا ہے تو وہ یہ کہ سقراط نے موت کا پیالہ پینے سے پہلے زندگی کے سارے مسائل اپنے دوسرے شاگردوں کو سمجھائے لیکن موت اور روح کی لافانیت کے سماوی اور مقدس اسرار کے متعلق صرف اپنے محبوب ترین شاگرد فیدو سے گفتگو کی جس سے اس کو خاص روحانی لگاؤ تھا۔

نئی زندگی پانے کے بعد مریم مجدلانی جس کشمکش اور کرب میں مبتلا ہے اور جس طرح آخر میں وہ اس آزمائش سے عہدہ برآ ہوتی ہے وہ بھی ہمارے لیے ایک نیا انکشاف ہے۔ مریم مجدلانی اور ویروس کے درمیان دیرینہ تعلقات ہیں اور بیچ میں مسیح کی ہستی نہ آگئی ہوتی تو وہ اپنے کو ویروس کے حوالے کر چکی تھی۔ وہ ویروس کو عام زبان میں واقعی چاہتی ہے۔ ویروس اور مریم مجدلانی اپنے خوشنما مستقبل کا نقشہ بنا چکے تھے۔ مریم مجدلانی اب بھی مسیح کے علاوہ اگر کسی کو چاہتی ہے تو ویروس کو اور وہ اس کا اعتراف کرتی ہے۔ لیکن چاہنے کے مفہوم میں جسمانی تعلق کا جو عنصر ہے وہ اس کی نظر میں اب بے اعتبار ہو چکا ہے ویروس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکتی۔ اس لیے کہ وہ جہاں کا تہاں رہ گیا ہے اور جسمانی تعلق کو محبت کا حاصل سمجھتا ہے۔

مریم مجدلانی اپنے کو سخت آزمائش میں پا رہی ہے۔ وہ مسیح کو سولی سے بچانا چاہتی ہے اور وہ یہ جانتی ہے کہ ویروس اگر چاہے تو مسیح کو بچالے اور ویروس، مریم مجدلانی کے پیچھے اس طرح دیوانہ ہو رہا ہے کہ وہ اپنے کو سخت سے سخت خطرہ میں ڈال کر اس کی خاطر مسیح کو بچانے کے لیے تیار ہے۔ مگر جو شرط وہ پیش کر رہا ہے۔ مسیح کو بچانے کے صلہ میں مریم مجدلانی سے جو بھینٹ وہ چاہتا ہے اس کا تصور ہی مریم مجدلانی کو پاگل کیے دے رہا ہے۔ اس طرح اس کو بچانا تو وہ ان تمام فضیلتوں کی موت ہوگی جن کی نمائندگی کے لیے مسیح دنیا میں آیا ہے اور جن کا پرچار وہ جان پر کھیل کر کر رہا ہے۔ آخر کار وہ اس کشمکش پر فتح پاتی ہے اس کا

فیصلہ دنیا کے المناموں میں یادگار فیصلہ ہے۔

"اگر میں اس کی زندگی کو اس قیمت پر خریدوں جو تم لگا رہے ہو تو جو کچھ نہ چاہتا ہے جو کچھ اس کو سب سے زیادہ عزیز ہے وہ سب فنا ہو کر رہ جائے میں چراغ کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کے شعلے کو دلدل میں نہیں دفن کر سکتی۔"

مسیح کے نام پر مریم مجدلانی نے مسیح ہی کو قربان کر دیا۔ یہ سب سے بڑی بھینٹ تھی جو وہ چڑھا سکتی تھی۔ اس کے آخری لفظ "جاؤ" میں جو عنصری قوت ہے وہ معمولی تمثیل کے فن سے بہت بلند ہے۔

تمثیل نگاری کے عام روایتی معیار سے ممکن ہے "مریم مجدلانی" کامیاب کوشش نہ ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ناٹک اور اداکاری کے مسلمہ اصول و اسالیب کی مطابقت کرتے ہوئے اس تمثیل کو دکھایا نہیں جا سکتا۔ لیکن ماہٹرلنک نے تمثیل کا جو نیا تصور پیدا کیا ہے اس کے لحاظ سے "مریم مجدلانی" مصنف کے تخلیقی فتوحات میں شمار کیے جانے کے قابل ہے۔ انسان کے نفسیات خفی کے جو نازک نکتے لطیف اور مدھم اشاروں میں اس تمثیل کے ذریعہ ظاہر کیے ہیں ان کے لیے ماہٹرلنک ہی کا ایجاد کیا ہوا اسلوب موزوں تھا۔ خارجی حرکات اور صرف لفظی مکالمات کی معمولی تمثیل نفس انسانی کے ان ماورائی اسرار پر دسترس نہیں پا سکتی تھی۔

ماہٹرلنک کا خیال ہے کہ اصلی المیہ عنصر اپنے فطری اور کائناتی روپ میں اس وقت ظاہر ہونا شروع ہوتا ہے جبکہ دنیا کے معروف عام حادثات و خطرات اور آلام و محن مٹ چکے ہوتے ہیں۔ المیہ تمام خارجی تضادات اور نفسیاتی تناقضات سے بالاتر ہے سکون حرکت سے زیادہ رفیع و جلیل ہے۔ شور و اضطراب ہمارے اندر زندگی کی روح اس طرح نہیں ابھارتے جس طرح کہ سکوت کبھی کبھی سکون کے صرف ایک لمحہ میں ہم کو جو انبساط حاصل ہوتا ہے وہ زیادہ مستقل اور مستحکم اور زیادہ گمبھیر ہوتا ہے اس انبساط سے جو جذبات کے ایک پورے پر آشوب دور میں حاصل ہو سکتا ہے۔

یہ ہے ماہٹرلنک کا نظریہ المیہ اور یہ ہے "مریم مجدلانی" کا اصلی پیغام اس پیغام کے لیے اس سے بہتر اسلوب کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

امام باڑہ گورکھپور
یکم فروری سنہ ۱۹۴۷ء

مجنوں گورکھپوری

افراد

لیوکیوس ویروس	ایک فوجی افسر	اینوس میلانوس
ابیوس		کیلیوس
لعزر		یوسف الرمطی
نیقودیموس		بارتیمیوس

غلام، اندھے، اپاہج، مریض، عزبا معجزے سے چنگے کیے ہوئے لوگ وغیرہ

مریم مجدلانی	مارتھا
مریم کلیوفاس	مریم سلمیٰ

دوسرے اولیا، بھکارنیں، بیسوائیں وغیرہ

پہلی اور دوسری تمثیلیں بیت عنیا میں اور تیسری تمثیل یروشلم میں

مریم مجدلانی

پہلی تمثیل

بیت عینا میں سیلانوس کے باغ، ایک رومی بالا خانہ، سنگ مرمر کی کرسیاں، برساتیاں، مورتیں، وسط میں ایک حوض جس میں ایک فوارہ جاری ہے، مختلف کنج، پتھر کی ناندوں میں نارنگی اور سرخس کے درخت، داہنے اور بائیں جانب بالیسر جن سے وادی کا سماں بہت صاف نظر آتا ہے۔ پشت پر ایک دوسری بالیسر جو بیچ سے کھلی ہوئی ہے اور جو ایک روش تک لے جاتی ہے جو سدابہار درختوں اور مورتوں سے آراستہ ہے۔ یہ روش ایک گھنی روش پر ختم ہوتی ہے جو باغ کی چاردیواری ہے۔

پہلا منظر

سیلانوس اور ویروس داخل ہوتے ہیں

سیلانوس

یہ کوٹھا میری ساری ملکیت کی زینت ہے۔ اس کو دیکھ کر مجھے اپنے برنیسطہ کا کوٹھا یاد آجاتا ہے جو میری آرزوؤں کی معراج رہا ہے۔ یہ میرے نارنگی، صنوبر کے درخت ہیں۔ یہ میرا مچھلیوں سے بھرا تالاب ہے، یہ میری برساتی ہے جہاں دیوتاؤں کی مورتیں لگی ہوئی ہیں، ان میں ایک منروا کی مورت ہے جو انطاکیہ

ہیں دستیاب ہوئی تھی (بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اور یہاں سے تم وادی کا بے مثل منظر دیکھ سکتے ہو جہاں بہار کا دورہ شروع ہو گیا ہے۔ ہم لوگ گویا فضا میں معلق ہیں۔ ذرا ان شقائق کی سیر کرو جو بیت عینا کے ڈھال پر لہلہا رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زیتون کے درختوں کے تلے ساری زمین انگارے کی طرح دہک رہی ہے میں یہاں سکون و اطمینان کے ساتھ بڑھاپے کی کیفیتوں سے لطف اندوز ہوا کرتا ہوں، بڑھاپا نام ہے ماضی کی لذتوں سے بہرہ ور ہونے کا۔ شباب محض حال کی عشرتوں کو پیش نظر رکھتا ہے اور اس طرح اپنی مسرت کا دائرہ تنگ کر لیتا ہے۔

دیروس

بارے اس جگہ درخت، پانی اور سبزہ زار کی صورت تو نظر آئی ہیں تو جب سے اس پتھریلے ریگستانوں میں آیا ہوں جس کو لوگ یہودیہ کہتے ہیں۔ ان چیزوں کی یاد بھی بھول گیا ہوں۔ لیکن میرے محترم! اس میں کیا بھید ہے کہ آپ نے اس بنجر اور بے کیف شہر میں بود و باش اختیار کر لی جہاں کی سرزمین اس قدر نفرت انگیز ہے جہاں کے لوگ ایسے بدقوارہ اور جھگڑالو، پرکار، شریر، ناپاک اور غیر مہذب ہیں؟

سیلانوس

جیسا کہ تم جانتے ہو میں ناظم ولاریوس غراطوس کے ساتھ قیصریہ آیا، اس کے بعد روم واپس گیا جہاں کچھ دنوں تک تم میرے سعادت مند اور محبوب شاگرد رہے۔ لیکن بہت جلد مجھے اس علم و حکمت کی تدریس سے شرم آنے لگی جس کے بدیہیات کے متعلق خود مجھے روز بروز شک بڑھتا گیا۔ جوں جوں کہ میں زیادہ اعتماد کے ساتھ ان کی تبلیغ کرتا رہا۔ آخر کار مجھے محض ایک

خواہش تحقیق و تفتیش اس غیر متمدن یہودیہ میں لے آئی۔ میں نے پہلے ہی دوران قیام میں یہودیوں کی مقدس کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا تھا وہ بادی النظر میں جاہلیت اور بہیمیت سے لبریز معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں ایسے حسین و جمیل اساطیر و قصص بھی کافی ملیں گے جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں نے حکمت و دانش کے لیے کیسی کیسی جاہلانہ مگر عجیب و غریب کوششیں کی ہیں۔ میں ابھی ان کے مطالعہ سے اکتایا نہیں ہوں۔

ویروس

ہاں میرے دوست ایلوس جس سے میری ملاقات انطاکیہ میں ہوئی تھی اس نے مجھ سے آپ کے مطالعات اور صحف اسرائیل کے لیے آپ کے بڑھے ہوئے ذوق و شغف کا حال بیان کیا تھا۔

سیلانوس

وہ یہاں اب آتا ہی ہوگا۔

ویروس

کون؟ ایلوس؟ کیا وہ یروشلم میں ہے؟

سیلانوس

تمہیں معلوم نہیں؟ لیکن تم خود اس سرزمین میں کتنے عرصہ سے ہو؟ تم نے اب سے دو دن پہلے جو خط مجھکو لکھا تھا اس میں اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا تھا۔

ویروس

کم و بیش ایک ہفتہ سے میں یہاں موجود ہوں۔ میں ناظم بنطیوس بیلاطس کے ہمراہ یروشلم کے لیے انطاکیہ سے روانہ ہوا تھا اس کو بغاوتوں اور بدنظمیوں کا ڈر ہے اور اس کو میرے قدیم فوجی دستوں کی اعانت کی ضرورت ہے۔

سیلانوس

میرالائی وفائق ایلوس جس کی باتیں اسی قدر ہذیانی ہوتی ہیں جس قدر کہ سر اس کی عادتیں ہیں، مجھ سے تمہارا اسی طرح ذکر کرتا تھا جس طرح کہ تم سے میرا ذکر کیا ہے۔ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حسن اتفاق سے وہ تم سے انطاکیہ میں ملا تو تم کسی خطرناک اور المناک محبت میں مبتلا معلوم ہوتے تھے۔

ویروس

وہ کون سی محبت تھی؟......

سیلانوس

کیا؟ کیا ہمارے حسین وجمیل فوجی افسر کے لیے اس تزک واحتشام کے ہوتے ہوئے ایک معاشقہ کے سوا کوئی اور معاشقہ بھی المناک ہوسکتا ہے؟ اس کا تعلق اسی سرزمین کی ایک عورت سے ہے۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو ایک جلیلی عورت سے ہے۔

ویروس

مریم مجدلانی؟...... کیا اس نے آپ سے اس کا ذکر کیا تھا؟ وہ اب کہاں رہتی ہے؟ میں نے تو پھر اس کو کہیں نہیں دیکھا۔ اس نے یکایک انطاکیہ چھوڑ دیا اور پھر مجھے اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔

سیلانوس

لیکن اس نے تمہاری پروا کیوں نہیں کی؟ ایبوس کہتا تھا کہ یہ سچ ہے وہ اس ملک کے لوگوں کو خاطر میں نہیں لاتی۔ لیکن رومی غازیوں کے لیے وہ بے انتہا سہل الحصول ہے

ویروس

یہ عورتوں کے وہ مکر ہیں جن کو سمجھنے کی ہم جیسے نوجیوں کو مشکل سے فرصت ملتی ہے۔ اس کو مجھ سے نفرت نہیں تھی اور اگر کبھی اس نے نفرت کا اظہار کیا تو اس میں بھی ایک ملاطفت کا پہلو نمایاں تھا۔ لیکن اس ملاطفت کے ساتھ ایک غیر واضح خوف کا بھی شائبہ پایا جاتا تھا جس کی وجہ سے وہ مجھ سے پہلو بچاتی رہتی تھی۔ اس کے علاوہ کچھ دنوں سے اُس پر ایک غم مسلط رہتا ہے جس کے لیے جہاں تک میں نے سنا ہے وہ طرح طرح کے تسکین کے پہلو اختیار کر چکی ہے۔

سیلانوس

میں کچھ نہیں جانتا اور یہ سب باتیں مجھے زیادہ مایوس کن نہیں معلوم ہوتیں۔ آخر جس چیز کو دیوتاؤں نے حصول لذت کے لیے پیدا کیا ہے اس کو دکھ کی چیز کیوں بنایا جائے؟ اسی لیے ایلوس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اپنے صائب مشوروں سے تم کو ایک ایسے مرض سے نجات دلانے کی کوشش کروں جو خواہ مخواہ تم کو غمناک بنائے ہوئے ہے۔ مگر پہلے یہ بتاؤ کیا تم واقعی اس کو ویسا چاہتے ہو جیسا کہ ایلوس کا بیان ہے۔ وہ کبھی بغیر سوچے سمجھے مبالغہ بھی کرنے لگتا ہے۔

ویروس

مجھے اس کی ہوس تھی، مجھے اب بھی اس کی ہوس ہے مجھے کسی عورت کی ایسی ہوس نہیں ہوئی۔

سیلانوس

تم بڑے عقلمند ہو کہ شروع ہی سے محبت اور ہوس میں کوئی فرق نہیں کیا۔ اس کے علاوہ میں خوب سمجھتا ہوں، وہ یقیناً ان تمام عورتوں میں جن کو میں نے

زندگی میں دیکھا ہے اور اثرات قبول کیے ہیں سب سے زیادہ پیاری ہے۔

ویروس

کیا! ...... آپ نے اس کو دیکھا ہے؟ کیا وہ یروشلم میں موجود ہے؟

سیلانوس

وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے، وہ بیت عینا سے مشکل سے دو میل کے فاصلہ پر ہے (ویروس کو داہنی طرف کھینچکر) آؤ اس برساتی کے سامنے اس گھاٹی کے نیچے کی طرف دیکھو کچھ نظر آتا ہے۔

ویروس

زیتون کے درخت، سڑکیں، قبریں، اس کے بعد محلوں کے گنبد، ہیکل، ستون، صنوبر کے درخت ... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روم کے مضافات میں ہوں۔ اس کے سوا اور تو کچھ نظر نہیں آتا۔

سیلانوس

یہ سب ہیرودیس اعظم کی بدولت ہے جو ایک قسم کا مجنون تھا جس کو عمارتوں کا خبط تھا۔ اس نے اس وادی کو ایسے عظیم الشان رومی محلوں سے بھر دیا کہ روم میں بھی ان کی نظیریں نہیں ملیں گی۔ ...... لیکن اس پہاڑی سے نیچے ٹھیک وسط میں ان تین صنوبر کے درختوں کے بائیں جانب دیکھو۔ کوئی پانچ سات سو گز کے فاصلے پر سب سے زیادہ خوشنما اور عالی شان سنگ مرمر کی کوئی عمارت نظر آتی ہے۔

ویروس

وہ عمارت جہاں سفید زینے نظر آتے ہیں جو اس نیم مستدیر دورویہ تک چلے گئے ہیں، جہاں بہت سے مجسمے کھڑے ہیں۔

سیلانوس

وہ اب یہیں آکر رہنے لگی ہے۔

ویروس

مریم مجدلانی؟......... شہر سے اتنا دور اس ویران اور سنسان مقام

میں؟

سیلانوس

اس نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ وہ یہاں آکر اس لیے پناہ گزیں ہوئی ہے کہ "عید غدیر" کے قریب یروشلم میں یہودیوں کے بڑھے ہوئے مذہبی جنون، ان کی شورش اور ان کی ناک میں دم کر دینے والی بدبو سے محفوظ رہے۔

ویروس

تو آپ اس سے ملتے رہتے ہیں؟ آپ سے اس سے باتیں ہوتی رہتی ہیں؟

سیلانوس

اچھے ابیوس نے اس خیال سے کہ جوان اور حسین عورتوں کی صورت سے میری آنکھیں مسرور ہوتی ہیں۔ بغیر مجھے کسی قسم کے خطرہ میں ڈالے ہوئے اس عورت کو ایک ضعیف بے ضرر بڈھے آدمی کے گھر میں آنے سے باز نہیں رکھا.......

ویروس

اس نے آپ سے کیا کہا؟ آپ نے اس کے بارے میں کیا رائے قائم کی؟

سیلانوس

وہ جس لباس میں تھی وہ موتیوں اور شبنم کے قطروں سے بنا ہوا معلوم ہوتا تھا، اس کی پیشواز صنوبر کے ارغوانی رنگ میں رنگی تھی اور اس میں نیلم اور دوسرے

قسم کے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس نے مشرقی حسن کو اور بھی بھاری بھر کم بنا دیا تھا اور اس کے بال اگر کھل جائیں تو اس ارغوانی پتھر کے مگلے کو ایک گہرے سنہرے نقاب سے ڈھک دیں۔

ویروس

میں اس عورت کی ذہانت اور اس کی شخصیت کا قائل ہوں مجھے غلط نہ سمجھنا۔ وہ کوئی رذیل بازاری عورت نہیں ہے۔ وہ ان جذبات کی بھی قابلیت رکھتی ہے جو محبت کو راسخ اور پائدار بناتے ہیں۔

سیلانوس

مجھے صرف اس کے حسن صورت کا خیال تھا جو محض آنکھوں کو آسودہ کرتا ہے۔ خیر! ہم اس وقت کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے وہ ابھی آتی ہی ہوگی۔

ویروس

وہ یہاں آتی ہوگی؟ لیکن کیا اس کو معلوم ہے کہ میں یہاں آپ کے ساتھ ہوں؟

سیلانوس

میرا خیال ہے وہ ضرور جانتی ہے۔ مجھے یقین تھا کہ اس کی ملاقات تمہاری بیماری کے حق میں میرے مشوروں کے مقابلہ میں جن پر ایلوس نے اتنا زور دیا تھا زیادہ مفید ثابت ہوگی۔

ویروس

لیکن وہ تو........ اس نے کیا کہا جب اس کو معلوم ہوا کہ........

سیلانوس

وہ کپکپاتے ہونٹوں کے ساتھ ایک عجیب پر معنی انداز میں مسکرائی۔ اس کے علاوہ جو دوسرے مہمان آنے والے ہیں وہ ابیوس اور کیلیبوس ہیں جو بار نظر میں

تمھارا ہم سبق رہ چکا ہے۔ مجھے امید ہے وہ اپنے ہمراہ ہمارے دوست بیچارے لانجیلینوس کو بھی لے آئیں گے جس کو ابھی تین ہفتے ہوئے اپنی دو سالہ لڑکی کا داغ اٹھانا پڑا ہے میں اس کو صبر دلانے کی کوشش کروں گا اور معقول اور قائل کر دینے والے دلائل سے ثابت کروں گا کہ اس کا غم اس کے نقصان سے نسبتاً زیادہ ہے۔ ہمارے کھانے پر جہاں اور چیزیں ہوں گی وہاں دریائے یردن کی دو مچھلیاں بھی ہوں گی جو تمہارے لیے بالکل نئی چیز ہونگی اور جن کو میرے وفادار باورچی داؤس نے پکایا ہے۔ لیکن میں اب دو بانسریوں کی آواز سن رہا ہوں۔ ضرور میرے دروازے پر بیت عینا اور یروشلم کی ملکہ آرہی ہے۔ تمہاری آنکھیں اب بہت جلد اس لطیف نور کو دیکھیں گی جس کو وہ اتنے دنوں تک ترستی رہی ہیں اور میری آنکھوں کے سامنے وہ مسکراہٹ ہوگی جو مجھے اس قدر پسند ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ڈیوڑھی میں دو پہلے آئینوں میں اس کو معمول سے زیادہ دیر لگ جائے۔

ویروس

وہ آپہنچی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

داہنی طرف سے مریم مجدلانی داخل ہوتی ہے۔ ہمراہ چند غلام ہیں جن کو وہ ایک درشت اور حاکمانہ لہجہ میں رخصت کر دیتی ہے۔

دوسرا منظر

وہی افراد۔ مریم مجدلانی

سیلانوس

یہ کون ہے جو اس ویرانہ سے لوبان اور بخور سے معطر دھوئیں کے ایک ستون کی

طرح نکل رہی ہے ؟ یہ کون ہے جو صبح کی طرح نمودار ہو رہی ہے ؟ جو چاند کی طرح
حسین سورج کی طرح منور اور علمبردار فوجیوں کی طرح ہیبت ناک ہے ؟ جیسا کہ تمہاری
مقدس کتابوں میں شلامیوں کے داخلہ کے موقع پر لکھا ہوا ہے۔

مریم مجدلانی

میرے سامنے میری مقدس کتابوں کا نام نہ لو میں ان سے عاجز ہوں جیسا کہ
میں ہر اس چیز سے عاجز ہوں جو اس رذیل مکار لالچی اور مفسد قوم سے منسوب ہے۔

ویروس

(اس کے استقبال کے لیے اپنی باری سے آگے بڑھتے ہوئے) تو پھر رومیوں
کی رسم کے مطابق کہوں گا۔ اے اغلایہ کی سب سے بڑی بیٹی! اے حسن کی
دیویوں میں سب سے زیادہ نوجوان، اور سب سے زیادہ خوش نصیب! ہم تیرا
استقبال کرتے ہیں۔

مریم مجدلانی

بجائے میری تعریف کرنے کے مجھ پر افسوس کرو، میرے تمام قرطاجینی
لعل اور میرے نفیس سے نفیس بارہ موتی چوری گئے اور جن چیزوں کا مجھ کو زیادہ
غم ہے وہ میرے بابلی مور اور میرے "تالاب کی مچھلیاں ہیں۔

ویلوس

اتنا بڑا گناہ کرنے کی جسارت کس کو ہوئی ؟

مریم مجدلانی

میں نہیں جانتی جن ملازموں کے سپرد توشہ خانہ اور تالاب تھے میں نے
ان کو خوب پٹوایا اور طرح طرح کی سزائیں دیں انھوں نے کسی جرم کا اقبال نہیں
کیا اور میرا خیال ہے وہ اس بارے میں کچھ نہیں جانتے

ویروس

خود تمہارا کیا خیال ہے؟ تم کو کس پر شبہہ ہے؟

سیلانوس

یہ چوری میرے لئے بڑی حیرت ناک ہے۔ اس لیے کہ ملک میں بڑا امن و امان ہے۔ میں یہاں چھ سال سے ہوں اور کسی نے میرے علم و حکمت سے ایک جبہ بھی نہیں چرایا اور میری ساری دولت یہی ہے۔ یہودی بڑے چالاک مکار اور بدنیت ہوتے ہیں۔ وہ طرح طرح کی عیاریوں سود خواریوں اور دوسرے مکروہات میں ماہر ہیں۔ لیکن وہ سیدھی سادی چوری سے جس کو ایمانداری کی چوری کہنا چاہیئے ہمیشہ پہلو بچاتے ہیں۔

مریم مجدلانی

پہلے تو مجھے عتور کے چند مزدوروں پر شبہ تھا جو میرے کاشانہ کے ایک کمرہ میں شیشے درست کر رہے ہیں جو گاہے ماہے درست کیے جاتے ہیں تاکہ وہ ہمیشہ میز کے برتنوں کے جوڑ کے رہیں۔

ویروس

میں نے اس قسم کے شیشے انطاکیہ میں اپنے حاکم ببانیوس، فلاقوس کے محل میں دیکھے ہیں۔ لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ رواج جو ابھی خود روم میں نیا ہے وہ اس دور دراز ملک میں بھی پہنچ چکا ہے۔

مریم مجدلانی

میرے مکان کے سوا تم یہ کہیں نہیں پاؤ گے اور محصیل انتی باس کا محل ابھی تک اس سے خالی ہے۔ بہرحال مجھے ان مزدوروں پر شبہہ تھا لیکن میرے پاس اس کا کافی ثبوت ہے کہ وہ بالکل بے گناہ ہیں اور اب میرا خیال ہے کہ

چوروں کو ان بے خانماں آوارہ گردوں میں تلاش کرنا چاہیئے جو عرصہ سے اس سرزمین میں پھر رہے ہیں۔

سیلانوس

تمہاری مراد ناصریوں کے مشہور و معروف گروہ سے ہے۔

مریم مجدلانی

ہاں میں نے سنا ہے کہ ان کا سرگروہ ایک قسم کا زبردست ڈاکو ہے جو عوام کو ایک طرح کے جادو سے اپنی طرف مائل کر لیتا ہے اور ایک نئی شریعت یا دین کی تبلیغ کے بہانے لوٹ مار کرتا ہے اور اپنے گرد و پیش ایسے لوگوں کو جمع کر لیتا ہے جن سے ہر بات کی توقع کی جا سکتی ہے...... اس کو جانے دو ان کی شکایت کا مجھے اور بھی حق حاصل ہے۔ دو دن ہوئے جبکہ میں اپنے باغ میں اس برساتی کے نیچے ٹہل رہی تھی جو میرے باغ اور سڑک کے درمیان واقع ہے۔ اس گروہ میں سے چند کمبخت مجھ سے گستاخی کرنے لگے اور مجھے پتھر دکھا کر دھمکیاں دینے لگے۔ اب یہ بات برداشت سے باہر ہو رہی ہے۔ ملک کو اب ان سے پناہ ملنا چاہیئے۔

ویروس

میں نے بھی ان لوگوں کا حال سُنا ہے حکام ان کی طرف سے غافل نہیں ہیں۔ میں اب ان پر اور بھی سختی کے ساتھ پہرہ رکھوں گا اور اگر تمہاری مرضی ہو تو ان کے سردار کا گرفتار کر لینا میرے لیے بہت آسان ہے۔

مریم مجدلانی

میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ تم ضرور ایسا کرو۔ اور جہاں تک جلد ممکن ہو کرو۔ میں تمہارا بڑا احسان مانوں گی۔

سیلانوس

میرا خیال ہے کہ تم لوگ غلط راستہ پر ہو میری رائے میں اس گروہ میں ڈاکوؤں کی تلاش بیکار ہے۔ میں یہ دعویٰ کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ میں اس گروہ سے اچھی طرح واقف ہوں۔ پانچ چھ دن تک وہ میرے مکان کے سامنے جمع رہے۔ مجھے ان کے ایک جلسہ میں شریک ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اس عمر میں ہر بات شرف اور مسرت کا باعث ہوتی ہے۔ یہ جلسہ اس پرانی سڑک کے کنارے منعقد تھا جو یریکو کو جاتی ہے۔ سردار ایک مجمع کو مخاطب کر رہا تھا جس میں سب کے سب چیتھڑے لگائے ہوئے اور گرد میں اٹے ہوئے تھے۔ ان میں بیماروں اور اپاہجوں کی ایک کثیر تعداد مجھ کو نظر آئی۔ وہ بے انتہا جاہل اور دہقانی ہیں، مگر ان کی قدر افزائی کی جا رہی ہے۔ وہ محتاج ہیں اور گندے ہیں۔ اور وہ سوا ایک کٹورا پانی یا گیہوں کی ایک بال کے کوئی اور چوری کرنے کی جرارت نہیں کر سکتے سب کے سب منھ پھیلائے ہوئے ایک فضول اور بے تک کہانی سن رہے تھے جو کسی ایسے بیٹے کی کہانی تھی جو اپنی تمام میراث لٹا کر اپنے باپ کے پاس واپس آتا ہے...... میں کہانی کو آخر تک نہیں سن سکا۔ کیوں کہ وہ مجھ کو شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے۔ لیکن یہ جلیلی یا ناصری جیسا کہ لوگ اس کو پکارتے ہیں عجیب و غریب ہستی۔ اور اس کی آواز بڑی پیاری اور پر تاثیر ہے۔ وہ ایک بڑھئی کا لڑکا ہے میں تم سے اس کے متعلق اور بہت کچھ بیان کر سکتا ہوں۔ مجھے اس کے متعلق بہت کچھ باتیں معلوم ہیں۔ لیکن ذرا مجھے معاف کرو۔ میں ذرا ادھر جا کر دیکھ لوں کہ میرے اور مہمان جن کو خاصی دیر ہو چکی ہے آ رہے ہیں یا نہیں۔

(بائیں طرف سے نکل کر باہر جاتا ہے)

تیسرا منظر

مریم مجدلاتی ۔ ویروس

ویروس

مجھے اس کی توقع نہ تھی کہ اس دن کی ایسی بیدردی اور بے مروتی کی گفتگو کے بعد مجھ کو خود تمہاری رضامندی سے پھر تم کو دیکھنے کی خوشی نصیب ہوگی۔ تمہارے الفاظ نے تو مجھ سے وہ امید بھی چھین لی تھی جو مایوس کے دل میں باقی رہتی ہے۔

مریم مجدلانی

میں احمق اور پاگل تھی۔ لیکن اب مجھ کو ہوش آگیا ہے اور اب مجھ کو معلوم ہوگیا ہے کہ بڑی سے بڑی محبت اس قابل نہیں ہوتی کہ اس پر ایک قطرہ آنسو بھی گرایا جائے۔

ویروس

یہاں تک میں تم سے اتفاق کر سکتا ہوں کہ وہ محبت مشکل سے محبت کہی جاسکتی ہے۔ کم سے کم وہ بڑی سے بڑی محبت نہیں ہوتی جو ہم کو آنسو بہانے پر مجبور کر دے۔

مریم مجدلانی

اب میرے لیے نہ بہترین محبت کوئی معنی رکھتی ہے نہ بدترین۔ اب تک میں مغالطوں میں زندگی بسر کرتی رہی جس سے دوسرے فائدے اٹھاتے رہے لیکن گزشتہ چھ مہینوں سے میں ان حقیقتوں میں زندگی گزار رہی ہوں جن سے صرف میں مستفید ہوسکتی ہوں۔

ویروس

تمہارا مطلب کیا ہے؟

مریم مجدلانی

اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ اب میں اپنے کو زیادہ ہوشیاری کے ساتھ اور زیادہ قیمت پر فروخت کرتی ہوں۔

ویروس

"مجدلانی! تم اپنے کو خود کیوں بدنام کر رہی ہو؟"

مریم مجدلانی

اگر تمہاری ہوس تم کو اپنی قسمت آزمانے پر مجبور کرے تو تم خود دیکھ لو گے کہ اب میں نے پہلے کے برخلاف اپنا نرخ بڑھا دیا ہے۔

ویروس

تم بہرحال اپنی قیمت اس سے زیادہ لگا نہیں سکتیں جتنی کہ میں نے لگا رکھی ہے۔ تم اپنے کو میری نگاہ میں ذلیل نہیں کر سکتیں اور جو کچھ تم کہہ رہی ہو اس میں مجھے محض ایک ایسے زخم رسیدہ اور رنجور دل کی حق بجانب بغاوت نظر آ رہی ہے جو ٹیسوں کا مقابلہ کر رہا ہو۔

مریم مجدلانی

تم غلطی پر ہو۔ یہ دل ٹیسوں کا مقابلہ نہیں کر رہا ہے بلکہ اپنے سے آگاہ ہو رہا ہے۔

ویروس

میں تمہاری ایک بات کو بھی سچ نہیں مانتا۔ میں اس کو زیادہ پسند کروں گا کہ ضد اور نفرت میں تم اپنے کو میرے حوالے کر دو بہ نسبت اس کے کہ

معقول سے معقول اسباب کی بدولت میں تم کو کھودوں اور اب چوں کہ صرف زیادہ سے زیادہ قیمت کا سوال ہے اس لیے مجدلائی! یہ طے سمجھو کہ اب تم میری ہو۔

مریم مجدلائی

"ممکن ہے .... لیکن ہمارا میزبان واپس آرہا ہے۔ فی الحال ہم کو ایک دوسرے سے کچھ زیادہ کہنا سننا نہیں ہے۔"

(بائیں جانب سے سیلانوس، ابیوس اور کیلیوس داخل ہوتے ہیں)

چوتھا منظر

وہی سیلانوس، ابیوس، کیلیوس

ابیوس

(مریم کے قریب جاکر) زہرہ نے قبرس کو چھوڑ دیا اور اب یروشلم میں روشنی پھیلا رہی ہے۔ یا یہ حسین تخمینہ ہے جو طلاموں کے بیٹے کے ہونٹوں کو متبسم کر رہی ہے! ....

کیلیوس! اس حسین و جمیل مورت، کی پرستش کرو جس کو حسن اور عشق نے اس آستانہ پر نصب کر رکھا ہے۔

کیلیوس

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ —— یہ لاجوردی آسمان انھیں کے لیے پھیلا ہوا ہے جوان ستونوں کے درمیان کھڑے ہیں۔

سیلانوس

لاجوردی آسمان اور روشنی اسی وقت نظر افروز معلوم ہوتے ہیں جب کہ

وہ شباب اور حسن پر محیط ہوں ۔ لیکن آؤ اس سے کم خیرہ کن مورتوں کی طرف بھی توجہ کرو جو مجھ جیسے ضعیف اور سن رسیدہ کے لیے زیادہ موزوں ہیں ۔ ابھی جو ہم اس ناصری کے گروہ کا ذکر کر رہے تھے وہ یقیناً کسی غیبی تحریک پر مبنی تھا ۔ اس لیے کہ یہ وہی گروہ تھا جس نے ہمارے مہمانوں کو اتنی دیر تک روک رکھا ۔

ابیوس

ہاں ذرا سوچیے جوں ہی ہم اس آخری چوراہے تک پہنچے ہم نے دیکھا کہ سارے شہر میں ایک ہلچل مچی ہوئی ہے ، تمام راستہ ایک مجمع نے بند کر رکھا ہے ۔ ایک اندھے کے گرد لوگوں کا ٹھٹ لگا ہوا تھا جس کی آنکھوں سے سوجھنے لگا ہے

ویروس

ہاں یہ ان کرشموں میں سے ہے جو سوا یہودیہ کے کسی اور جگہ نظر نہیں آتے ۔

کیلیوس

یہ بڑی حیرتناک بات تھی ۔ غریب ایک پرانی دیوار سے ٹیکا ہوا اپنی مخمور اور معصوم آنکھوں کو گھوما گھوما کر چلا رہا تھا ۔ وہ نبی ہے وہ نبی ہے ۔ میں لوگوں کو درختوں کی طرح دیکھ رہا ہوں چلتے ہوئے ، اور ہر طرف لوگ مارے خوشی کے اچھل کود رہے تھے اس کی آنکھیں روشنی سے خیرہ معلوم ہوتی تھیں ۔

ابیوس

یا پھر شراب سے ، اس لیے کہ وہ لڑکھڑا رہا تھا ۔

ویروس

اور وہ ناصری ؟ تم نے اس کو بھی دیکھا ؟

ابیوس

نہیں ! وہ عین اسی وقت جا چکا تھا اور اپنے ساتھ مجمع کی ایک کثیر تعداد کو

جو زیادہ جوشیلی بھتی لیتا گیا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ہرگز ہم لوگوں کو راستہ نہ مل سکتا۔

مریم مجدلانی

ہاں! جب ایک بار یہ بدمعاش اپنے سرگروہ کے گرد جمع ہو جاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اب قیصر کو بھی راستہ نہ دیں گے۔

کیبلیوس

وہ گیا کہاں؟ مجھے اس کے دیکھنے کا بہت اشتیاق ہے۔

سیلانوس

وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔ وہ سرخس کی جھاڑی دیکھ رہے ہو؟ وہی میرے باغ کے اس سرے پر؟ وہ میری چھوٹی سی سلطنت اور میرے پڑوسی شمعون جذامی کے باغ کے درمیان حدفاصل ہے۔

مریم مجدلانی

کیا؟ آپ کا پڑوسی کوئی کوڑھی ہے؟ آپ کو پہلے سے کہہ دینا چاہیئے تھا۔

سیلانوس

تم مطمئن رہو، اب اس میں کوڑھ کی کوئی علامت نہیں ہے۔

ابیوس

میں سمجھتا تھا کہ انسان جب کوڑھی ہو جاتا ہے تو عمر بھر کوڑھی رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک شخص مجلس شوریٰ کا رکن عمر بھر کے لیے ہو جاتا ہے۔ اس ہیبت ناک سرزمین میں یہودیہ کا یہ دوسرا معجزہ ہے۔

سیلانوس

اسی ناصری نے اس کوڑھی کو بھی چنگا کیا۔

کیبلیوس

کیا وہ واقعی چنگا ہو گیا ہے ؟ اس کے پڑوسی ہونے کی حیثیت سے آپ کا فرض ہے کہ آپ اصلیت سے واقف ہوں۔

سیلانوس

اتنا تو مجھے اچھی طرح معلوم ہی ہے کہ اس کی صورت اب اسی قدر چنگی اور خوش رنگ ہے جس قدر کہ مجدلان کے گلاب اور بیت عینا کے سوسن کی جو اس وقت تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ یہ البتہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ واقعی کبھی بیمار تھا یا نہیں۔ اس لیے چنگا ہونے سے پہلے میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ابیوس

میں ابھی یہی خیال کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے مصر اور طبریس میں اس سے کہیں زیادہ عجیب و غریب جادوگر دیکھے ہیں۔ لیکن آؤ ہم پھر اس کوڑھی کی طرف رجوع کریں جس کا کوڑھ جاتا رہا ہے۔ اس وقت اس جھاڑی کے پیچھے اور آپ کے عجیب و غریب پڑوسی کے گھر میں کیا ہو رہا ہے۔

سیلانوس

تین دن سے ناصری اس کے وہاں مہمان ہے۔ یہ شمعون، اس کی بہن، اس کی بیوی اور اس کے بہنوئی سب کے سب میرے خیال میں عامی اور جاہل ہیں جو اپنے زیتون کے درختوں کی آمدنی پر گزر اوقات کر رہے ہیں۔ پہلے وہ بے انتہا منکسر المزاج اور صلح کُن لوگ تھے۔ لیکن اس ناصری کے ورود کے بعد ہر طرف ایک شورش اور فساد برپا ہے۔ ہر طرف آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، ہر دم ایک شور و غل مچا رہتا ہے۔ اس کے باغ میں ہر وقت بیماروں، اپاہجوں اور بے وطنوں کا ایک ہجوم رہتا ہے جو یہودیہ کی پہاڑیوں سے ٹڈی دل کی طرح برآمد ہوتے ہیں اور اس عجیب و غریب شخص سے التجائیں کرتے ہیں جس کو وہ داؤد

کا بیٹا اسرائیلیوں کا بادشاہ اور عالم کا مخلص کہتے ہیں۔ بعض اوقات تو ان لوگوں کی تعداد اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ میرے باغ میں گھس آتے ہیں تم دیکھتے ہو کہ یہ جھاڑی روندی ہوئی اور جا بجا سے اکھڑی اور ٹوٹی ہوئی ہے۔ بڑی خیریت یہ ہے کہ یہ ناصری صرف کبھی کبھار اس طرف آنکلتا ہے لیکن یہ دل چسپ منظر ان تمام دقتوں اور پریشانیوں کے باوجود میرے لیے بڑے لطف کی چیز ہے۔"

(بائیں جانب سے پانچ یا چھ غریب آدمی داخل ہوتے ہیں)

کیبلیوس

"یہ کون لوگ ہیں؟"

سیلانوس

"میں نے ابھی تم سے کیا کہا تھا؟ یہ آدھے درجن روٹیوں کی بھیک مانگنے آئے ہیں۔"

ابیوس

"یہ لوگ بھی اسی مشہور گروہ کے ہیں۔"

سیلانوس

"سب کے سب نفرت انگیز اور مکروہ صورت ہیں کسی کا چہرہ پھوڑوں سے مسخ ہے کوئی ننگا ہے، کوئی بھوکا ہے۔"

ابیوس

"یہ لوگ بڑے بے حیا ہیں کہ اپنی بدصورتی اور اپنے ہر اس کی نمائش یوں کر رہے ہیں!"

سیلانوس

"گھبراؤ نہیں۔ یہ لوگ اس دروازہ کے فرحناک منظر کی دلفریبیوں کو جس سے

ہماری آنکھیں مسرور ہو رہی ہیں زیادہ دیر تک خراب نہیں کریں گے ۔ میرے
مالی نے ان کو دیکھ لیا ہے اور کدال لے کمان کو نہایت بیدردی کے ساتھ ہنکار
رہا ہے ۔ دیکھتے ہو وہ ضد نہیں کرتے ۔ چپ چاپ سر جھکائے ہوئے چلے
جا رہے ہیں ۔ ہم لوگ ان بدبخت لوگوں، ان کی مصیبتوں اور ان کے سردار کی
باتوں میں کافی وقت صرف کر چکے ۔ اب آؤ کچھ دیر خود اپنی طرف متوجہ رہیں
اور بہار کی اس خوش گوار سہ پہر کے سہانے سماں سے لطف اٹھائیں آج
کی صحبت کے لطف میں کوئی کسر باقی نہ رہتی اگر لانجبینوس ابیوس کی درخواست
کو منظور کر لیتا اور تمہارے ساتھ یہاں چلا آتا۔"

ابیوس

" اس نے خود جو فصاحت و بلاغت مجھے سکھائی ہے اس کی بے مائگی کو میں
نے اس سے پہلے کبھی اس شدت کے ساتھ محسوس نہیں کیا تھا ۔ میری تمام مدلل اور
خوش اسلوب حجتوں کا جواب وہ یا تو ایک غمگین سکوت سے دیتا تھا یا سر کی جنبش
سے ۔ اور شروع سے آخر تک اسی بات پہ اڑا رہا کہ وہ ایک چہل پہل کی انجمن کو اپنے
منحوس وجود سے افسردہ اور غمناک کرنا نہیں چاہتا ۔"

کیلیوس

" اور اس کی بچی کو مرے ہوئے پورے تین ہفتے ہو گئے ۔ میں کبھی یہ مان
نہیں سکتا تھا کہ کسی صدمہ سے وہ اس قدر متاثر ہو سکتا ہے ۔"

ابیوس

" خاصکر جبکہ یہ بچی اس قدر کم سن تھی جس سے اس کا باپ اس کی کھلائی سے
زیادہ واقف اور وابستہ نہیں ہو سکتا تھا ۔"

سیلانوس

"ایک بات اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصل علم جاننا نہیں ہے بلکہ جو کچھ انسان جانتا ہے اس کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ہے اب سے پندرہ برس پہلے جبکہ میرا کم عمر بچہ اسی بچی کی عمر کا جس کا وہ ماتم کر رہا ہے مر گیا تو یہی لانجینوس مجھے صبر کی تلقین کر رہا تھا۔ اس نے مجھے ایک نہایت لمبا چوڑا خط لکھا تھا جس کی عبارت نہایت فصیح و بلیغ اور رنگین تھی۔ اس نے متراڈور رس، حرمالوس یا ہیطیوس کے حوالے دے دے کر یہ ثابت کیا تھا کہ رنج نہ صرف بے سود ہے بلکہ کفران ہے۔ آج صبح میں نے اس خط کو تلاش کر کے نکالا اور پھر پڑھا۔ اس کے چیدہ چیدہ ٹکڑے تو ایسے موثر اور دلآویز ہیں کہ مجھے وہ قریب قریب زبانی یاد ہیں۔ موت اور رنج کے مقابلہ میں انسان کی عقل و حکمت ان سے زیادہ رفیع اور بلند حوصلہ خیالات کا اظہار نہیں کر سکتی۔ کسی زمانہ میں اس خط سے میرے دل کو بہت زیادہ تقویت ہوئی تھی۔"

مریم مجدلانی

"وہ الفاظ کیا تھے؟ ہر اس بات کا جاننا اچھا ہے جس سے غم ہلکا ہو سکے۔"

سیلانوس

"اس کے الفاظ یہ تھے "تم تسلی اور ہمدردی کی توقع رکھتے ہو۔ تم پر صرف ملامتوں کی بوچھار کی جائے گی۔ تم ایک چند سال کے بچے کی موت سے اس طرح بے قابو ہو رہے ہو۔ اگر تمہارا کوئی عزیز دوست مر جائے تو تمہارا کیا حال ہوگا۔ تمہارا کام یہ تھا کہ تم اپنے دل کو اس قابل بنا دیتے کہ اس کے مرنے سے تم کو جتنا ملال ہوتا اس سے کہیں زیادہ اس خیال سے خوشی ہوتی کہ وہ اتنے دنوں تک تمہارے پاس رہا۔ لیکن اکثر لوگ گزشتہ بہرہ مندیوں اور خوشیوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ یہ لوگ دوستی کو بھی اپنے دوستوں کے ساتھ دفن کر دیتے ہیں......

ابیوس

"میں اس میں صاف اپنے محترم استاد کی بے مثل حکمت و دانش کا اندازہ پاتا ہوں اور اس کی تعظیم کرتا ہوں۔"

سیلانوس

اب جبکہ خود اس پر مصیبت پڑی ہے تو وہ اس حکمت و دانش کو کیوں بھول گیا؛ لیکن میں بھی تو اس کو بالکل بھول گیا تھا۔ عین اس وقت جبکہ اس کی مجھ کو سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ آگے چل کر وہ کہتا ہے "میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ جو لوگ ہم کو محبوب ہوتے ہیں ان کا بہت بڑا حصہ مرنے کے بعد بھی ہمارے پاس ہوتا ہے۔ جو وقت گزر جاتا ہے وہ ہماری ملکیت ہوتا ہے اور مجھے سوا ماضی کے کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جس کو ہم زیادہ وثوق اور اعتماد کے ساتھ اپنی کہہ سکیں مستقبل کی خوش آئند امیدیں ہم سے ان نعمتوں کا کفران کراتی ہیں جو ہمیں میسر ہو چکی ہیں۔ گویا جن نعمتوں کی ہم امید لگائے ہوئے ہیں ان کا کبھی ماضیات میں شمار نہیں ہوگا۔ موت نے تم سے ایک بیٹا چھین لیا ہے جو ابھی بالکل کم عمر تھا اور جس سے تم ابھی کوئی امید وابستہ نہیں کر سکتے تھے۔ صرف تمہارا تھوڑا سا وقت ضائع ہوا تھا۔ ایسے باپوں کی مثالیں موجود ہیں جنھوں نے اپنے بچوں کی موت پر ایک آنسو بھی نہیں گرایا۔ اور جوان کو دفن کر کے مجلس شوریٰ میں اپنے کام سرانجام دینے فوراً حاضر ہو گئے۔ یہ کوئی خلاف عقل بات نہ تھی اس لیے کہ اول تو رنج سے مغلوب ہو جانا عبث ہے جبکہ رنج سے ہمارا کوئی کام نہیں نکلتا۔ اور پھر ایک مصیبت کی شکایت کرنا بے انصافی ہے جو ایک شخص پر پڑ چکی اور دوسروں پر ایک نہ ایک دن پڑنے والی ہے۔ اس کے علاوہ یہ شکایت یوں بھی محض حماقت ہے جبکہ مرنے والے اور ماتم کرنیوالے کے درمیان اتنا کم فصل ہو۔ ذرا سوچو۔ تمام بنی نوع انسان ایک ہی منزل کی طرف

جا رہے ہیں۔ درمیان میں صرف تھوڑے بہت تفاوت ہیں۔ اگرچہ وہ بہت معلوم ہوتے ہیں۔ جس کو تم کھو چکے ہو۔ اس کو بس یہ سمجھو کہ تم سے آگے چلا گیا۔ لہٰذا جب ہم سب کو ایک ہی راستہ جانا ہے تو تمہیں بتاؤ کہ جو شخص کسی قدر پہلے روانہ ہو گیا اس کے لیے رونا کہاں کی دانائی ہے؟ کسی کے مر جانے پر ماتم کرنا ایک طرح سے اس کے پیدا ہونے پر ماتم کرنا ہے۔ ہم سب کا مقدر ایک ہے۔ پہلے دن اور آخری دن کے درمیان جو وقفہ ہوتا ہے وہ غیر متعین اور مختلف ہے اگر زندگی کی بدنصیبی پر غور کرو تو ایک بچہ کی زندگی بھی نہایت طویل ہے اور اگر محض مدت پر غور کیا جائے تو بڈھے سے بڈھے آدمی کی زندگی بھی بہت کم ہے۔"

مریم مجدلانی

"میری تو اس سے تسکین ہو جاتی"!

سیلانوس

"تسکین کے معنے غم کا مٹ جانا نہیں ہے تسکین نام ہے غم پر قابو پانے کا"

عین اسی وقت تمام سڑکوں راستوں اور ان مقاموں سے جو بالاخانے سے نظر آتے ہیں ایک شور سنائی دیتا ہے جو پہلے مدھم اور بے تک معلوم ہوتا ہے لیکن جو بتدریج زیادہ واضح اور صاف ہوتا جاتا ہے۔ بھیڑ کے اکٹھا ہونے اور دوا دوش کا ہنگامہ، پتھروں کے گرنے کی آواز، لڑکوں کا شور و غل، کتوں کا بھونکنا غرضکہ ہر آواز زیادہ واضح اور زیادہ صاف معلوم ہوتی ہے۔ ادھر آؤ! ادھر! جلد آؤ! جلد اترو! داہنی طرف! داہنی طرف! وہ یہ ہے! ہم نے ابھی اس کو دیکھا ہے! وہ گھر سے نکل رہا ہے! شمعون کے باغ کی طرف چلو! اپاہجوں کو اس طرف لے چلو! اندھوں کو وہاں لے جاؤ! جلدی کرو! جلدی کرو! اس

طرف سے! لوگ شور کر رہے ہیں کہ وہ کچھ بولنے جا رہا ہے۔" وغیرہ وغیرہ

ابیوس

"یہ کیا ہے؟ کیا ہونے والا ہے؟"

ویروس

"ہر طرف لوگ دوڑ رہے ہیں۔"

کیلیوس

"تمام راستے آدمیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ لوگ پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر دوڑ رہے ہیں!"

ابیوس

"معلوم ہوتا ہے لوگ پتھروں سے نکل رہے ہیں۔"

کیلیوس

"لیکن یہ ہو کیا رہا ہے؟...... یہ لوگ ان زیتون کے درختوں کے پیچھے غائب ہو جاتے ہیں۔"

ویروس

"یہ دیکھو دو مریض اپنی چارپائیوں پر آ رہے ہیں۔"

کیلیوس

"ایک اندھا آدمی زمین بوس ہو رہا ہے۔"

ابیوس

"ان لوگوں کو ہوا کیا ہے؟ پاگل تو نہیں ہو گئے ہیں۔"

ویروس

"یہ عجیب المخلوق لوگ جو چٹانوں کے درمیان اچھل کود رہے ہیں کون ہیں؟"

سیلانوس

"ان لوگوں پر بھوت سوار ہیں اور وہ قبروں سے نکلے ہیں"۔

ابیوس

"لیکن آخر یہ ہو کیا رہا ہے؟"

سیلانوس

"ان لوگوں نے ناصری کو دیکھ لیا ہے"۔

مریم مجدلانی

ناصری؟........ وہ کہاں ہے؟.....

سیلانوس

غالباً ابھی شمعون کے مکان سے نکلا ہے......

"لوگ اس کے تمام حرکات وسکنات کو دیکھتے رہتے ہیں۔ جوں ہی لوگ اس کو دیکھ پاتے ہیں مریضوں کو اس کے پاس لے آتے ہیں اور ارادت مند دوڑ کر پہنچ جاتے ہیں۔ وہ انھیں باغوں میں کہیں چل پھر رہا ہوگا"...... (کان لگاکر سنتے ہوئے)

"ہاں! ہاں! تم بھیڑ کو شہد کی مکھیوں کی طرح بھنبھناتے سُن رہے ہو؟ بالکل میرے سرخس کی جھاڑیوں سے قریب ہے"۔

ابیوس

"آؤ چل کر دیکھیں"۔

سیلانوس

میں اس کی صلاح نہیں دوں گا۔ اول تو یہ لوگ زیادہ تر غریب اور فلاکت زدہ ہیں اور اس قدر گندے اور خراب ہیں کہ ان کے قریب نہیں جانا چاہیے۔ دوسرے تم یہودیوں کے مذہبی جنون کو جانتے ہو۔ غلو اور وجد کی حالت میں مسکین سے

مسکین خطرناک ہوجاتا ہے۔ رومی عبا اور اسلحہ کی صورت حیرت انگیز طور پر ان کو غضبناک کر دیتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم جہاں ہیں وہیں سے جو کچھ ہو رہا ہے اس کو اچھی طرح سُن سکتے ہیں۔ سنو! شور قریب آتا جاتا ہے اور بڑھ رہا ہے۔"

باغ کے اس سرے پر جھاڑی کے پیچھے شور بلند ہو رہا ہے جو ہر لحظہ قریب آتا جاتا ہے۔

"اوصنا! اوصنا!...... ابن آدم! خداوندا! خداوندا! رحم کر! خداوند ابن داؤد اس روگی کو چنگا کرنے ۔ آقا! آقا! خداوندا! عیسیٰ ناصری مجھ پر رحم کر! خاموش! خاموش! وہ کچھ کہنے جا رہا ہے۔"

اس پر ساری چیخ پکار یکایک فرد ہوجاتی ہے۔ سارے جوار میں ایک عجیب وغریب سکوت اپنی فوق الفطرت تاثیر کے ساتھ مسلّط ہوجاتی ہے جس میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چڑیاں، درختوں کے پتّے، اور ہوا تک شریک ہیں۔ اور اس سکوت میں جو کہ بالاخانہ کے لوگوں کو بھی متاثر کیے ہوئے ہے ایک پراسرار آواز بلند ہوتی ہے جو زمان و مکان پر قادر معلوم ہوتی ہے جو مدھم ہے مگر ہر چیز پر حاوی ہے جو، جوش، تجلی اور محبت میں سرشار ہے جو دور ہے مگر قریب بھی ہے۔ جو ہر شخص کی روح میں موجود ہے۔"

آواز

مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں۔ کیوں کہ آسمان کی بادشاہت انھیں کی ہے!..... مبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں کیوں کہ وہ تسکین پائیں گے........ .... مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیوں کہ وہ زمین کے وارث ہوں گے!..

......"

ابیوس

"وہ یہ کیا بک رہا ہے؟"

سیلانوس

"سنو! بڑی انوکھی بات ہے۔........"

آواز

مبارک ہیں، وہ جو راستبازی کے بھوکے پیاسے ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا۔"

مریم مجدلانی

"میں دیکھنا چاہتی ہوں"۔

وہ اٹھتی ہے اور اس صورت ربانی سے مسحور ہوکر بالاخانہ کے زینے طے کر کے باغ کے اس کنارہ تک پہونچنے کی غرض سے جانے کا ارادہ ظاہر کرتی ہے۔

سیلانوس

(دبی ہوئی ہوئی آواز میں اس کو روکتے ہوئے) "وہاں مت جاؤ"

آواز

"مبارک ہیں وہ جو دل کے پاک ہیں کیوں کہ وہ خدا کو دیکھیں گے"

مریم مجدلانی

"میں جاؤں گی!......"

ویروس

"میں تمہارے ساتھ چلوں گا"

مریم مجدلانی

(غضبناک اور حاکمانہ لہجے میں) "نہیں! کوئی نہیں! مجھے اکیلا چھوڑ دو!....."

(وہ نیچے اتر کر جھاڑی کی طرف مبہوت چلی جا رہی ہے)

آواز

"مبارک ہیں وہ جو صلح کار ہیں کیوں کہ وہ خدا کی اولاد کہلائیں گے۔ مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب ستائے جاتے ہیں۔ کیوں کہ آسمان کی بادشاہت انھیں کی ہے۔"

ویروس

"وہ کہاں چلی جا رہی ہے؟"

ابیوس

"وہ یہ کیا کر رہی ہے؟ .... وہ پاگل ہو گئی ہے۔ وہ تو جھاڑی کو پیار کرنے کی کوشش کر رہی ہے........"

آواز

مبارک ہو تم جبکہ لوگ تم پر لعن طعن کریں اور تم کو ستائیں، شادمانی کرو اور خوشیاں مناؤ کیونکہ آسمان پر تمہارا اجر بڑا ہے۔"

ویروس

"اس نے باغ کا پھاٹک کھول دیا۔ اب وہ اس پڑوسی کے کنج میں ہے۔"

سیلانوس

"عورتوں پر بعض ایسے خیالات مسلط ہو جاتے ہیں کہ ارباب عقل و دانش ان کو نہیں سمجھ سکتے........"

ویروس

"اس قسم کی کوئی حرکت نہ کرو۔ وہ اس منادی کے سننے میں مصروف ہیں اور اس

کو کوئی نہیں دیکھے گا۔
برخلاف اس کے تمہارے اسلحہ کی صورت اور ان کی جھنکار۔ مگر سنو! سنو!!
وہ کیا کہہ رہا ہے کیسی عجیب و غریب بات ہے۔

آواز

لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ جو لوگ تم پر لعنت کریں ان کے لیے برکت مانگو۔ جو تم سے کینہ رکھیں ان کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور جو تم کو دکھ پہونچائیں اور ستائیں ان کے لیے دعائے خیر کرو۔"

اتنے میں ان لوگوں میں جو جھاڑی کے پیچھے نظروں سے اوجھل ہیں ایک غل شروع ہوتا ہے اور آناً فاناً بڑھ جاتا ہے۔ بعض الفاظ صاف سنائی دیتے ہیں۔

"وہی رومی عورت ہے! وہی رومی عورت! زانیہ! چھی! چھی! مجدلانی! .... بیسوا! ...... نکال باہر کرو! نکال باہر کرو!"

فوراً یہ شور ایک سخت اور خوفناک ملامت کے غل میں دب جاتا ہے اور جس کے صرف چند الفاظ مشکل سے سنائی دیتے ہیں! "چھی! چھی! سنگسار کرو سنگسار! مار ڈالو! مار ڈالو! سنگسار کر دو" وغیرہ۔ اسی کے ساتھ ہر طرف دوڑ دھوپ کا شور سنائی دیتا ہے دوڑتے ہوئے قدموں چھڑیوں، ڈھلیوں اور ٹوٹی ہوئی ٹہنیوں کی آوازیں آتے لگتی ہیں۔

سیلانوس

"ان لوگوں نے اس کو دیکھ لیا......"

دیروس

"لیکن ہو کیا رہا ہے۔ کیا یہ لوگ اسی پر حملہ کر رہے ہیں؟"

سیلانوس

"میں جس سے ڈر رہا تھا وہی ہوا۔ ہم کو ہوشیار رہنا چاہیئے۔"

ویروس

(جھپٹ کر باغ کے کنارہ تک جاتا ہے) "ادھر آؤ میرے ساتھ ساتھ! ایوس، کیلیوس! اپنی تلواریں ...."

عین اس وقت جبکہ وہ دوڑ کر باغ کے اس کنارہ پر پہنچتا ہے سارا مجمع چلاتا اور غل مچاتا ہوا اور مریم مجدلانی کا تعاقب کرتا ہوا خس کی جھاڑی کو جگہ جگہ سے توڑ کر اندر گھس آتا ہے۔ مریم مجدلانی ایک دفعہ جاں توڑ بالا خانہ تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے۔ ویروس اور اس کے دو رفیق لپک کر اس کی مدد کو پہنچ جاتے ہیں اور حملہ آور مجمع سے اس کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پتھروں کی بوچھار ہونے لگتی ہے۔ ویروس سب کے مقابلے میں کھڑا ہو کر اپنی ننگی تلوار گھومانے لگتا ہے۔ جدال وقتال شروع ہونے والا ہی ہے، ٹہنیاں ٹوٹ رہی ہیں، ایک مورت ٹوٹ کر گر گئی ہے۔ اتنے میں قریب کے زیتون کے درختوں میں سے اسی صوت سرمدی کی بلند منادی سنائی دیتی ہے۔ سب ٹھہر جاتے ہیں جیسے وہ مدہوش کر دیئے گئے ہوں، ہر شخص ایک حکم کا اعادہ کر رہا ہے۔ خاموش! خاموش! سنو! سنو! ...... وہ کچھ کہہ رہا ہے! وہ کچھ بولنے جا رہا ہے! خداوند نے کچھ اشارہ کیا ہے! سنو! سنو! ...." جب اس طرح یکایک ہر طرف ایک کامل سکوت چھا گیا تو وہی سرمدی آواز بلند ہوتی ہے جو نہایت پرسکون، متبرک، بلیغ اور ناقابل تردید ہے۔

"تم میں سے جو بے گناہ ہو وہ اس عورت پر پہلا پتھر پھینکے۔"
پتھروں کے زمین پر گرنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ سارا مجمع ششدر رہ جاتا ہے اور ایک ایک کرکے سب نادم اور خاموش جھاڑی سے باہر نکل آتے ہیں۔ ویروس مریم مجدلانی کو سنبھالنے کے لیے آگے بڑھتا ہے جو اب ٹھہر گئی ہے اور روش کے بیچ میں تنی ہوئی بے حس و حرکت کھڑی ہے۔ وہ ایک درشتی اور خشمناکی کے ساتھ ویروس کے دست اعانت کو قبول کرنے سے انکار کردیتی ہے اور اجنبیوں میں گھری ہوئی اکیلی اپنے سامنے حیرت سے گھور رہی ہے۔ لوگ اس کو تک رہے ہیں اور ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ آہستہ آہستہ بالاخانہ کے زینوں پر چڑھنے لگتی ہے۔

(پردہ)

دوسری تمثیل

بیت عینا میں مریم مجدلانی کا محل۔ ایک کمرہ۔ اس کی پشت پر دوسرا کمرہ اور
اور ایک وسیع دیوان خانہ جس میں سنگِ مرمر کے ستون ہیں۔

پہلا منظر

مریم مجدلانی، لیہ کیوس ویروس

لیہ کیوس۔ ویروس داخل ہوتا ہے۔ مریم مجدلانی دوڑ کر اپنے کو اس کی
آغوش میں ڈال دیتی ہے۔

مریم مجدلانی

"آخر کار تم آگئے میرے ویروس میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ تین
دن تک تمہارا نام لے لے کر پکارتی رہی ہوں۔ لوگ میرے حسن و جمال کی تعریف
کرتے ہیں جبکہ خود میرے لیے اس کی فتح بھی تاسف اور تنفر کا سبب ہوتی ہے اور میں
اپنے دل سے یہ سوال کرتی ہوں کہ جہاں تک اس مسرت کا تعلق ہے جس کی ہر عورت
اپنی زندگی میں توقع کر سکتی ہے۔ کیا یہ حسن درحقیقت مجبور اور بے بس ہے۔

ویروس

"مجدلانی! میں دعویٰ اور اعتماد کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس مسرت وشادمانی
کی تم مستحق ہو میں تم کو دے سکوں گا یا نہیں لیکن اس کو مان لو کہ تمہارے حُسن نے
اس سے زیادہ زبردست اور مکمل فتح کبھی نہیں حاصل کی ہے"!

مریم مجدلانی

"اب مجھے اس کے فتوحات کی کیا پروا؟ مفتوح تو دراصل میں ہوں، پہلے ہی سے مفتوح اور بالکل شکستہ و پامال اور مجھ میں کبھی اس قدر تاب نہیں ہوئی کہ اس شکست کا اپنے دل میں اعتراف کرتی اور میں اس مجبوری و بیچارگی پر اپنی اس بیگانہ وشی اور بے اعتنائی کا پردہ بھی نہ ڈال سکی جس کو میں نے اس بے جمیتی کے ساتھ حاصل کیا ہے اور نہ اس کو اس غرور میں چھپا سکی جو میری بے حیائی کا ایک شرمناک تاج ہے۔ لیکن اتنی دیر تک مجھے انتظار اور تذبذب میں کیوں رکھو؟ ...... میں سمجھنے لگی تھی کہ ہر چیز میرا ساتھ چھوڑ رہی ہے۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں نے سب کچھ کھو دیا ہے محض ان خطرناک الفاظ کی بدولت جو میری زبان سے ہمارے مہربان میزبان سیلانوس کے مکان پر نکل گئے تھے، وہ الفاظ جن کے اندر کوئی اصلیت نہیں تھی جو بہ نسبت اور جھوٹ باتوں کے زیادہ جھوٹے تھے، اس لیے کہ میں پاگل تھی، اس لیے کہ میں کچھ جانتی نہ تھی، اس لیے کہ میں نے ایک ناممکن مسرت کی تمنا نہیں کی۔"

ویروس

"مجدلانی! تم کو خوب معلوم ہے کہ میں نے تم کو کبھی وہ عورت نہیں سمجھا جو تم اپنے کو ثابت کرتی رہی ہو...... اور نہ اب مجھے اس مسرت پر اعتماد ہے جو ہم سے اس قدر نزدیک معلوم ہوتی ہے۔ میں متحیر ہوں۔ مجھے شبہ ہے۔ میں اندھیرے میں ٹٹول رہا ہوں۔ میں اب اس آواز کو پہچانتا بھی نہیں، جس نے مجھے اتنی بار اور اس درشتی کے ساتھ "دور باش" کہا ہے۔"

مریم مجدلانی

(ویروس کی آغوش میں) اب یہ وہی آواز نہیں ہے اور نہ اب یہ وہی ہنسی ہے"

ویروس

تاہم یہ تم ہی ہو جس کو میں اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہوں۔ یہ تم ہی ہو اور یہ تمہارا ہی ایک ایک عضو ہے جس کی میں اتنی مدت سے خوشامدیں کرتا رہا ہوں میں اب بھی اپنے دل سے سوال کر رہا ہوں کہ یہ سب حقیقت ہے یا محض خواب؟ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم اس آنے والی مسرت کے ساتھ صرف کھیل تو نہیں رہی ہو جس کا تم کو پورا الیقین ہے اور جو پھر بعد کو تمہارے جی سے اتنی جلد دور ہو جائیگی۔ اس لیے کہ حسن جب اپنی قوت کا امتحان کرتا ہے تو نہ جانے کتنی چیزوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ مگر نہیں! جب میں سوال کرتا ہوں، جب میں تمہاری آنکھوں کو خود اپنی آنکھوں میں ڈوبتا ہوا دیکھتا ہوں تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ سب حقیقت ہے اور ہمیشہ سے حقیقت ہے۔

مریم مجدلانی

ہاں! ہاں! حقیقت ہے اور ہمیشہ سے حقیقت رہی ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا، میں عبث اپنے دل کا جائزہ لیتی رہی۔ اور اس دَوران دوہ وجرماں سے پہلے خود مجھے اپنے احساسات کا صحیح علم نہ تھا میں اس حقیقت سے انکار کر رہی تھی کہ تم میری طرف آرہے ہو۔ اور سب کچھ تمہارے آنے پر منحصر ہے۔ اور مجھے اس سے پہلے یہ سب کچھ معلوم ہونا چاہیے تھا۔ آہ! ویروس! تم کو کچھ یاد ہے کہ انطاکیہ میں میں کس طرح تم سے کتراتی اور پہلو بچاتی رہی؟ .... میں سب سے جی کھول کر ملتی تھی، سب کا خیر مقدم کرتی تھی۔ سوا تمہارے جو سب سے زیادہ سچّا سب سے زیادہ پاک باطن اور سب سے زیادہ حسین تھا۔ اور جس سے میں بیگانگی برت رہی تھی جس کو میں ہیچ سمجھ رہی تھی جس کو میں مٹا رہی تھی جوں ہی تم سامنے آتے تھے میں کترا کے ایک بزدل اور اندیشہ ناک جانور کی طرح اپنی ماند میں پناہ لینی

تھی لیکن اس دن سیلانوس کے مکان پر مجھے احساس ہوا کہ وہ تمام گناہ تمام ظلم اور تمام اندوہناکی جو میرے دل پر مسلط ہے۔ میرے منہ تک آرہی ہے اور اظہار کے لیے بیتاب ہے آج میری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ میں اب اگلی سی نہیں ہوں میں اب اپنے کو پہچانتی بھی نہیں۔ اس لیے کہ میں اب میں ہوں۔ جتنی زحمتیں اور رکاوٹیں تھیں وہ میری روح کے اندر فنا ہو کر رہ گئی ہیں۔ مجھے اب اپنے کو سمجھنے میں دقت ہوتی ہے۔ مجھے کبھی گمان بھی نہیں تھا کہ مسرت ایسی انوکھی چیز ہے۔ اس سے پہلے میں بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی نہیں روئی اور آج جبکہ عیش و انبساط کی گھڑی میرا انتظار کر رہی ہے میں سسک رہی ہوں۔ میں بے انتہا مسرور رہوں۔ میرا دل ہلکا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس پر بھی میں شکستہ اور رنجور ہو رہی ہوں گویا وہ تمام آفتیں جو آسمان پر منڈلاتی رہتی ہیں مجھ پر ٹوٹ پڑی ہیں، (ویروس کو اپنے آغوش میں کھینچ لیتی ہے) ویروس! ویروس! میری مدد کرو، میری مدد کرو مجھے سنبھال لو۔ تم کو کوئی مصیبت دھمکا نہیں سکتی تم کو کوئی ڈر نہیں ہے۔"

ویروس

"لیکن اس عرصے میں ہوا کیا ہے؟ کیا میری غیبت میں کسی کی اتنی جراءت ہوئی ہے کہ ......؟"

مریم مجدلانی

"نہیں! نہیں!! کسی نے کوئی جرائت نہیں کی یہ سب کچھ نہیں ہے مجھے خود اس خطرہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں جس سے میں گھری ہوئی ہوں۔ لیکن سوا تمہاری آغوش کے مجھے کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی۔ تم کو کھو کر اب میں خود اپنے کو کھو دونگی مجھے اب اپنے ساتھ لے چلو جس کی دھڑکن میں اس وقت سن رہی ہوں۔ مجھے

اس مقام سے اور ان افکار و آلام سے کہیں دور لے چلو۔ صرف تم مجھ کو بچا سکتے ہو۔ اور جو زندگی تم مجھ کو بخشو گے اس کے علاوہ میں کوئی اور زندگی نہیں رکھتی۔ لیکن تم نے اب تک مجھ کو یوں آنسو بہانے کے لیے چھوڑ کیوں دیا تھا؟ تم ان تین دنوں سے پہلے کیوں نہیں آئے؟ تم نے بلا کسی غمخواری اور بلا کسی امید افزائی کے اتنے دنوں تک مجھے چھوڑ کیوں رکھا۔

ویروس

"مجدلائی! تم بھول رہی ہو یا پھر تمہارے نوکروں نے تم کو واقعہ سے خبردار نہیں کیا۔ جس دن ہم لوگ سیلانوس کے مکان پر ملے تھے اس کے دوسرے ہی دن میں بیت علینا آیا تھا۔ تم کو یہ خبر دینے کہ ناظم کے حکم سے مجھ کو اچانک ایک دستہ فوج لے کر ایک تازہ بلوہ فرو کرنے جانا پڑ گیا۔ یہ بلوہ یریکو کے قریب ہوا تھا۔ جو غلام تمہارے دروازے پر دربانی کرتے ہیں انھوں نے مجھے تمہارے پاس جانے کی اجازت نہیں دی اور کچھ اس روکھائی کے ساتھ مجھ کو جواب دیا کہ میں زیادہ اصرار بھی نہ کر سکا۔ میں سمجھ گیا کہ ان کو ایسا ہی سخت اور قطعی حکم ملا ہوگا جس کی وہ تعمیل کر رہے ہیں۔ اس لیے میں نے ان کی مخالفت کی کوشش نہیں کی۔"

مریم مجدلائی

ٹھیک ہے۔ میں بھول گئی تھی۔ میں بالکل پاگل اور خستہ و درماندہ ہو رہی تھی اور اس قابل نہیں تھی کہ کسی سے مل سکوں یا کچھ کہہ سن سکوں۔ میں اس وقت تک بستر سے اٹھی بھی نہیں تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی تک اسی شمعون کے باغ میں ہوں اور اسی خوفناک نرغہ میں پڑی اپنے کو بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہوں۔ اس دن میں نے اس کو کتنا پکارا جس نے میری جان بچائی تھی مگر سب بے سود۔ اس نے بھی مجھ کو چھوڑ دیا میں نے اس کی تلاش میں

آدمی دوڑائے مگر کچھ حاصل نہیں ہوا۔ مجھ کو کوئی یہ پتہ نہ دے سکا۔ وہ کہاں جاکر چھپ رہا، کیا تم نے بھی اس کے بعد اس کو کہیں نہیں دیکھا؟ کیا تم بھی نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے؟"

ویروس

"کون؟"

مریم مجدلانی

"وہی ناصری!......"

ویروس

"اس بدبخت کا ذکر جانے دو۔ اس کی زندگی کی گھڑیاں گنی ہوئی ہیں۔"

مریم مجدلانی

"اس کی زندگی کی گھڑیاں گنی ہوئی ہیں؟...... اس کا کیا مطلب ہے؟"

ویروس

کچھ نہیں! اس وقت ہم کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اور ابھی ہم کو کسی ایسی بات کا ہوش نہیں ہوگا جس کا تعلق ہماری محبت سے نہیں ہے۔ کیسی حیرت کی بات ہے کہ دو چاہنے والوں کے خیالات و جذبات آپس میں ملتے جلتے رہتے ہیں۔ باوجود اس فاصلہ اور ان تمام خشونت آمیز اور فساد انگیز باتوں کے جو کہ درمیان میں حائل ہوئی ہیں، کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ اس دن جب میں سیلانوس کی دعوت میں تم سے رخصت ہوا تو باوجود اس کے کہ تمہاری زبان سے نہایت مایوس کن اور حوصلہ شکن الفاظ سن چکا تھا میں اپنی آئندہ مسرت کو اپنی تمام قوت اور رعنائی کے ساتھ پھولتے اور شگفتہ ہوتے محسوس کر رہا تھا۔ تم کہتی ہو کہ مجھ کو پکارتی رہو۔ میں بھی اس عرصہ میں اپنے دل کی تمام عمیق اور پُر اسرار آوازوں سے

تم کو پکارتا رہا ہوں۔ میں تم سے دور پڑ گیا تھا۔ صرف ایک ایسے فرض کو انجام دینے کے لیے جو کسی طرح ایک سپاہی کے شایاں شان نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ بیکیوں کی مہم جس پر میں امید کرتا ہوں کہ اب پھر کبھی نہ بھیجا جاؤں گا بڑی مضحکہ انگیز اور رائیگاں ثابت ہوئی۔ میں غصہ میں خون کے گھونٹ پی کر ان گھڑیوں کو گن رہا تھا جو ہماری نئی زندگی میں کم کر دی گئی تھیں۔ وہ نئی زندگی جو ابھی سے ایک ایسی روح میں شروع ہو گئی جس نے کبھی خوف وہراس کے اسباب سے کوئی اثر نہیں قبول کیا۔

مریم مجدلانی

یہ زندگی درحقیقت اس وقت تک شروع نہ ہوگی جب تک کہ ہم اس ملک کو چھوڑ نہ دیں جہاں میرا دم گھٹا جا رہا ہے جہاں ہر چیز تیرہ و تار ہو رہی ہے اور ہماری آنے والی خوشی کے راستہ میں حائل ہے جہاں اب میں جی نہیں سکتی۔ ویروس میں تم سے منت کرتی ہوں، اگر تم بھی مجھ کو اتنا ہی چاہتے ہو، جتنا کہ میں تم کو چاہتی ہوں تو پھر دیر نہ کرو۔ میرے ساتھ ہر چیز کو چھوڑ کر بھاگ چلو۔ اب زیادہ وقت ضائع کرنا نہیں چاہیے۔

ویروس

تم ٹھیک کہتی ہو۔ جس لمحۂ عیش و مسرت کا اتنی مدت سے اتنے ارمانوں کے ساتھ انتظار کیا جا رہا ہو اس کی ابتدا ان بھیانک چٹانوں میں نہیں ہونا چاہیے جہاں کی ہوا ہر وقت موت اور جنون کی مہک سے بسی رہتی ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پہلے پہل ہمارے جذبات میں اختلاط و اتحاد اسی جگہ پیدا ہوا۔ قبل اس کے کہ ہم ان کو الفاظ کا جامہ پہنائیں۔ تمہاری طرح میں نے بھی عزم کر لیا ہے کہ اس منحوس و ملعون ملک کو چھوڑ دوں گا جہاں فرماں برداری اور متابعت سے بیجا فائدہ اٹھایا جاتا ہے، میں ناظم کا تابع ہوں۔ میں کچھ یہودی کاہنوں کی گندی

اور زہریلی خدمتیں انجام دینے کے لیے مامور نہیں ہوں۔ اور نہ اس شور مچانیوالی دغاباز قوم کی غلامی کے لیے ہوں جس کو ہماری فوجوں نے فتح کر لیا ہے۔ میں اس مخلوط اور دوطرفہ زندگی سے عاجز ہو گیا ہوں۔ آج رات سے پہلے ہی میں ایک تازہ حکم سے بچ نکلنے کے لیے کوئی بہانہ ڈھونڈھ لوں گا جس کی آج ہی مجھ کو تعمیل کرنا تھی۔ یہ ایسا حکم ہے جس کی اصلیت سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ اگر میرا یہ بہانہ لوگوں کو معقول اور قابل سماعت نہیں معلوم ہوتا تو کائفاس اور ایناس جائیں اور قیصر سے میری شکایت کریں۔ ہماری اس محبت کے سامنے کسی چیز کی اہمیت باقی نہیں رہتی اور جو ذلیل کام انجام دینے کے لیے مجھکو مامور کیا گیا تھا وہ اس لیے اور بھی ذلیل اور ناپاک ہے کہ اس کو گویا تمہاری آنکھوں کے سامنے ہی انجام دینا تھا۔"

مریم مجدلانی

"میری آنکھوں کے سامنے؟ تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟"

ویروس

"تمہاری دلچسپی کی کوئی بات نہیں ہے۔ آؤ اس وقت ہم صرف اپنی خوش نصیبی کی بات کریں۔"

مریم مجدلانی

"میرا دل کہہ رہا ہے کہ اس پر کوئی نہ کوئی آفت آنے والی ہے......"

ویروس

"تمہاری مراد کس سے ہے؟"

مریم مجدلانی

"یہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے جو کچھ کیا ہے اس کے بعد تم اس کے بدترین

دشمنوں کے آلہ کار بنو۔ تم میری زندگی اور اس خوش نصیبی کے لیے اس کے مرہون ہو۔
لوگ اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں ؟ تم کو کیا احکام ملے ہیں ؟"

ویروس

"مجھے حکم ملا ہے کہ آج شام سے پہلے اس کو گرفتار کر لوں اور اس کے ساتھ
اس کے گروہ کے خاص نمائندوں کو بھی ایسے مریض اور خانہ بدوشوں کے خلاف
اس قسم کا فوجی حکم فن سپہگری کی توہین ہے۔ اس سے پہلے لشکر سے کبھی اس قسم
کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن یہ پورا ہونے نہیں پائے گا۔ اب اس ذکر کو
جانے دو۔"

مریم مجدلانی

لیکن اس کو گرفتار کیوں کرو ؟ اس نے کیا کیا ہے ؟ اس پر الزام کیا لگایا
جا رہا ہے ؟ وہ بے گناہ ہے۔ مجھے خوب معلوم ہے۔ اس کے علاوہ بس ایک بار
دیکھ لو تو سمجھ جاؤ .... وہ ایک ایسی برکت اپنے ساتھ لاتا ہے جس کا کوئی تجربہ
پہلے نہیں تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اس کے قریب آ جاتے ہیں وہ اس
خیر و برکت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں جس طرح بچے سو کر اٹھنے کے بعد تر و تازہ
اور شگفتہ و بشاش ہو جاتے ہیں میں خود جس نے زیتون کے درختوں میں اس کی
صرف ایک جھلک دیکھی ہے۔ محسوس کرتی ہوں کہ میری روح کی گہرائیوں میں
مسرت کی ایک لہر ایک موج نور کی طرح اٹھ رہی ہے اور میرے تمام خیالات و
جذبات پر چھا رہی ہے ...... اس نے صرف ایک لمحہ کے لیے میری آنکھوں
میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تھا اور یہ نگاہ میری تمام عمر کے لیے کافی ہو گی۔ مجھے یقین
ہے کہ اس نے مجھ کو پہچان لیا۔ باوجود اس کے کہ اس نے مجھے کبھی دیکھا نہیں تھا۔
اور مجھ کو یہ بھی یقین ہے کہ وہ مجھے پھر دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے انداز سے صاف

ظاہر تھا کہ اس نے بڑی سنجیدگی اور غور کے ساتھ بغیر کسی تذبذب کے مجھ کو ہمیشہ کے لیے انتخاب کر لیا ہے۔"

ویروس

اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا تم اسی کا ذکر کر رہی ہو؟ اس کے بعد کیا ہوا؟ ..... کیا تم اس سے پھر ملی ہو؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ عورتوں کو ورغلانے میں بڑا ملکہ رکھتا تھا اور اس معاملہ میں ہر بات کے لیے وہ تیار رہتا ہے۔ لیکن میں کبھی یہ مان نہیں سکتا تھا کہ اس حد تک بھی وہ جرأت کر سکتا ہے۔"

مریم مجدلانی

"اس نے کوئی جرات نہیں کی ہے۔ میں اس سے پھر نہیں ملی ہوں۔ میں اس کو پھر کبھی نہیں دیکھ سکوں گی۔ اس لیے کہ ہم لوگ اب ہر چیز کو چھوڑ کر جا رہے ہیں تاکہ اب ہم دونوں سب سے الگ زندگی بسر کر سکیں۔"

ویروس

(اپنی آغوش کو اور تنگ کرتے ہوئے) مجدلانی! کسی عیش و مسرت کی سرزمین میں ہم دونوں ایک جان اور دو قالب بن کر رہیں گے جہاں کی ہر چیز مسرت میں اضافہ کرے گی جو چاہنے والوں پر مسکراتی رہے گی اور حسن کو برکت دے گی۔"

مریم مجدلانی

(ویروس کی آغوش میں پھوٹ پھوٹ کر سسکیاں لیتے ہوئے) "میں تم کو چاہتی ہوں۔ میں جانتی ہوں۔"

ویروس

"آؤ! میں ان آنسوؤں کو جانتا ہوں جو ایک مسرت کی وجہ سے دو دلوں میں ایک ہی وقت میں امڈ رہے ہیں لیکن یہاں اس دیوان خانہ میں ستونوں کے

درمیان حسین روم کے سب سے زیادہ انمول جواہرات آرہے ہیں جن کو ہم بہت جلد اپنی محبت کی خبر سے حیرت میں ڈال دیں گے میرا خیال غلط نہیں ہے۔ ہمارا نیک بخت سیلانوس وفادار اور جاں نثار ابیوس کے ساتھ آرہا ہے۔ غیر وفانی دیوتاؤں کی رہنمائی میں وہ سنگ مرمر کے زینوں سے اتر رہے ہیں تاکہ وہ اپنی موجودگی سے اس خوشی کی پہلی مسکراہٹ کو جوان کی آنکھوں کے سامنے ظہور میں آئی ہے۔ مقدس اور برگزیدہ کر دیں ......"

دوسرا منظر

وہی لوگ۔ سیلانوس، ابیوس

سیلانوس

"یہ کہا گیا تھا۔ اور لکھا ہوا تھا کہ آج کے مبارک دن مجھے عجیب وغریب چیزیں دیکھنا نصیب ہوں گی۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ دو ایسے چاہنے والے ہنسی خوشی ایک دوسرے سے مل جائیں گے جو محبت کی رسم قدیم کے مطابق ایک دوسرے سے بھاگتے رہے ہیں ......"

ابیوس

منر آدوس، حرمانوس اور زینو کی قسم ان دو چاہنے والوں کی خوش نصیبی سے جس کا ہم عرصے سے انتظار کر رہے تھے اور جس نے اب ان کے تمام جھگڑوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ہمارے پیش نظر اس وقت زیادہ اہم امور ہیں ان لوگوں کو تمام واقعات سے خبردار کر دیجیے۔ موت کا اب کوئی وجود نہیں رہا۔ قبریں کھل جائیں گی اور روحیں سامنے آجائیں گی، دیوتاؤں کے چھکے چھوٹ گئے ہیں۔ زندگی کے تمام قوانین الٹ پلٹ کر دھر دیئے گئے ہیں، ابھی ہم نے ایک عجیب وغریب معجزہ دیکھا ہے۔

جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا جس کی مثال نہیں ہے، کبھی سننے میں نہیں آیا ہے جو اس وقت سے جبکہ دنیا میں روشنی پہلے پہل دکھائی دی آج تک کسی کے دیکھنے میں نہیں آیا اور نہ اس وقت تک دیکھنے میں آئے گا جب تک کہ سارے دیوتا مر نہ جائیں۔"

سیلانوس

"اہیوس! یہ واقعہ جتنا ہی زیادہ تم کو غیر معمولی اور نادر الوجود معلوم ہو اتنا ہی زیادہ تم کو مطمئن رہنا چاہیئے اس خیال سے کہ جو بات پھر کسی کے دیکھنے سننے میں نہیں آئیگی اس سے نہ کائنات کے اصول کی بنیاد ہل سکتی ہے اور نہ دیوتاؤں کی استقامت متزلزل ہو سکتی ہے۔"

ویروس

"مگر آخر ہوا کیا؟ اہیوس آج غیر معمولی ہیجان کا شکار ہو رہا ہے اور میرے لایق استاد! آپ بھی باوجود اپنے مطمئن اور پر سکون دماغ کے ......"

اہیوس

"میں بتاتا ہوں کہ کیا ہوا۔ اُس نے ایک مُردے کو پھر سے زندہ کر دیا۔"

مریم مجدلانی

"کس نے؟"

سیلانوس

"اسی ناصری نے جس کے واپس آنے کی خبر میں تم کو دینے آیا ہوں جیسا کہ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔"

مریم مجدلانی

"وہ واپس آگیا؟ کب؟ کہاں ہے؟... تم نے اس کو دیکھا ہے؟ ....."

سیلانوس

"میں ترتیب کے ساتھ تمہارے سوالوں کا جواب دیتا ہوں۔ وہ آج صبح پھر دکھائی دیا ہے۔ میں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس وقت وہ میرے پڑوسی شمعون جذامی کے ساتھ ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ جو ہلچل اس وقت دو تین گھنٹہ سے تمام ملک میں مچی ہوئی ہے ابھی یہاں تک نہیں پہونچی ہے۔ یہ سچ ہے کہ تمہارا مکان ایک اونچی پہاڑی کی آڑ میں ہے اور اس کے اور اس جگہ کے درمیان جہاں وہ قبر ہے، زیتون کے جنگل حائل ہیں۔"

مریم مجدلانی

میں نے کچھ نہیں سنا ہے اور نہ مجھے کچھ معلوم ہے۔ باوجود اس کے کہ میں نے تاکید کر رکھی تھی، مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا ہے۔ مگر آخر ہوا کیا؟........ ابیوس تو بھوت کی طرح پیلا پڑ گیا ہے۔ معاملہ کیا ہے؟ اس نے کیا کہا؟ اس نے کیا کیا؟"

ابیوس

اس نے وہ کام کیا ہے جو اس سے پہلے کسی انسان یا کسی دیوتا نے نہیں کیا اگر دس ہزار آدمی بھی دیوتاؤں کی قسم کھا کر اس واقعہ کو مجھ سے بیان کرتے تو میں یقین نہیں کرتا۔ جب میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو اب میں اس کو اسی طرح ماننے پر مجبور ہوں جس طرح کہ اپنے وجود کو ۔۔۔ میں نے اس کو اسی طرح دیکھا ہے جس طرح کہ تم کو دیکھ رہا ہوں۔ اور گویا اسی طرح چھوا ہے جس طرح کہ اس گلدان کو چھو رہا ہوں۔ اس نے بس اتنا کہا اٹھو! نکل آؤ اور چلو" اور مردہ نکل آیا اور ہمارے درمیان چلنے پھرنے لگا۔"

ویروس

"شاید وہ محض دیکھنے میں مُردہ تھا۔ جس کے اندر زندگی اور صحت کے کوئی امید افزا آثار نظر نہیں آتے تھے۔"

سیلانوس

"نہیں! مجھے پورا یقین ہے کہ وہ واقعی مُردہ تھا۔"

ابیوس

"وہ واقعی مُردہ تھا۔ ایک ہیبت ناک مردہ...... اگر ایسا نہیں تھا تو اب میرے حواس کبھی مجھکو یہ یقین نہیں دلا سکتے کہ سورج آسمان میں چمکتا ہے یا انسان کے جسم کے لیے انحطاط و فساد لازم ہے۔ وہ چار دن تک قبر میں پڑا رہ چکا تھا......"

مریم مجدلانی

"لیکن کس نے؟ کیسے؟ کہاں...... اور ناصری نے؟ میں سب کچھ جاننا چاہتی ہوں، اس کی جگہ سیلانوس! تم بیان کرو۔ وہ ابھی اپنے حواس پر قابو نہیں پا سکا..."

سیلانوس

مختصر روداد یہ ہے۔ لیکن پہلے میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھ کو اتنی حیرت نہیں ہے جتنی ابیوس کو ہے کسی کا دوبارہ زندہ ہو جانا اسی قدر حیرت کی بات ہے، جس قدر کہ ایک بچہ کا دنیا میں آنا، یا ایک بڈھے کا اس دنیا کو چھوڑ دینا (مجدلانی بے صبری کا اظہار کرتی ہے) میں تمہاری بے صبری کو سمجھتا ہوں۔ اس دن میں نے تم سے اپنے پڑوسی شمعون کا ذکر کیا تھا۔ وہ اس چھوٹے سے مکان میں رہتا ہے جو میری زمین سے ملا ہوا ہے، اس کے ساتھ اس کی بیوی، اس کی سالی اور اس کا سالا لعزر رہتا ہے اس لعزر کو میں نے صرف دو تین بار دیکھا ہے اس لیے کہ وہ اکثر گھر سے باہر رہتا تھا۔ چند ہفتوں سے وہ بیمار تھا اور چار دن ہوئے کہ وہ مر گیا۔

ابیوس

"چار دن! سنا؟ یہ ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی انکار کرنے کی جراءت نہیں کر سکتا۔"

سیلانوس
اور ابیوس! نہ کوئی انکار کرنے کی نیت رکھتا ہے یہ ایک چھوٹا سا گھرانہ
تھا جس میں سب لوگ بڑے اتفاق یک جہتی اور خلوص کے ساتھ رہتے سہتے تھے،
لعزر کی موت کا سب کو بڑا غم ہوا۔ میں اپنے کوٹھے سے عورتوں کے بین کی آواز سن
سکتا تھا۔ یہودیوں کی رسم کی مطابق لعزر مرنے کے بعد پہلی رات کو دفن کیا گیا۔
اس کو لوگوں نے اس نئی قبر میں رکھا جو سامنے والی پہاڑی کے اس طرف چٹانوں
میں کھودی گئی تھی اور انھوں نے قبر کے منھ کو ایک بھاری پتھر سے ڈھک دیا تھا
آج صبح یہ افواہ پھیل گئی کہ ناصری پھر آیا ہے۔ اور وہ مرنے والے کو پھر زندہ کرنے
جا رہا ہے جو کہ اس کا بڑا دوست تھا۔ ابیوس جو میرے مکان پر موجود تھا مجھ سے اصرار
کرنے لگا کہ اٹھ کر چلیں اور دیکھیں اور ہم دونوں مجمع کے ساتھ قبروں کی وادی
میں گئے۔

مریم مجدلانی
میں جانتی تھی کہ وہ آج واپس آئے گا۔ لیکن تم نے مجھ کو فوراً کیوں نہیں
خبر کی جیسا کہ تم نے وعدہ کیا تھا۔"

سیلانوس
مجھے خیال ہوا کہ یہ منظر ایسا نہیں تھا جس کو ایک عورت اپنے انتہائے حسن و
جمال میں دیکھنا گوارا کرے۔ اس کے علاوہ اندیشہ تھا کہ اس جوشیلے مجمع میں تمہارے
آنے سے کہیں پھر وہی شورش نہ پھیل جائے، کیوں کہ ایک کثیر مجمع تھا جو چپ
چاپ مگر شہد کی مکھیوں کے ایک دل کی طرح بھنبھناتا ہوا ناصری کے پیچھے پیچھے چل
رہا تھا اور اس کے آگے آگے لعزر کی دونوں بہنیں تھیں۔ میں اور ابیوس دونوں
ایک پتھر کی چٹان پر چڑھ گئے جو جھاڑیوں کے پیچھے چھپی ہوئی تھی اور جہاں سے

ہم بغیر یہودیوں کو چوکنا کیے ہوئے سب کچھ دیکھ اور سُن سکتے تھے انھوں نے
ناصری کو قبر دکھادی وہ وہاں رکا اور سر جھکا کر بیٹھ گیا ۔"

ابیوس

"وہ رو رہا تھا، لوگ بھیڑ میں آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے" دیکھو! وہ اس کو
کس قدر چاہتا تھا" لیکن کوئی جانے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ وہ اس سے دور دور
اس کے گرد حلقہ باندھے کھڑے تھے، جیسے کسی ڈراؤنی چیز کے گرد......"

سیلانوس

ناصری نے پھر کہا" تم لوگ اس پتھر کو ہٹادو" اور دو آدمی قبر کی طرف بڑھے۔

ابیوس

آپ اس کو بھول گئے کہ اس وقت مرنے والے کی ایک بہن نے دہشت زدہ
ہو کر زار و قطار روتی ہوئی ناصری کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگی: "خداوندا! وہ سڑ گیا
ہے اور اس میں عفونت پیدا ہو چکی ہے۔ اس لیے کہ اس کو مرے ہوئے چار دن
ہو گئے ۔" ناصری نے جواب دیا۔ میں اس کا ایک لفظ بھی نہیں بھولا ہوں۔ کیا
میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ اگر تجھ کو ایمان لانا ہے تو خدا کا جلال دیکھ، تم لوگ
پتھر ہٹادو!"

مریم مجدلانی

"یہ لعزر کی بہن کون ہے؟ کیا وہ شمعون کی بیوی ہے؟"

سیلانوس

"نہیں یہ دوسری بہن ہے۔ اس کا نام مریم ہے۔ اور جب تک ناصری
بیت عینا میں رہتا ہے وہ ایک گھڑی بھی اس کو نہیں چھوڑتی ۔"

مریم مجدلانی ۔ "وہ جوان ہے؟"

سیلانوس

"شمعون کی بیوی سے چھوٹی ہے۔"

مریم مجدلانی

"تم نے اس کو دیکھا ہے؟ تم اس کو جانتے ہو؟"

سیلانوس

"میں اس سے کئی مرتبہ مل چکا ہوں اور باتیں کر چکا ہوں۔ لیکن اس پتھر کی بات رہی جاتی ہے۔ وہ پتھر بہت بھاری اور چپٹا تھا اور غار کی دیواروں میں جکڑا ہوا تھا۔ دو آدمی اس کے نیچے لٹھے لگا لگا کر اس کو ہٹانے کی کوشش کرنے لگے پہلے وہ اپنی جگہ اٹل تھا مگر آخر کار وہ پورا پتھر گر پڑا۔"

ابیوس

"ہم لوگ بالکل قریب ہی تھے اور غار کے کنارے جھکے ہوئے اندر کی طرف جھانک رہے تھے۔ ان تمام دیوتاؤں کی قسم ہے جو آسمان سے دنیا اور انسان پر حکومت کرتے ہیں۔ اس وقت میں محسوس کر رہا تھا کہ اس مردہ آدمی کی مہیب سانس میرے چہرہ سے لگ کر گزر رہی ہے۔"

مریم مجدلانی

"تم نے اس مردہ شخص کو دیکھا؟"

ابیوس

"اسی طرح جس طرح اس وقت میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔

ویریوس

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم لوگ سنجیدگی کے ساتھ ان باتوں میں کیسے دلچسپی لے سکتے ہو جو دیوانوں کی بے تک دنیا میں واقع ہوتی ہیں، جہاں جادو،

نظر بندی اور جھوٹ کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں۔"

ابیوس

"تحت الثریٰ اور فرسیفونی کی قسم، جو کچھ میرے حواس نے محسوس کیا وہ دھوکہ نہیں تھا۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں۔ لاش اس جگمگاتی روشنی میں صاف نظر آرہی تھی جو تمام غار پر محیط تھی۔ غار میں لاش ایک سخت اور ٹھوس مورت کی طرح پڑی ہوئی تھی، جس کی صورت بگڑ گئی ہو اور کفن میں اچھی طرح لپٹی ہوئی تھی۔ چہرہ پر ایک رومال پڑا ہوا تھا سارا مجمع ایک قوس کی شکل میں قطار باندھے کھڑا تھا، رہ رہ کر آگے کی طرف بڑھتا تھا اور پھر پیچھے ہٹ جاتا تھا لوگ آگے کی طرف جھکتے تھے۔ ہزاروں گردنیں آگے بڑھتی تھیں مگر کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ قریب آئے ناصری تنہا سب سے آگے کھڑا تھا، اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا۔ چند کلمے اپنی زبان سے کہے جن کو میں سمجھ نہ سکا۔ اور پھر لاش کو مخاطب کر کے ایسی آواز میں جس کی گہری قوت کو میں کبھی بھول نہیں سکتا کہا "لعزر! نکل آؤ!"

مریم مجدلانی

"کیا وہ نکل آیا؟"

ابیوس

ہم صرف ہوا کی سرسراہٹ جو لوگوں کے کپڑوں سے پیدا ہو رہی تھی اور ان مکھیوں کی بھنبھناہٹ جو قبر میں بھر گئی تھیں سن سکتے تھے ہر شخص کی نگاہیں اس طرح لاش پر جمی ہوئی تھیں کہ گویا میں ان کی غیر متحرک کرنیں دیکھ رہا تھا جس طرح اندھیرے کمرے میں سورج کی کرنیں دکھائی دیتی ہیں۔ یکایک سب کچھ واضح ہو گیا۔ کتنی دہشت انگیز اور ورائے انسانیت سے بالاتر بات تھی۔ مردہ تعمیل حکم

کے لیے پہلے تو آہستہ سے دُہرا ہو گیا۔ پھر ان پٹیوں کو کھول کر جو اس کی ٹانگوں سے بندھی ہوئی تھیں پتھر کی مورت کی طرح سر سے پاؤں تک سفید کھڑا ہو گیا اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور منہ ڈھکا ہوا تھا، چھوٹے چھوٹے قدم کر کے جو بہت غیر مانوس معلوم ہوتے تھے، اسی روشنی کی مدد سے وہ قبر سے باہر نکل آیا ——
دہشت زدہ مجمع بغیر اس پر سے نظر ہٹائے ہوئے الٹے پاؤں بھاگنے لگا ناصری نے کہا: "اس کو ایک دم کھول دو اور چلنے دو۔" دونوں بہنیں بھیڑ سے نکل آئیں اور دوڑ کر اپنے بھائی سے لپٹ گئیں۔"

مریم مجدلانی

"اور وہ ؟"

ابیوس

"وہ لڑکھڑا رہا تھا اور قدم قدم پر ٹھوکر کھا رہا تھا ؟......"

مریم مجدلانی

"لیکن ناصری ؟......"

ابیوس

"وہ پھر بغیر کچھ کہے سنے وہاں سے چلا گیا اور شمعون کے مکان میں داخل ہو گیا۔"

ویروس

"اور وہ مردہ ؟ وہ کیسے گیا ؟"

ابیوس

"دونوں بہنیں دہشت زدہ تھیں۔ انھوں نے اندھوں کی طرح اضطراری طور سے ٹٹول کر رومال اور کفن کو کھول دیا اس کے بعد اس کو سنبھال کر اور

سہارا دے کر اسی گھر میں لے گئیں۔ بھیڑ صرف اپنی آنکھوں سے ان کے ساتھ جا سکی۔ کسی کی زبان سے ایک حرف بھی نہ نکلا۔ وہ دو بہنیں بھی اس مرے ہوئے آدمی سے کچھ نہ بولیں۔"

مریم مجدلانی

"اور ناصری؟ اس کو پھر کہیں دیکھا گیا یا نہیں؟"

سیلانوس

"وہ شمعون کے گھر سے باہر نہیں نکلا ہے۔ سارا مجمع باغ میں اور سڑک کے کنارے اس کا انتظار کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے سکتہ کے بعد ردعمل شروع ہوا اور سب لوگوں میں دوادوش ہونے لگی۔"

ابیوس

اور یہ بھی اصل معجزہ سے کچھ عجیب و غریب نہیں تھا پہلے تو سارے مجمع میں ہر طرف کانا پھوسی شروع ہوئی جس سے ایک غیر واضح اور خاموش شادمانی کا اظہار ہوتا تھا پھر جیسے یکایک آسمان کے تلے کسی نئی حقیقت کا انکشاف ہوا ہو سب کے سب خوشیاں منانے لگے۔ کانا پھوسی نے شور و غل کی صورت اختیار کر لی۔ جس میں ایک دوسرے کی بات سمجھائی نہیں دیتی تھی۔ عورتیں، بچے اور خاص کر بڈھے پاگلوں کی طرح شور مچا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس موت کو اپنے پاؤں سے کچل رہے ہیں جس کو کسی نے یونان نے ابتدائے آفرینش سے بلکہ اس وقت تک پہلی مرتبہ شکست دے کر گرا دیا ہے۔ ابتک قبرستان اور اس کے نواح میں ایک مبہم شور پھیلا ہوا ہے اور ہر قولیس کی قسم اگرچہ ہم لوگ صاف بچ کر نکل آئے ہیں میں اپنے بدترین دشمن کو بھی یہ صلاح نہیں دوں گا کہ اس وقت وہاں جا کر رومی عبا اور اسلحہ کو خطرہ میں ڈالے۔"

ویروس

"بس؟"

ابیوس

"اور کیا چاہتے ہو؟"

ویروس

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس سے ثابت کیا ہوتا ہے؟"

ابیوس

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ انسان جس نے اس موت کو فتح کیا جواب تک دنیا کو فتح کیے ہوئے تھی ہم سے اور ہمارے دیوتاؤں سے زیادہ قوی اور توانا ہے۔ اس لیے ہم کو چاہیے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اس کو دل سے سنیں اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنائیں۔

سیلانوس

ابیوس! میں اپنی زندگی کو ضرور اس کے مطابق بنالوں اگر مجھے یقین ہو جائے کہ وہ جو کچھ تعلیم دیتا ہے وہ جو کچھ کہ اس سے پہلے ہی میں سیکھ چکا ہوں اس سے بہتر ہے، وہ قبر کی تہہ سے مُردہ کو پھر سے جلا کر نکال لایا۔ اس سے یہ تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہمارے قدیم حکما سے قوت میں بڑا ہے۔ لیکن یہ کہیں سے نہیں ثابت ہوتا کہ وہ ان سے حکمت اور معرفت میں بھی سبقت لے گیا ہے۔ ابھی ہم کو خاموشی اور سکون کے ساتھ ہر بات کا انتظار کرنا چاہیے۔ ایک بچہ کے لیے بھی انسان کے قول و فعل میں اس عنصر کو دیکھ لینا مشکل نہیں ہے جو حسن و خیر کو بڑھاتا یا گھٹاتا ہے۔ اگر وہ مجھے قایل کر دے کہ میری اب تک کی زندگی سراسر غلط اور نادرست تھی تو میں اپنے کو درست کرلوں گا اس لیے کہ میرا کام ہی حق کی تلاش کرنا ہے۔ لیکن

اگر اس وادی خموشاں کے تمام مُردے نکل کر اس کی تائید کریں اور کسی ایسی حقیقت کی شہادت دیں جو اس حقیقت سے فروتر ہو جس کو میں پہلے سے جانتا ہوں تو بھی ان کی باتوں کا یقین نہیں کروں گا۔ مُردے چاہے سوتے رہیں چاہے جاگ اٹھیں، میری نظر میں ان کی کوئی وقعت نہیں اگر وہ مجھے یہ نہیں بتا سکتے کہ اپنی زندگی کو اس سے بہتر کس طرح بنایا جائے ...."

مریم مجدلانی

"سنو!"

ویروس

"یہ کیا ہے؟"

ابیوس

"میں پتھروں کے ڈھلکنے کی آواز سن رہا ہوں۔"

ویروس

"یہ تو کسی مجمع کا شور معلوم ہوتا ہے۔"

مریم مجدلانی

"وہ آرہا ہے!"

ابیوس

(کمرہ کے پہلے ستونوں کے قریب جاکر) "یہاں سے دیوار پر سے جھک کر ہم سامنے والے احاطہ کا منظر دیکھ سکتے ہیں میں ان کو دیکھ رہا ہوں ......"

مریم مجدلانی

(پیلی پڑ جاتی ہے اور اس کے قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں۔ وہ چند قدم آگے بڑھتی ہے اور گھور کر منظر کی طرف دیکھتی ہے) "ہاں! ...."

ابیوس

"وہ گردنیں اٹھے ہوئے ہیں۔ پھاٹک کی طرف دو تین ہزار کا مجمع اکٹھا ہو رہا ہے۔ میرا خیال ہے یہ سب وہی لوگ ہیں جو قبرستان میں تھے۔"

ویروس

"وہ یہ جراءت نہیں کر سکتے۔"

مریم مجدلانی

"ویروس!"

ویروس

"مجدلانی! ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ اس مرتبہ تمہیں تنہا بچاؤں گا۔"

ابیوس

"وہ کسی قدر فاصلہ پر ایک شخص کے پیچھے آرہے ہیں جو سر سے پاؤں تک سفید لباس پہنے ہوئے ہے اور احاطہ میں داخل ہو رہا ہے۔"

ویروس

"لیکن احاطہ کا پہرہ دار کیا کرتا ہے؟ کیا وہ اس کو روکے گا نہیں؟"

ابیوس

"ہاں ...... وہ اب آگے بڑھا۔ وہ کر کیا رہا ہے؟ معلوم ہوتا ہے اس پر ہیبت طاری ہے۔ دیکھو وہ یکایک رُک گیا اور بغیر کچھ کہے ہوئے اس شخص کو راستہ دے دیا۔"

ویروس

"اور اس کے پیچھے سارا مجمع آرہا ہے اب وہ دوسرے احاطہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ ان یہودیوں کی گستاخی حد سے بڑھ گئی ہے روم میں "ساطرنیلیہ"

کے موقع پر بھی ہم اس طرح بھیڑ کو گھس آنے کی اجازت نہیں دیتے سب غلام کیا کر رہے ہیں ؟"

مریم مجدلانی

"یہ وہی ہے ؟"

سیلانوس

"کون ؟"

مریم مجدلانی

"ناصری !"

سیلانوس

"میرا خیال ہے کہ وہ نہیں ہے۔ یہ اس کی چال نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ........"

ابیوس

"وہ دیکھو ! وہ وہاں صنوبر کے درختوں کے سایہ میں ہے......"

سیلانوس

"وہ سیدھا ہماری طرف آرہا ہے۔"

ویروس

"وہ نزدیک سے نزدیک راستہ سے آرہا ہے۔"

وہ ان زینوں پر چڑھ رہا ہے جو دیوار کے کنج میں ہیں۔ وہ بالکل بے تکلف معلوم ہوتا ہے۔ خیر سب غلام دوڑ پڑے تاکہ اس کو دیوان خانہ میں آنے سے باز رکھیں۔"

مریم مجدلانی

"چپ! چپ میں تم سے التجا کرتی ہوں"

ویروس

"کیا بات ہے؟"

ابیوس

"وہ قریب آرہا ہے، کس قدر پیلا ہو رہا ہے......"

سیلانوس

"میرا خیال ہے کہ یہ......"

مریم مجدلانی

"کون ہے؟"

سیلانوس

"یہ وہ دوسرا شخص ہے جس کو وہ......"

مریم مجدلانی

"لعزر؟"

سیلانوس

"ہاں میں اس کو پہچانتا ہوں"

ویروس

"اس کو ہم سے کیا کام ہے؟......مردوں کی روحیں دن دوپہر اس طرح چلا پھرا نہیں کرتیں۔ کس قدر ہیبتناک صورت ہے؟"

مریم مجدلانی

"چُپ! چپ!"

سیلانوس

"وہ یہ پہنچا!"

تیسرا منظر

وہی لوگ لعزر۔ دیوان خانہ کی پشت پر غلام کچھ اور فاصلہ پر یہودیوں کی بھیڑ جو اچھی طرح دکھائی نہیں دیتی مگر جس کا صحیح اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک محیط خاموشی۔ لعزر دیوان خانہ کے اس سرے سے اس طرف آرہا ہے۔ وہ داہنی طرف دیکھتا ہے نہ بائیں طرف غلام جو دوڑ کر آخری ستونوں کے درمیان آگئے ہیں اس طرح حلقہ باندھ لیتے ہیں گویا اس کا راستہ روک رہے ہیں۔ لیکن جب قبر سے اٹھا ہوا آدمی جس کو ان لوگوں کی موجودگی کا کوئی احساس نہیں معلوم ہوتا قریب آتا ہے تو یہ سب ایک ایک کر کے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ لعزر ڈیوڑھی کی پشت کی طرف سے داخل ہوتا ہے اور دہلیز پر رک جاتا ہے جو تین زینے اونچی ہے۔ مریم مجدلانی پیچھے کی طرف ہٹتی ہے اور آگے کے ایک ستون سے لپٹ کر بے حس و حرکت کھڑی ہو جاتی ہے۔ لیکن ویروس اپنی تلوار کو قبضہ کی طرف پکڑے ہوئے لعزر کی طرف بڑھتا ہے اور اس چھائے ہوئے سکوت کو دور کرتا ہے:

ویروس

(تحکم کے لہجہ میں) "تم کون ہو؟ ....." (لعزر کوئی جواب نہیں دیتا) "تم جواب نہیں دیتے؟ ....." "ٹھیک ہے جس بات کا اقبال کرنے کی ہمت نہ پڑے، اس پر سکوت کا پردہ ڈالے رہنا بہت آسان ہے لیکن اگر تم کو کچھ کہنا نہیں ہے تو تمہارا یہاں کوئی کام نہیں۔ خیریت یہ ہے کہ تم پر مجھکو غصہ سے زیادہ ترس آرہا ہے۔ چلے جاؤ!"

سکوت از سر نو چھا جاتا ہے، جواب پہلے سے زیادہ گہرا ہے۔

لعزر

(مریم مجدلانی سے، اسی آواز میں جس نے ابھی انسانی لہجہ اختیار نہیں کیا ہے) "چلو! خداوند تم کو بلاتے ہیں۔"

(مجدلانی ستون سے الگ ہو جاتی ہے جس کا سہارا لیے ہوئے تھی، اور لعزر کی طرف تین چار قدم جاتی ہے، جیسے خواب میں چل رہی ہو۔)

ویروس

(راستہ روک کر) "تم کہاں جا رہی ہو؟"

مریم مجدلانی

(بڑی مشکل سے اپنے حواس درست کر کے دبی ہوئی کپکپاتی آواز میں جس کو وہ سخت اور قوی بنانے کی بیکار کوشش کرتی ہے) جہاں کہیں وہ کہے....."

ویروس

"نہیں! جب تک میں یہاں ہوں اس وقت تک یہ نہیں ہو سکتا۔"

مریم مجدلانی

(بے اختیار اور دیوانہ وار اپنے کو ویروس کی آغوش میں ڈال کر) "ویروس!"

ویروس

(اس کو بھرپور لپٹا کر) "ڈرو نہیں مجدلانی جب تک تم اس آغوش میں ہو، تم کو کوئی خطرہ چھو نہیں سکتا۔ اس ملک کا جنون یہاں کی وباؤں سے زیادہ متعدی اور یہاں کی کوڑھ سے زیادہ ہٹیلا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن دوسروں کی طرح ایک رومی کے ہوش و حواس محض اس گندی سانس پر پراگندہ نہیں ہو جاتے جو ایک قبر سے نکلی ہو۔ اب ہم اس معاملہ کا خاتمہ ہی کر دیں (لعزر سے)

میں تم کو اپنی تلوار سے چھونا بھی نہیں گوارا کروں گا۔ یہ تلوار لاشوں سے متنفر ہے۔
ہاں اس وقت بھی جبکہ وہ چلنے لگیں اور وہ تجارت شروع کر دیں جو تم کر رہے
ہو۔ یہ تو ان غلاموں کا کام ہے کہ تم کو پھر تمہاری قبر کا راستہ دکھا دیں۔ غلام سب
کہاں ہیں؟ .... لیکن جانے سے پہلے ادھر دیکھ لو اور جا کر اپنے خداوند سے
کہہ دو کہ حسین عورت کی اس کو ہوس ہے دیوتاؤں کی قسم اس میں نہ ذوق کی
کمی ہے نہ جرأت کی۔ وہ اس آغوش میں پناہ لے چکی ہے اور یہ آغوش اس کو
آخر تک اس کے وحشیانہ جادو اور طفلانہ منتروں سے محفوظ رکھے گی۔ اس کے
علاوہ اس سے یہ بھی کہدینا جواب میں کہنے جا رہا ہوں وہ شاید سمجھ جائے گا۔
اس کی زندگی جواب اس واقعہ کے بعد زیادہ دنوں تک نہیں رہ سکتی نیک قلم انہیں
ہاتھوں میں ہے جو اس وقت تم کو یہاں سے نکال رہے ہیں۔ مجھے جو کہنا تھا کہدیا
بس جاؤ وہ تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔"

مریم مجدلانی

(تڑپ کر اپنے کو ویرہ س کی آغوش سے جدا کر لیتی ہے اور اس کوشش میں
اس کے بال کھل کر اس کے شانوں پر بکھر جاتے ہیں) "ہاں!"

ویروس

(اس کو زبردستی روک کر) اس کے کیا معنی ہیں؟۔ تو تم چاہتی ہو؟......
(مجدلانی سر کی جنبش سے اقرار کرتی ہے) اب میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا...... تم اس سے
ملی ہوئی تھیں۔ .... اور اس بے صبری اور بیتابی کے ساتھ تم اسی کا انتظار
کر رہی تھیں جو مجھے اس قدر دلکش نظر آ رہی تھیں۔ کون یقین کر سکتا ہے کہ
یہودیہ کی سب سے زیادہ حسین سب سے زیادہ دولت مند اور سب سے زیادہ
مغرور عورت بغیر پہلے سے طے کیے ہوئے اس کریہہ النظر اور نفرت انگیز

قاصد کے صرف ایک اشارہ کو اس طرح مان لے گی جو ایک ایسے شخص کا بھیجا
ہوا ہے جس کو اس نے صرف ایک مرتبہ دیکھا ہے۔ بس! بہت ہو چکا......
میں نے دیکھ لیا۔ میں سمجھ گیا۔ جاؤ تم اس کو چاہتی ہو!......"

مریم مجدلانی

"نہیں، نہیں! میں تم کو چاہتی ہوں۔ لیکن وہ!......"

ویروس

"ہاں لیکن وہ؟"...

مریم مجدلانی

(ویروس کے قدموں پر گر کر سسکتے ہوئے) "اس کے ساتھ بالکل دوسری
بات ہے۔"

ویروس

"سب ٹھیک ہے اٹھو، میں تم کو زبردستی روکنا نہیں چاہتا لیکن میں
یقین نہیں کر سکتا تھا کہ تم اس نوبت کو پہنچ گئی ہو میں تمہارے یہودی جال میں
آ گیا۔ تم اس مجمع کو وہاں برساتی کے نیچے کھڑی دیکھ رہی ہو جو اپنے قیدیوں کی نگرانی
کر رہے ہیں؟ میں رومی ملوکات کو ناپاک ہونے دوں گا۔ مجھے تم سے کوئی کینہ
نہیں ہے۔ محبت ایسا آناً فاناً میرے اندر مردہ نہیں ہو سکتی۔ میرے اندر عورت
سے زیادہ عزم و استقلال ہے۔ میں تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا۔ میں خوب جانتا
ہوں کہ ابھی اس کا خاتمہ کر کے میں اس عورت کو بچا سکتا ہوں جس کو وہ مٹانا
چاہتا ہے۔ اس کو گمان بھی نہیں کہ اس کی زندگی میرے اختیار میں ہے۔ کیونکہ
اب تک میں ترس یا بے پروائی کے سبب سے ان خطروں کو روکے رہا ہوں
جو اس کے سر پر منڈلا رہے ہیں لیکن اب چونکہ خود اس نے ابتدا کی ہے اور میرے

عیش میں رخنہ ڈالا ہے۔ میں ان خطروں میں اپنی مایوس اور ناکام محبت کا زور بھی صرف کر دوں گا۔ اب جاؤ اور اپنے قبر سے اٹھے ہوئے رہبر کے ساتھ اپنی راہ لو۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پائے گا کہ ہم پھر ملیں گے۔"

تعزر دھیرے دھیرے دیوان خانہ سے باہر نکل جاتا ہے۔ مجدلانی بغیر کچھ کہے ہوئے، بغیر کوئی اشارہ کیے ہوئے بغیر ادھر ادھر نظر ڈالے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے جاتی ہے۔ تمام حاضرین پر گہرا سکوت طاری ہے۔

ابیوس

(بڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد) "آج ہم نے ایک سے زیادہ ایسی باتیں دیکھی ہیں جو اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آئی تھیں۔"

سیلانوس

"سچ ہے ابیوس! اور یہ بھی اسی قدر حیرت انگیز واقعہ ہے جس قدر کہ مردے کا جی اٹھنا ...."

(پردہ)

تیسری تمثیل

یوسف آرمی کا مکان۔ کھانے کا کمرہ جس میں آخری طعام ہوا۔ پشت پر کھڑکیاں۔ داہنے اور بائیں دروازے۔ یہودی رومی عمارت، چراغ روشن ہیں۔ چھبّیس اپریل کی رات کا آخری حصہ۔

پہلا منظر

نیقودیموس۔ لاویؔ عامی۔ شمعونؔ جذامی۔ لعزر جو مُردہ سے زندہ ہو گیا۔ کلیوفاسؔ۔ ذکیوسؔ۔ وہ شخص جو اندھا پیدا ہوا تھا۔ بارتمیوس۔ بیریکو کا اندھا۔ جراسہ کا مخبوط الشیطان۔ بیت صیدا کا نامردوہ جس نے جاندھر سے شفا پائی۔ وہ شخص جس کا ہاتھ سوکھ گیا تھا شمعونؔ پطرس کی ساس۔ مریم کلیوفاس۔ سلمٰی زبدی کی بیوی سوسنؔ، کئی گمنام مرد اور عورتیں جو معجزے سے چنگی ہوئیں۔ چند کُبڑے، اپاہج، اندھے، کوڑھی اور مفلوج جو چنگے ہونے کے منتظر ہیں۔ چند بھکاری۔ دو تین بیوائیں۔ یہ سب لوگ یسوع کی گرفتاری اور طرح طرح کی بری افواہوں سے جو پھیل رہی ہیں دہشت زدہ ہیں۔ یہ سب کمرہ کی پشت پر جمع ہیں اور آپس میں کچھ کانا پھوسیاں کر رہی ہیں۔ مارتھا لعزر کی بہن داخل ہوتی ہے۔

مارتھا

(دہشت زدہ اور سراسیمہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے) "میں نے اس کو

دیکھا ہے"۔

ایک ہلچل۔ سب دیوانہ وار مارشہ کو گھیر لیتے ہیں۔

ینقو دیموس

"وہ کہاں ہے؟"

مریم کلیوفاس

"کیا اس نے سزا بھگت لی؟"

سلمٰی

"وہ کہتا کیا ہے؟"

مارشہ

"میری بہن کہاں ہے؟"

مریم کلیوفاس

وہ اپنی ماں کے پاس ہے۔ ہمارے میزبان کے کمرے میں اس کی ماں مارے صدمہ کے چور ہو گئی ہے......"

مارشہ

(ایک کھڑکی کے پاس جاکر) نہیں سڑک بالکل خالی ہے۔ میں نے دور تک چکر لگایا......"

نیقو دیموس

"تم نے اس کو کہاں دیکھا تھا؟......"

مارشہ

وہ اناس کے محل سے نکل رہا تھا...... میں قصر کا تعاقب اس کے پیچھے پیچھے گئی ...... معلوم ہوتا ہے وہ لوگ ہماری تلاش میں ہیں......

لعزر سے جو مردہ سے زندہ ہوا ہے ان کو خاص عداوت ہے .... وہ کہاں ہے؟......"

نیقودیموس

(اندھیرے میں لعزر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) "یہ ہے ہم لوگوں کے ساتھ........"

مارشہ

"وہ لوگ اس فکر میں ہیں کہ ان سب کو گرفتار کر لیا جائے جو لوگ اس کے ساتھ گئے تھے قانون کے مطابق ان لوگوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم سب کو سنگسار کریں.......... وہ ان کو سزا دیں گے جو جلیل سے آئے ہیں........"

ایک شخص

(جو معجزہ سے اچھا ہوا) نہیں! میں نہیں ہوں"

دوسرا

"اور نہ میں ہوں۔ میں "بیت علینا" کا رہنے والا ہوں"

باتیمیوس

"اور میں یریحو سے آیا ہوں"

وہی شخص

(جو معجزہ سے اچھا ہوا) ہم سب کا یکجا پایا جانا ٹھیک نہیں ہے"

نیقودیموس

"پھر ہم کہاں جائیں؟"

وہی شخص

"جہاں کہیں بھی ہو۔ ہم ہر جگہ یہاں سے محفوظ رہیں گے"

دوسرا

وہ لوگ ہم کو نہیں جانتے۔ مجھ کو اس کے ساتھ کسی نے کبھی نہیں دیکھا ہے۔

ایک عورت

" اور نہ مجھکو کسی نے اس کے ساتھ کبھی دیکھا ہے۔ اس نے مجھ کو صرف چنگا کیا ہے۔ میں جھک کر دوہری ہو گئی تھی اس نے مجھ کو سیدھا کر دیا......."

ایک مرد

" میں نے اس کو صرف ایک بار دیکھا ہے اور وہ اس وقت جبکہ اس نے مجھ سے کہا " اُٹھ ! اور اپنی چارپائی اٹھا کر اپنے گھر جا! " میں وہی شخص ہوں جس کو لوگوں نے ایک چارپائی پر لٹا کر چھت سے نیچے گرا دیا تھا۔ اب میں اور لوگوں کی طرح چل پھر رہا ہوں " (دروازہ کی طرف رخ کر رہا ہے اور باہر نکل جاتا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے وہ سب چلے جاتے ہیں جو معجزہ سے چنگے ہوئے ہیں اور جو اس سے پہلے بول چکے تھے)۔

ایک مریض

یہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہم کو بھی کوئی نہیں جانتا.......... میں یہاں اپنی پیچش سے صحت پانے آیا تھا۔ مجھے اس کا موقع نہیں ملا کہ اس کو چھو سکوں۔"
(وہ بھی دروازہ کی طرف جاتا ہے)

مارثہ

" تم کو شرم نہیں آتی "

مریض

(چوکھٹ پر ٹھٹھکتے ہوئے) "شرم کس بات کی؟....... اس سے فائدہ کیا کہ جن لوگوں کو اس نے چنگا کیا ہے وہ خواہ مخواہ اس کے چلتے اپنی جان دیں؟" (چلا جاتا ہے)

دوسرا شخص

(جو معجزہ سے اچھا ہوا) "وہ ہمارے لیے کچھ نہیں کر سکتا اور ہم اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔"

ایک کُبڑا

ہاں وہ ہم کو بچاتا کیوں نہیں؟ .... وہ ہر وقت اپنے باپ اور فرشتوں کے نام تسبیح پڑھا کرتا ہے، اس کے وہ فرشتے اب کہاں گئے؟ ....

نیقودیموس

"یہ سب اس لیے ہو رہا ہے کہ اس کی گھڑی آئی نہیں ہے۔"

کبڑا

اس کی گھڑی کب آئے گی ...... جب وقت نکل جائے گا؟ مجھے انتظار کرنے کی فرصت نہیں ہے ...." (چلا جاتا ہے)

نیقودیموس

جن لوگوں کو اس سے محبت نہیں ہے وہ سب چلے جائیں ...... ابن آدم اس وقت آ موجود ہوگا جس کی تم کو توقع بھی نہ ہوگی۔

کلیوفاس

"اس کی بادشاہت اس کی دنیا نہیں ہے۔"

ایک اندھا

"اس کی بادشاہت کھو چکی ......"

نیقودیموس

اس نے کہا تھا کیا پانچ چڑیاں دو پیسہ پر نہیں بکتیں اور ان سے ایک بھی خدا کے سامنے بھلائی نہیں جاتی؟ ......"

کلیوفاس

"اس نے کہا تھا فکر مند اور اندیشہ ناک نہ رہو۔۔۔۔۔۔"

نیقودیموس

"اس نے کہا تھا اگر کوئی شخص میری باتوں کو یاد رکھے تو وہ موت کا منھ نہیں دیکھے گا"

اندھا

"لیکن اس نے یہ بھی کہا تھا مُردوں کو اپنے مُردے گاڑنے دو"۔ (وہ راستہ ٹٹولتا ہوا دروازہ کی طرف جاتا ہے اور پھر باہر نکل جاتا ہے)

ایک لنگڑا

"میں بھی جاتا ہوں ڈر کے مارے نہیں بلکہ اس لیے کہ چلوں اور اس کا پتہ لگاؤں"۔

دوسرا

"میں بھی چلتا ہوں"۔ (چلے جاتے ہیں)

ایک کوڑھی

"ہم سے کس نے کہا تھا کہ ہم یہاں ٹھہریں اور اس کا انتظار کریں"

نیقودیموس

"شمعون پطرس نے"

کوڑھی

"شمعون پطرس ہے کہاں؟ ۔۔۔۔۔ اس کی تو صورت بھی مشکل سے نظر آتی ہے"

مارتھا

"وہ کاہنِ اعلیٰ کے مکان میں آتش دان کے پاس تھا۔"

نیقودیمُس

"اور یوحنا؟"

مارثہ

میں نے سنا ہے کہ وہ آناس کے مکان میں تھا۔"

نیقودیمُس

"اور جب تم نے خداوند کو دیکھا تو وہ کیا کر رہا تھا؟"

مارثہ

"میں اس کی صرف ایک جھلک دیکھ سکی جبکہ وہ باہری کمرہ ستونوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ اس کے گرد ایک بہت بڑا مجمع تھا........"

مریم کلیوفاس

"کیا اس نے بھی تم کو دیکھا؟......"

مارثہ

"ہاں وہ مجھ کو دیکھ رہا تھا۔"

نیقودیمُس

"وہ آزاد نہیں تھا؟"

مارثہ

"اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے ....." رومی سپاہی اس کو مار رہے تھے تاکہ وہ جلد جلد قدم اٹھائے۔"

مریم سلومی

"آہ! ......"

کلیوفاس

"اور دوسرے لوگ۔ وہ بارہوں آدمی۔ وہ کہاں ہیں؟....."

مارشہ

"کسی کو نہیں معلوم۔ وہ سب خوف زدہ ہو گئے ہیں ...... میں نے سنا ہے کہ طوماس اور یہودیہ جلیل کو بھاگ گئے ہیں....."

نیقودیموس

"اور مریم مجدلانی؟ اس کو بھی کہیں دیکھا ہے؟......"

مارشہ

"نہیں! لیکن یعقوب اس سے ملا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس غم سے وہ پاگل ہو گئی ہے۔ وہ آناس کے محل میں چلاّ چلاّ کر رو رہی تھی۔ کپڑے پھاڑ رہی تھی اور دیواروں سے سر پھوڑ رہی تھی۔ نوکروں نے اس کو باہر نکال دیا اور اس وقت سے کسی کو کچھ نہیں معلوم کہ وہ کیا ہوئی؟ ایک غریب آدمی نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ رومیوں کے لوٹے میں ماری ماری پھر رہی تھی۔

نیقودیموس

"کیا اس کو معلوم ہے کہ ہم لوگ یہاں ہیں؟"

مارشہ

"ہاں! شمعون لیطرس نے اس کو خبر کر دی ہے......"

ایک مریض

"اب اگر وہ آئے تو اس کو نہ جانے دو۔ وہ ہم پر مصیبت لائے گی۔ وہ خطرناک عورت ہے اور سمجھتی نہیں کہ وہ کیا کر رہی ہے۔"

ایک شخص

(جو معجزہ سے اچھا ہوا) گلی میں کچھ لوگ قطار باندھے چلے آ رہے ہیں
میں اسلحہ کی جھنکار سن رہا ہوں۔ لوگ ہم کو گرفتار کرنے آ رہے ہیں جن لوگوں
سے بھاگتے بنے وہ بھاگ جائیں ..... (نیقودیموس سے جو کھڑکی کی طرف جا رہا
ہے) کھڑکیوں کے قریب مت جاؤ تم پہچان لیے جاؤ گے ......"

بارتیمیوس

"میں جانتا ہوں مجھے لوگ نہیں پہچانتے۔ میں یریکو کا رہنے والا ہوں...
کھڑکی سے گلی کی طرف جھانکتا ہے) ایک سپہ سالار کے ساتھ بارہ سپاہی ہیں.....
.....چپ! بولو نہیں!"

نیقودیموس

"کیا وہ رُکتے معلوم ہوتے ہیں؟......"

بارتیمیوس

"نہیں وہ چلے جا رہے ہیں...... اب گلی میں کوئی نہیں رہ گیا... ہاں!
...... اس طرف سے ایک شخص اور آ رہا ہے۔ شور نہ کرو........ یہ ایک عورت
ہے۔ اور اس کے ساتھ چار مرد ہیں......... ارے میں تو ان کو جانتا ہوں مریم
مجدلانی۔ یوسف الرمطی۔ یعقوب .... اگر میں غلطی نہیں کرتا اور اندریاس
اور شمعون ذیلوٹیس .... وہ پھر پھر کر چاروں طرف دیکھ رہے ہیں.....
......اب وہ دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں۔ نیچے جاؤ اور دروازہ کھول کر ان
کو اندر لے آؤ۔

دوسرا منظر

وہی لوگ، مریم مجدلانی، یوسف الرمطی، یعقوب، اندریاس، اور شمعون فریلوتیس۔

مریم مجدلانی

(حواس باختہ، بال پریشاں ننگے پاؤں کپڑے پھٹے ہوئے) "تم لوگ کل کتنے ہو؟...... کیا تم تیار ہو؟...... تم لوگ اب تک میرے انتظار میں کیا کرتے رہے؟ میں مینار انطانیہ سے آرہی ہوں۔ رومیوں کے لوٹ لے میں فوجی افسر نہیں تھا....... لیکن میں اس کے دوست ابیوس سے مل آئی ہوں....... جوں ہی کہ وہ واپس آئے گا وہ اس کو ہمارے پاس بھیج دے گا ویروس کہتا تھا کہ اس کو بچا لینا ممکن ہے........

میں یہ نہیں جانتی کہ کیسے۔ وہ اس کی تشریح ہم سے پھر کرے گا۔ لیکن اگر وہ اس کو نہیں بچاتا تو یہ ہمارا فرض ہے...... یعقوب اور شمعون نے لبادے کے نیچے تلواریں چھپا رکھی ہیں۔ پطرس کہاں ہے؟ اور یوحنا کہاں ہے؟"

مارشہ

"میں نے ان کو کاہن اعلیٰ کے دیوان خانہ میں دیکھا تھا۔"

مریم مجدلانی

ان کو یہاں موجود ہونا چاہیے...... ہماری تعداد کثیر ہونا چاہیے وہ بیلاطس کے پاس جاتے وقت اسی گلی سے اسی کھڑکی کے تلے سے ہو کر گزرے گا..........."

نیقودیموس

"کب؟"

مریم مجدلانی

"آج رات کو دوسری پہر سے پہلے ......تم میں سے کس کس کے پاس
ہتھیار ہیں؟ اور ان کو کہاں چھپا رکھا ہے؟ ......"

نیقودیموس

"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟ ......

مریم مجدلانی

"اس کو آزاد کرانا چاہتی ہوں۔ اگر ویروس اس کو آزاد نہیں کراتا یہ بہت آسان کام ہے۔ تم دیکھو گے ...... ہم جو کرنا چاہیں گے وہ ہم کو کرنے دیں گے رومی اس کے مقدمے کی تحقیقات نہیں کرنا چاہتے ...... ایلوس مجھ سے کہہ رہا تھا کہ وہ سب حیران ہیں۔ جب وہ اس کو کائفا کے پاس لے گئے تو اس کے ساتھ پہرہ کے لیے صرف دو سپاہی تھے اور معبد کے دو سرہنگ جو صرف چھڑیوں سے مسلح تھے۔ اگر اس وقت میرے ساتھ صرف پانچ یا چھ آدمی ہوتے! ...... ہم اس کو چھپا سکتے تھے۔ میں جانتی ہوں کہ کہاں اور وہ بچ جاتا۔ لیکن میں تو بالکل تنہا تھی ......"

یوسف الرمطی

"مجدلانی! یہ کام اتنا سہل نہیں جتنا کہ تم سمجھتی ہو۔ اس جگہ اس کو سنگسار کرنے پر آمادہ سارا شہر موجود تھا ...."

مریم مجدلانی

لیکن سارا شہر تو اس کا حامی ہے، اور خلق اللہ اس کو پوجتی ہے ...... تم بھول

گئے کس تزک و احتشام کے ساتھ ایک فاتح کی طرح داخل ہوا تھا......"

یوسف الرمطی

اب وہ بات نہیں رہی۔ اب تو قصر کا ئفا سے باہر اس کو سزائے موت دلوانے کے لیے شور مچا رہے تھے۔"

مریم مجدلانی

"وہ تو محض فریسیوں اور صدوقیوں کے دو چار ملازم تھے......"

یوسف الرمطی

چند ملازم اتنی بڑی عام جگہ کو چھتوں تک بھر دینے کے لیے کافی نہیں ہو سکتے تھے۔ دراصل یہ وہی مجمع تھا جو اس فتح و جشن کے دن اس کے ساتھ تھا۔ نہیں! یقین مانو مجدلانی! وہ جانتا ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ وہ فنا ہونے پر تلا ہوا ہے۔ اس نے اقبال کر لیا ہے۔"

مریم مجدلانی

لیکن اس نے کس بات کا اقبال کیا ہوگا جبکہ اس نے کوئی جرم نہیں کیا ہے؟......"

یوسف الرمطی

"اس نے اقبال کر لیا ہے کہ وہ خدا کا بیٹا ہے اور یہود یوں کا بادشاہ۔"

مریم مجدلانی

"کیا یہ حقیقت ہے؟"

یوسف الرمطی

"بے شک۔ لیکن بہتر ہوتا اگر اس کا اعلان نہ کیا جاتا۔ کاہنوں اور رومیوں کے نزدیک یہ ایک ایسا جرم ہے جو قانون کی رو سے قابل تعزیر ہے...."

ایک ضعیف شخص

وہ ضرور مجرم ہوگا ورنہ وہ اس کو گرفتار نہ کرتے ...."

نیقودیموس

" جو کچھ وہ چاہتا ہے اور جو وہ حکم دیتا ہے ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے

اور اس نے اپنی حمایت خود تج دی ہے ......"

مریم مجدلانی

" لیکن تم دیکھتے نہیں کہ اس نے یہ صرف اس لیے کیا ہے کہ یہ تمہارے

ایمان اور تمہاری قوت، اور تمہاری محبت کی آزمائش کرے۔"

نیقودیموس

"وہ ان تمام باتوں کی بارہا پیشین گوئی کر چکا ہے۔"

مریم مجدلانی

"اس لیے کہ وہ ان لوگوں کی بزدلی سے واقف تھا۔ جو اس کی محبت کے جھوٹے دعوے کرتے تھے! .... آہ! ...... مرد بھی کیسے جلیل القدر، جری اور باعث فخر و مباہات ہیں تم لوگ جو اتنے بے حمیت نہیں ہو کہ بھاگ نکلو جو سب سے کم لرز رہے ہو، جو سب سے بہتر ہو اس مسئلہ پر اس طرح بحث اور تکرار کر رہے ہو گویا ایک پیمانہ گیہوں کا معاملہ ہے۔ اور عورتیں چپ چاپ رو رہی ہیں! .... میری بہنو! تم کیا کہتی ہو؟ کیا یہ وہ گھڑی نہیں ہے کہ تم اپنی محبت کا ثبوت دو؟ .... اور جن لوگوں کو اس نے چنگا کیا ہے وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ ہاں تم جو بھاگنے پر آمادہ نظر آرہے ہو۔ ارے اندھے بارتیمیوس! اور وہ دوسرا جو یریکو سے آیا ہے اور وہ جو شیلو سے آئے ہیں، وہ آنکھیں جن کو اس نے اچھا کر کے کھول دیا ہے اس وقت مجھ سے پھری جارہی

ہیں اس لیے کہ مجھ میں اتنی جرأت ہے کہ ان کے سامنے اس کا نام لوں!..... تم شمعون جذامی اور تم جو سامریہ سے آتے ہو کیا تم بھول گئے کہ اس کے آنے سے پہلے تم لوگ موت سے بھی زیادہ مہیب تھے۔ مجھے چاروں طرف در پردہ معجزے ہی معجزے نظر آرہے ہیں!..... دیکھو وہ شخص جس کو اس نے عین سبت کے دن جلندھر سے اچھا کیا اور وہ شخص جو جراسہ سے آیا ہے جس پر بھوت سوار تھا اور جواب اپنا سر اٹھانے کی ہمت نہیں کرتا اور مفلوجوں میں وہ بیت صیدا سے آیا ہے جو دروازہ کی طرف بھاگا جارہا ہے اور اپنی ٹانگوں سے صرف اس خدا کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا کام لے رہا ہے جس نے اس کو اچھا کیا!........ اور وہ لوگ بھی خوف زدہ معلوم ہو رہے ہیں جن کو اس نے مردوں میں سے اٹھایا ہے۔ وہ لعزر کو دیکھو وہ تم سب سے زیادہ پیلا پڑ گیا ہے! اور تم موت کو دیکھ چکے ہو۔ ہاں تم۔ تم چار دن تک موت سے ہم آغوش رہ چکے ہو....... کیا وہ اس سے زیادہ ڈراؤنی ہے جتنا کہ لوگ اس کو سمجھتے تھے؟ تم جواب کیوں نہیں دیتے؟

(دیر تک سکوت)

یوسف الرمطی

"سنو مجدلانی! مجھ میں نہ ہمت کی کمی ہے نہ وفا کی........ کاہنوں کے اختیارات کو جانتے ہوئے میں نے اپنا گھر ان لوگوں کے لیے کھول دیا ہے جو اس کے ساتھ تھے۔ میں جانتا ہوں اس کے لیے مجھ کو جو قیمت ادا کرنا ہے .... میں اپنی ہر چیز اپنی جان بھی اس کے لیے قربان کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن میں اس کی مرضی جانتا ہوں اور اس کے حکم کی نافرمانی کرنا نہیں چاہتا.... ...... پطرس نے اس کو بچانا چاہا تھا اور اپنی تلوار نکال لی تھی..... اس نے پھر زبردستی اس سے تلوار میان میں رکھوا دی۔ میں جتسمانی میں تھا......"

مریم مجدلانی

جب تم وہاں موجود تھے تو تم نے پطرس کی مدد کیوں نہیں کی؟ ...... جن کی ہم محبت کرتے ہیں ان کو ہم بچانے پہلے ہیں اور ان کا کہنا بعد کو مانتے ہیں۔ لیکن جب اس کو فنا کر ڈالو گے تو پھر تم کیا کرو گے؟ آہ! میں ان لوگوں کے ...... ساتھ بڑا وقت ضایع کر رہی ہوں جو ڈر رہے ہیں۔ میں یہاں کھڑی ان لوگوں میں کیا کر رہی ہوں جو کچھ نہیں کریں گے؟ میں اس کے آخری لمحوں کو کھو رہی ہوں ...... میں ویروس سے ملنے جاتی ہوں۔ اس کے بعد پھر دیکھیں گے .....

...... دروازہ کی طرف مڑتی ہے۔ یوسف الرملی اور نیقودیموس اس کا راستہ روک لیتے ہیں)

نیقودیموس

مجدلانی! باہر نہ نکلو۔ یہ اس کو برباد کرنا اور اس کے ساتھ ہم کو بھی برباد کرنا ہے۔

مریم مجدلانی

ہاں اس کے ساتھ تم کو بھی برباد کرنا۔ اصل مصیبت یہی ہے! ٹھہرو!

دروازہ کی طرف دوسرا قدم بڑھاتی ہے۔ نیقودیموس عازمانہ تیور کے ساتھ اس کے سامنے راستہ روک کر کھڑا ہو جاتا ہے)

نیقودیموس

"تم باہر نہیں جاؤ گی۔"

مریم مجدلانی

میں باہر نہیں جاؤں گی؟ ...... سچ ہے تم ایک عورت کا مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتے ہو۔ مجھے پہلے سے یہ نہیں معلوم تھا کہ ہراس اور ہیبت سے اتنی

زبردست ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔ تم سب اناج کی کھوکھلی بالوں کی طرح اپنے سر ہلا رہے ہو اور عورتوں کو مردوں کی یہ بزدلی دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے جو یکایک خود ان کی بزدلی سے زیادہ نمایاں طور پر ظاہر ہو رہی ہے! ......"

یوسف الرمطی

کہنا مانو مجدلانی! اس کا خیال کرو اور سوچو کہ اگر وہ تمہاری یہ باتیں سُن پائے ...."

مریم مجدلانی

اگر وہ میری یہ گفتگو سن پائے تو وہی ہوگا جو اس دن ہوا تھا جبکہ تم میں سے ایک نے جس سے تم سب مشابہ ہو مجھ کو اس لیے ملامت کی تھی کہ میں نے اس کے پاؤں میں انتہائی قیمتی ابٹنہ کی مالش کی تھی کیا تم بھول گئے اس نے کیا کہا تھا...... اس نے کس کو حق بجانب پایا تھا؟...... تم لوگوں نے کچھ نہیں سمجھا ہے!...... تم اس کی روشنی میں مہینوں اور سالوں رہے ہو، لیکن تم میں سے ایک کے بھی خواب و خیال میں یہ بات نہیں آسکتی کہ میں نے اس کی محبت کر کے کیا دیکھا ہے ہاں میں نے جو آخری گھڑی میں اس سے ملی، میں نے جو تم میں سے کمترین کنیز تھی اور جس کو اس نے اس قدر بلند کر دیا....."

نیقودیموس

(باہر کے غل پر کان لگا کر) "چپ! چپ! سنو! باہر کسی کے چلنے کی آواز آرہی ہے ...."

(بارتیمیوس سے) "جاؤ دیکھو کون ہے؟"

بارتیمیوس

(کھڑکی پر) ایک آدمی جو لبادہ میں لپٹا ہوا ہے۔........ ایک روحی.....

......وہ رک گیا...... دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے.......... وہ اندر آ رہا ہے۔
...... دروازہ بند نہیں تھا......"

مریم مجدلانی

(کھانے کے کمرے کے دروازہ کی طرف دوڑ کر) "وہی ہے۔ لیوکیوس۔ ویروس..... اس کے لیے دروازہ کھول دو۔ جلد کھولو۔ میں اس کی آواز سن رہی ہوں۔"

کھانے کے کمرہ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ لیوکیوس اور ویروس دکھائی دیتے ہیں۔ معجزے سے چنگے ہوئے لوگوں، اپاہجوں، بھکاریوں کا مجمع دیکھ کر وہ دہلیز پر ساکت وصامت کھڑا ہو جاتا ہے.....

تیسرا منظر

وہی لوگ۔ لیوکیوس، ویروس

مریم مجدلانی

(ہاتھ پھیلا کر ویروس کی طرف دوڑتے ہوئے)

"یہ تم ہو میرے ویروس! ہاں ہاں! تمہیں ہو! یہ وہ آنکھیں ہیں جو مجھ سے برابر ہو سکتی ہیں..... یہ تلوار یہ شانے اور ہاتھ جو کانپتے نہیں!..... آؤ! آؤ! ..... اب ہم کو کیا کرنا چاہیئے؟..... ہم اس کی کس طرح مدد کریں؟ ...... تم کو کتنے آدمیوں کی ضرورت ہے؟...... تمہارے آدمی کہاں ہیں؟ وہ محض بے گناہ ہی نہیں ہے جیسا کہ تم کو معلوم ہے وہ ایسا معصوم اور مقدس ہے اور سطح عام سے ایسا بلند ہے کہ لوگوں کے خیالات کی اس تک رسائی نہیں ہو سکتی...... وہ انتہائی نیک نفسی میں ساری دنیا کے گناہوں کی سزا برداشت کر رہا ہے۔ لیکن

ہم اس کو روا نہ رکھیں گے کہ وہ ہمارے لیے اپنے آپ کو قربان کردے.
اس کی ایک نگاہ اس کی زبان سے ایک لفظ تمام دنیا کی جانوں سے زیادہ
قیمتی ہے......"

ویروس

(سرد مہری کے ساتھ) "کیا یہی وہ جگہ ہے جہاں مجھ کو تم سے ملنا تھا؟..... یہ
کون لوگ ہیں۔ یہ لوگ جو تمہیں گھیرے ہوئے ہیں.......؟

مریم مجدلانی

" ان پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے..... یہ لوگ بھی اس کو اسی طرح چاہتے ہیں،
جس طرح کہ وہ ان کو چاہتا تھا..... لیکن ان کو ایک سرگروہ کی ضرورت ہے.....
وہ تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ تم جہاں کہو گے"

ویروس

(طنز کے ساتھ) "میں اس اجنبی فوج کی سپہ سالاری کرنے نہیں آیا ہوں
...... میں نہیں سمجھتا کہ تمہارا کیا مطلب ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو باہمی غلط فہمی
ہوئی ہے...... اور ہم کو اتنے گواہوں کے سامنے اس مسئلہ پر بحث نہیں کرنا
چاہیے......"

مریم مجدلانی

" تم ٹھیک کہتے ہو...... (دوسروں سے) ہم کو تنہا چھوڑ دو۔ جب کام
کا وقت آئے گا تو میں تم کو بلالوں گی"

سب چلے جاتے ہیں سوا مریم مجدلانی
اور ویروس کے

چوتھا منظر

لیوکیوس، ویروس، مریم مجدلانی

ویروس

(تلخ لہجہ میں) "یہ غیر معمولی لوگ کون ہیں؟......"

"میں نے آج تک اپاہجوں، آوارہ گردوں اور عفونت پھیلانے والے مریضوں کا اتنا بڑا مجمع نہیں دیکھا تھا ان کو تم سے کیا کام رہتا ہے؟...... میں نے سنا ہے کہ اب تم نہایت کریہہ اور ناپاک لوگوں میں رہا کرتی ہو۔ ان لوگوں میں جو سب سے بڈھے اور ضعیف، سب سے زیادہ بدصورت سب سے زیادہ گندے اور سب سے زیادہ وبا پھیلانے والے ہیں۔ جن پر تم اس دن فاضل سیلاٹوس کے گھر میں اس خوبصورتی کے ساتھ نفریں کر رہی تھیں۔ لیکن میں کبھی یہ نہیں مان سکتا تھا کہ یہ لوگ تم سے اس قدر بے تکلف ہیں...... خیر! مجھے اب اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن میں تم سے کہہ چکا تھا کہ میں بہت جلد تم سے پھر ملوں گا...... ابیوس نے مجھ سے کہا کہ تم رومیوں کے ٹولے میں مجھے تلاش کر رہی ہو میں ہر کام کو چھوڑ جلد سے جلد تم سے ملنے چلا آیا...... میں اچھی طرح جانتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے اور میں اپنے وقت کا انتظار کر رہا تھا......"

مریم مجدلانی

تم کیسے نیک اور سخی ہو، تمہاری موجودگی اور تمہاری مسکراہٹ سے کس قدر ڈھارس اور تسکین ہوتی ہے!...... یہ لوگ...... کاش! تم کو معلوم ہوتا...... یہ لوگ ان بید وں کی طرح کانپ رہے تھے۔ جن کا ذکر ہمارا خداوند اکثر کیا کرتا ہے۔ اور میں بالکل بے بس ہو رہی تھی اور مارے شرم کے مری جا رہی

تھی ...... مگر میں جانتی تھی کہ تم پھر ہمارے پاس واپس آؤ گے اور اب یہ تمہیں ہو۔ یہ تمہارے ہی بازو ہیں اور یہ تمہارا ہی سینہ ہے ...... اب میں ایسا محسوس کر رہی ہوں کہ سارا دم ہماری حفاظت کر رہا ہے اور تمہارے یہ بازو جو ہر مہم سر کر سکتے ہیں اس کو یوں بے یار و مددگار نہ چھوڑ دیں گے۔

ویروس

مجدلانی! یہ بازو تم کو کبھی نہیں چھوڑیں گے، باقی سب، کچھ صرف تم پر منحصر ہے۔ میں شاید نیک اور سخی ہوں۔ لیکن اپنے مخصوص طریقہ پر۔ اور ہم کو ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے ...... ہاں تو اس کو گرفتار کر لیا گیا ہے جس کے ساتھ تم کو ایسی شدید وابستگی ہے۔ جیسا کہ میں نے کہہ دیا تھا کہ لوگ اس کو گرفتار کر لیں گے ......"

مریم مجدلانی

انھوں نے اس کو گرفتار نہیں کر لیا ہے۔ معبد کے سارے نوکر، سائیس چرواہے، باورچی خانہ کے ملازم سب اس پر ٹوٹ پڑے۔ اس کو ذلیل و رسوا کیا۔ اور طرح طرح کا بُرا سلوک کیا ...... اور چوں کہ وہ ڈر رہے تھے۔ چوں کہ وہ اتنے بزدل تھے کہ اکیلے یہ سب کچھ انجام دینے کی ہمت نہیں کر سکتے۔ انھوں نے رومی سپاہیوں کو اپنی مدد کے لیے آمادہ کر لیا ......"

ویروس

"میں سب کچھ جانتا ہوں۔ لیکن بہتر ہوگا اگر ہم قصہ مختصر کر کے اصل مطلب کی طرف آئیں"

مریم مجدلانی

" ہاں ضائع کرنے کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے"

ویروس

"گرفتاری کا سوال اب نہیں رہا۔ نہ ان بدسلوکیوں کا سوال ہے جو کم و بیش بجا تھیں۔ اب تو فوری سزائے موت کا سوال ہے۔ میں ناظم بنطیس پیلاطس سے مل چکا ہوں۔"

مریم مجدلانی

"بہت اچھا کیا۔ اس نے کیا کہا؟......"

ویروس

"میں نے اس کو حیران و پریشان پایا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا وہ نہایت دھیما اور ارادہ کا کمزور آدمی ہے اور جھگڑے اور تشدد کا دشمن ہے۔ اس کو دو چیزوں کے درمیان فیصلہ کرنا تھا۔ ایک طرف تو کاہنوں اور ان کے جانب داروں کی شورش تھی۔ دوسری طرف ایک ایسے فساد برپا کرنیوالے شخص کی قربانی تھی جو ہے تو یقیناً فتنہ انگیز اور خطرناک۔ لیکن جس نے شاید رومی قانون اور عدالت کی نظر میں اتنا بڑا جرم نہیں کیا ہے کہ اس کی سزا موت ہو۔ میں نے اپنے ضمیر اور احساس فرض کے مطابق اس سے باتیں کیں۔ اس نے بالکل پس و پیش نہیں کیا۔ اور وہ صورت اختیار کی جو انسانیت اور دانش مندی سے زیادہ قریب تھی۔ اور چونکہ میں ایک مسلح محافظ سپاہی ہوں اور رومی امن وصلح کا ذمہ دار ہوں اس لیے اس نے تمھارے ناصری کی قسمت کا فیصلہ میرے سپرد کر دیا ہے۔ مگر اس کا مجھ کو بہرحال اعتراف کر لینا چاہیے کہ اس ملاقات سے پہلے میں نے واقعات کو قصداً چھوڑ دیا کہ وہ صورت اختیار کریں جو انھوں نے اختیار کی ......"

مریم مجدلانی

"تو وہ بچ گیا! اس کا یقین تھا۔ اور اگر میں نے تمہاری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں رکھا بلکہ تمام امیدیں لیے ہوئے تمہاری طرف رجوع کیا تو میں اس امر میں کس قدر حق بجانب تھی ......"

ویروس

"ہم کو اتنا جلد جلد آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ ابھی بہت سی باتوں پر غور کرنا ہے......"

مریم مجدلانی

"تم کیا کہتے ہو؟......"

ویروس

"میں کہہ رہا ہوں کہ ابھی بہت سی باتوں پر غور کرنا ہے.... اگر تمہارے معاملے کا علم مجھ کو نہ ہوتا تو میرے فیصلہ میں مطلق کوئی پس و پیش نہ ہوتا۔ میں اس پر ترس کھاتے ہوئے بھی اس بدبخت کو امن عامہ پر قربان کر دیتا۔ سلطنت کا حکم ناطق یہی ہے۔ مگر اب ...."

مریم مجدلانی

مگر اب وہ بات نہیں رہی، تم سب کچھ جانتے ہو۔ اب ایک لمحہ کے لیے بھی پس و پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ایسا کرنا درندگی ہوگی۔"

ویروس

"بیشک اب ایک لمحہ کے لیے بھی پس و پیش کرنے کی گنجائش نہیں۔ بقول تمہارے ایسا کرنا درندگی ہوگی ...... تو کیا میں ایک خوش نصیب رقیب کو موت سے بچا کر جس کا وہ بخوبی مستحق ہے، اب میں دوبارہ اس عورت کو کھو دوں جس کے سوا نہ میں نے کسی کی محبت کی ہے اور نہ کر سکتا ہوں۔ یہ تو

یقیناً ناممکن ہے ......"

مریم مجدلانی

"میں اچھی طرح سمجھ نہیں سکی۔"

ویروس

"حالانکہ بہت سیدھی سی بات تھی۔ اُس کو بچانے کے یہ معنی ہیں کہ میں تم کو غیر محفوظ اس شخص کے حوالہ کر دوں اور وہ تم کو گھسیٹتا ہوا ٹھوکر پر ٹھوکر کھلاتا ہوا حماقت اور شامت کے نہ جانے کس گڈھے میں لے جاکر گرا دے جہاں سے کوئی انسانی عقل و تدبیر تم کو نکال نہ سکے۔ اس کے علاوہ جہاں تک اپنی ذات کا تعلق ہے میں انتہا ئے سادگی اور حماقت میں خود اپنے ہاتھوں سے تم کو اس کے حوالے کر کے تم کو عمر بھر کے لیے کھو دوں گا اور ایسے کے ہاتھوں میں دے دوں گا جو ایسی مسرتوں سے میری مسرتوں کو غارت کر رہا ہے جن کا کوئی انسان جس میں انسانیت باقی ہو مقابلہ کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ برخلاف اس کے اگر میں اس کو اس کے مقدر پر چھوڑ دیتا ہوں تو اس کی امید بھی ہوتی ہے کہ تم پھر ہوش میں آکر اندھیرے سے اجالے کی طرف واپس آؤ۔ اور میرے لیے اس کی صورت نظر آتی ہے کہ تم کو پھر اپنے رستہ میں پاؤں، اِس لیے کہ مجھے امید ہے ابھی ہم دونوں کو زندگی کی ایک طویل مدت گزارنا باقی ہے۔ اور جیسا کہ تم نے بھی مثل سنی ہوگی۔ روم کو جانے کے لیے بہت سے راستے ہیں ......"

مریم مجدلانی

سمجھ گئی! ...... سمجھ گئی! ...... اس لیے کہ میں سمجھنے پر مجبور کر دی گئی لیکن ابھی مجھ کو پورا یقین نہیں آتا ...... نہیں، یہ ممکن نہیں ...... اور تم جس کو

میں خوب جانتی ہوں، مجھ سے اس بے دردی کے ساتھ صرف یہ کہنے نہیں آئے ہو کہ تم اس کو برباد کر کے اس نقصان کا بدلہ لینا چاہتے ہو جو اس نے کبھی تم کو پہنچایا نہیں ...... کوئی صورت بھی ہوگی۔ ضرور اس کے علاوہ کچھ اور ہے ....‘‘

ویروس

ہاں ایک صورت بھی ہے ...... اگر تم اس پر تلی ہوئی ہو تو اس کو بچانے کی ایک اور صورت رہ گئی ہے لیکن جس حد تک پہنچ گئے ہیں اور جس حد تک میں معاملہ کو بڑھا لایا ہوں اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب اس کو بچانا غالباً خود میری بربادی ہے۔ اس کے علاوہ وقت بہت تنگ ہے۔ فیصلہ لکھا جا چکا ہے۔ میں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ علی الصباح اس کو مار ڈالا جائے گا۔ کیونکہ عید فسح کی وجہ سے ایک ایک گھنٹہ کا سختی کے ساتھ شمار کر لیا گیا ہے۔‘‘

مریم مجدلانی

مجھ کو کیا کرنا ہے؟ ...... جلد بولو جلد میں اس کو کروں گی۔‘‘

ویروس

قیدی میرے آدمیوں کے پہرہ میں ہے اس لیے اس کو بھگا لے جانا ناممکن نہیں ہے۔‘‘

مریم مجدلانی

’’ہاں! ہاں! ٹھیک ہے۔ یہ بہت آسان کام ہے اور ہم کو یقیناً یہی کرنا چاہیے ...... ایک مرتبہ وہ آزاد ہو جائے پھر وہ جا کر کہیں چھپ جائے گا اور لوگ اس کو بھول جائیں گے ...... اب ہم زیادہ وقت ضایع نہ کریں .... لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ تم مجھ سے یہ کہنے کیوں آئے کہ .....‘‘

ویروس

"بہت جلد تمہاری سمجھ میں سب کچھ آجائے گا...... تو اب قیدی کی جواب دہی میرے سر ہے۔

تم جانتی ہو میں کیا کر رہا ہوں؟ تم جانتی ہو کہ اس کو آزاد کر کے میں کس چیز کو خطرہ میں ڈال رہا ہوں؟........"

مریم مجدلانی

"تم صرف اپنا فرض ادا کر رہے ہو۔ اگر ایک بے گناہ شخص کو آزاد کر رہے ہو۔"

ویروس

اس کی بے گناہی کی تحقیقات کرنا میرا کام نہیں ہے اس سے مجھ کو کوئی مطلب نہیں۔ میں اس کا قاضی نہیں ہوں بلکہ اس کا پہرہ دار ہوں......"

مریم مجدلانی

تمہارے سپاہی اپنی زبانیں بند رکھیں گے اور کوئی یہ نہ جاننے پائیگا کہ..."

ویروس

میرے سپاہی اپنی زبان بند نہ رکھ سکیں گے۔ ان کو دو چیزوں میں سے ایک کو پسند کرنا پڑے گا۔ یا تو سکوت یا اپنی اپنی جان۔ لہٰذا یہ معلوم ہو جائے گا کہ انھوں نے میرے حکم پر عمل کیا۔ اور آج تک ایسا نہیں ہوا ہے کہ انہوں نے کبھی اپنے شکار، اپنے انتقام اور اپنی عداوت کو ہاتھ سے جانے دیا ہو۔ وہ جائیں گے اور پہلے انطاکیہ میں حاکم شام سے اور پھر خود قیصر سے شکایت کریں گے وہ قیصر جس کا غصہ بے بنیاد سے بے بنیاد شبہ پر بھڑک اٹھتا ہے۔ تم جانتی ہو قیصر کیا ہے؟......"

"بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ قوی اور جلیل القدر ہستی جس کے سایے سے بھی لوگ کانپتے ہیں۔ میرے حق میں اس کے یہ معنی ہوں گے

کہ اگر موت کی سزا نہیں تو کم سے کم روم سے بہت دور جلا وطنی کی سزا تو ضرور بھگتنی ہوگی...... یہ ہے میری قربانی۔ یہ ہے وہ خطرہ جو میں مول لے رہا ہوں۔ اب تم سے بھی سنوں کہ تم کیا خطرہ مول لے رہی ہو؟......"

مریم مجدلانی

"تم مجھ سے یہ سننے کے منتظر ہو؟...... تم مجھ سے کس چیز کی بھینٹ لینا چاہتے ہو؟ میرے پاس تو اب کچھ رہا نہیں۔ میں نے اپنی ساری دولت اس دن شام کو محتاجوں میں تقسیم کر دی......"

ویروس

میں کوئی ایسی چیز نہیں مانگتا جو محتاجوں کو دی جاتی ہے اور اب اس قسم کے حیلے بہانے اور لفظوں کے ہیر پھیر بہت ہو چکے جن سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا...... مجھے گویا انصاف کی ایسی ہی تو پروا ہے کہ ایک بے خانماں آوارہ گرد کے لئے اپنی شامت اور جلا وطنی گوارا کر لوں......
...... تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم کو چاہتا ہوں۔ صرف تم کو۔ تم کو بلا شرکت غیرے۔ میں تم کو برسوں سے چاہتا رہا ہوں اور اب میری گھڑی آ گئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ گھڑی اتنی خوشگوار نہیں ہے۔ جتنی کہ میں چاہتا تھا!......
...... لیکن اب تو بہر حال جیسی ہے ویسی ہے۔ اور انسان اپنی زندگی بنانے کے لیے جو موقع بھی پاتا ہے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ہم دونوں کو اس وقت اپنی اپنی دیوانگی کا سامنا ہے جو ہم لوگوں سے زیادہ قوی ہے۔ اور اب ہم پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ ہم کو کسی نہ کسی مفاہمہ پر پہونچنا ہے۔ جتنا ہی زیادہ تم اس کو چاہتی ہو اتنا ہی زیادہ میں تم کو چاہتا ہوں۔ جتنا ہی زیادہ تم اس کو بچانا چاہتی ہو اتنا ہی زیادہ میں اس کو برباد کرنا چاہتا ہوں ہم کو ایک

فیصلہ پر پہونچنا ہے۔ تم کو اس کی زندگی چاہیئے، مجھ کو اپنی۔ اور تم کو اس کی
زندگی مل جائے گی لیکن قبل اس کے کہ وہ موت کے منھ سے بھاگ نکلے۔
میں تم کو حاصل کر لوں گا۔ بولو! طے ہے؟...... ہم اس پر راضی ہیں؟......
......اگر ہمت ہو تو "نہیں" کہو۔ اور پھر اس کا خون اس عورت کی گردن پر ہوگا
جس نے اس کو اس نوبت کو پہنچایا ہے اور جواب دوبارہ اس کو نیست و
نابود کرنا چاہتی ہے......"

مریم مجدلانی

آہ! تو یہ بات ہے!...... ہاں، ہاں! میں جانتی ہوں۔ میں دیکھ
رہی ہوں۔ مجھے احساس نہیں تھا مجھے اس کا خیال بھی نہیں تھا۔ مگر خیر! یہی
وجہ تھی کہ باوجود اس کے کہ میں تم پر اعتماد کرنا چاہتی تھی۔ لیکن مجھ کو تم پر اعتماد
نہ ہوتا تھا!...... کیسی عجیب و غریب اور کیسی خوفناک بات ہے اور ہم لوگوں
سے کس قدر دور ہے...... اس کو سمجھنے کے لیے تو کچھ وقت درکار ہے....
.... آدمی کے سارے خیالات پریشان ہوئے جاتے ہیں اور روح پستی
میں گرتی چلی جاتی ہے۔ جس طرح کہ ایک پتھر کنوئیں میں گرتا چلا جاتا ہے
کسی چیز کا صحیح مفہوم سمجھ میں نہیں آتا...... بالکل خبر نہیں کہ ہم کہاں کھڑے
ہیں؟......"

ویروس

تم اور میں دونوں خوب جانتے ہیں اور اس سارے معاملہ میں کوئی
پیچیدگی نہیں ہے...... ابھی تھوڑے دن ہوئے جبکہ تم سے اس قدر اصرار
کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور آج یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ جبکہ محبت
کی قیمت کچھ اور ہوگئی ہے جبکہ وہ جان جو تم کو تمام جانوں سے زیادہ پیاری ہے۔"

مریم مجدلانی

آہ! تم سمجھتے نہیں .... اور سوچنے کی بات ہے کہ اس سے زیادہ کوئی اور بھی نہیں سمجھتا۔ ہاں وہ بھی نہیں سمجھتے جو اس کی محبت کا دم بھرتے تھے۔ ..... تو کیا اکیلی میں ہی ہوں جو اس کی روح کی گہرائیوں کا مشاہدہ کر سکی ہوں؟ ..... اور یہ کوئی ایسا مشکل کام بھی نہیں تھا! .... وہ زندگی میں صرف تین مرتبہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ لیکن مجھ کو اس کے خیالات کا علم ہو گیا۔ میں جانتی ہوں کہ اس کی مرضی کیا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ کیا ہے۔ اچھی طرح جانتی ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اس کے اندر رہ چکی ہوں یا پھر وہ مجھ سے بہت قریب ہے۔ اور میری پیشانی پر اپنی نگاہیں جمائے ہوئے ہے جن میں آسمان سے فرشتے اترتے رہتے ہیں جیسا کہ اس شام کو اتر رہے تھے جبکہ میں نے اس کے پاؤں کو چوما تھا اور ان کو اپنے بالوں سے پونچھا تھا .....“

ویروس

یہ تو مجھے پہلے سے خوب معلوم تھا کہ میں بہت دیر کر کے آیا۔ لیکن میں کبھی یہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ تم اتنی دور جا چکی ہو ..... اگر اس نے تم سے صرف تین ہی مرتبہ باتیں کی ہیں تو اس نے یہ لمحے ضایع نہیں کیے ہیں اور تم کو کافی طور پر پڑھا دیا ہے جس سے میرے شکوک دور ہو جائیں ...... لیکن ذرا زیادہ سکون اور سنجیدگی سے غور کرو۔ اب یہ سوال محبت کا نہیں ہے اور اگر تمہارے عاشق ہی سے مشورہ لیا جائے تو وہ بھی تسلیم کر لے گا کہ موت کے مقابلہ میں ایک بوسہ کا وزن کچھ زیادہ نہیں ہے ...... چونکہ تم اس کو اس قدر چاہتی ہو اس لیے کیا اس کی جان اتنی قیمتی نہیں ہو سکتی کہ اس کے لیے اس کی تھوڑی سی رنجش گوارا کر لی جائے؟ ایسی رنجش جو اب سے کچھ عرصہ پہلے تمہارے اندر اتنی

ہیبت نہیں پیدا کر سکتی تھی ؛ اگر اس کمرہ میں کوئی آئینہ ہوتا تو میں جا کر اپنی صورت
اس میں غور سے دیکھتا کہ اتنے تھوڑے دنوں میں وہ کون سی خرابی مجھ میں پیدا
ہو گئی جس نے مجھ کو اس قدر قابل نفرت بنا دیا ہے کہ اب تم اس شخص کی اذیتوں
کو گوارا کر لینے کو تیار ہو جس کو تم پوجتی ہو مگر یہ گوارا نہیں کہ میرے ہونٹ تم کو
چھو لیں !...... مگر معاملہ کیا ہے ؟..... معلوم ہوتا ہے میں ناممکن چیزوں
کا ذکر کرتا رہا ہوں۔ میں نے آخر کیا کیا ہے ؟ میں نے کیا کیا ہے ؟ تمہارا چہرہ
بگڑ رہا ہے میری طرف اس طرح دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ان آنکھوں سے دیوانگی
اور ہیبت برس رہی ہے ۔ گویا وہ سورج کو گرتے ہوئے یا کسی قبر کو ناپاک ہوتے
دیکھ رہی ہیں ......"

مریم مجدلانی

"مجھے چھوڑ دو...... تم سمجھ نہیں سکتے...... میں اب سمجھنے لگی ہوں......"

ویروس

"اب سے کچھ روز پہلے تم کو سمجھنے میں اتنی دیر نہیں لگتی تھی ......"

مریم مجدلانی

(نرم اور پر اسرار لہجہ میں) ہاں ! ہاں !...... اس لیے کہ انسان رفتہ رفتہ
دیکھتا ہے (اپنے سامنے آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہوئے) دھیرے دھیرے
اس کی تہیں کھل رہی ہیں۔ اس چیز کی طرح جس کی نہ کوئی ابتدا ہے نہ کوئی انتہا
اور نہ کوئی نام ہے ...... اس وقت دو موتوں کا سوال ہے۔ میرے ہاتھ
میں دو موتیں ہیں اور مجھ جیسی مجبور و حقیر ہستی کے لیے جو اس دنیا میں پیدا ہوئی
ہو۔ یہ بار ناقابل برداشت ہے

ویروس

دو موتیں ؟........ تمہارا مطلب کیا ہے ؟ .... تمہاری نیت یہ یقیناً نہیں ہوگی کہ تم بھی اس کے پیچھے جان دیدو ! ...... چوں کہ وہ تم کو چاہتا ہے اس لیے تمہاری موت اس کی اپنی موت میں ایک بے کار تلخی کا اضافہ کردیگی۔

مریم مجدلانی

(اسی نرم اور پراسرار لہجہ میں) نہیں ! ...... میں اپنی موت کا ذکر نہیں کر رہی تھی ...... وہ دو دوسری موتیں ہیں ...... میرے حواس ابھی بجا ہیں ...... میں تاریک گہرائی میں بہت صاف دیکھ سکتی ہوں ...... مجھے دیکھنے دو اس جگہ جہاں تم کو کچھ نہیں دکھائی دیتا ...."

ویروس

مجھ کو یہ خیال بھی نہیں تھا کہ جب میں تم کو اس کی آزادی دینے جا رہا ہوں اور اپنی محبت کے لیے جو بھینٹ چڑھانے جا رہا ہوں ......"

مریم مجدلانی

(یکایک جوش و ہیجان میں) "محبت کے لیے تم جو بھینٹ چڑھانے جا رہے ہو ! .... کاش ! تم اس بھینٹ کو دیکھ سکتے جو یہاں چڑھ رہی ہے جس کو دیکھنے کی فرشتے بھی ہمت نہیں کر سکتے ...... مگر تم کو کیا خبر کہ اس دنیا میں کیا ہو گیا جب سے اس نے اس دنیا میں قدم رکھا ہے۔ اب یہ وہی زمین نہیں ہے۔ اور اب یہ ممکن نہیں ...... اس کے ورود سے پہلے معصوم سے معصوم کوئی پس و پیش نہ ہوتا ...... اور اب بھی اگر وہ درمیان میں نہ ہوتا اگر کسی دوسرے کا سوال ہوتا تو میں جو اس کے توسط سے ازسرِ نو پیدا ہوئی ہوں اپنے اندر اتنی قوت نہ پاتی ...... میں اس ہستی کو بچانے کے لیے شاید ساری دنیا کے ساتھ جس کو وہ اس قدر چاہتا ہے گناہ کرنے پر آمادہ ہو جاتی"

...... لیکن اس نے محبت کرنے اور مصیبت برداشت کرنے کی غیر معمولی قوت ودیعت کر دی ہے میں اس سے مخالفت کر کے اس کی مرضی کے خلاف اس کو بچا سکتی تھی۔ لیکن اب خود اپنے سے مخالفت نہیں کر سکتی...... اگر میں اس کی زندگی کو اس قیمت پر خریدوں جو تم لگا رہے ہو تو جو کچھ وہ چاہتا ہے، جو کچھ اس کو سب سے زیادہ عزیز ہے وہ سب فنا ہو کر رہ جائے...... میں چراغ کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کے شعلہ کو دلدل میں نہیں دفن کر سکتی...... یہی ایک موت ہے جو اس پر اثر کر سکتی ہے۔ میں اس کے لیے یہ موت نہیں چاہتی...... لیکن ذرا میری طرف اور زیادہ آنکھیں کھول کر دیکھو تو شاید وہ سب کچھ دیکھ سکو گے جس کو میں محبت سے مغلوب ہو کر ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے کو حوالہ کر دوں تو جو کچھ اس نے کہا ہے جو کچھ اس نے کیا ہے، جو کچھ اس نے دیا ہے وہ سب تاریکی میں پھر فنا ہو جائے۔ دنیا جتنا کہ اس کے نہ آنے سے ویران رہتی اس سے کہیں زیادہ ویران ہو جائے اور انسان کے لیے بہشت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے...... اگر میں اس کے لیے زندگی کے یہ چند دن اور حاصل کر لوں تو میں اس کو یک قلم مٹا دوں گی۔ نہ صرف اس کو مٹا دوں گی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ اِن چند دنوں کا حاصل کرنا سب کچھ مٹا دینا ہے......"

ویریوس

اس کے لیے زندگی کے صرف چند دنوں کو حاصل کرنے کا سوال نہیں ہے۔ بلکہ اس کو طرح طرح کی اذیتوں سے چھڑانے کا سوال جن کے صرف خیال سے تم کو اپنے فیصلہ پر دوبارہ غور کرنا چاہیے......"

مریم مجدلانی

"میں جانتی ہوں! جانتی ہوں......... چونکہ میں اس کو اتنا چاہتی ہوں جتنا کہ اس دنیا میں جس پر فردوس نے ابھی اپنی محبت کی بارش نہیں کی ہے۔ کوئی کسی کو نہیں چاہ سکتا، اس لیے کیا مجھکو اس پر سے وہ چیز قربان کر دینا نہیں چاہیئے جو اب تک مجھ سے پہلے کسی انسانی ہستی کو نصیب نہیں ہوئی؟......... لیکن تم تو مجھ سے وہ سب کچھ اس نے دیا ہے وہ اس کی زندگی سے بہت زیادہ ہے اور جتنا اس کے اندر رہے گی اس سے کہیں زیادہ ہمارے دلوں میں رہے گی.... میں اس سے زیادہ نہیں جانتی۔ اس سے زیادہ نہیں دیکھتی۔ اس سے زیادہ نہیں سمجھتی۔ میں شاید اس پر راضی ہو جاتی اگر میری ہستی تنہا میرے بس میں چھوڑ دی جاتی۔ مگر اب یہ ممکن نہیں اور خدا کو یہ منظور نہیں......."

ویروس

"دیوتاؤں کو ہمیشہ وہ سب کچھ منظور ہوتا ہے جو انسان کو منظور ہوتا ہے۔ یقین مانو اگر اس وقت اس شخص کی شنوائی ہوتی جس کو تم اس طرح اذیتوں کے حوالے کر رہی ہو تو وہ مطلق پس و پیش نہ کرتا......."

مریم مجدلانی

"آہ! مجھے معلوم ہے کہ وہ پس و پیش نہیں کرے گا اور یہی وجہ ہے کہ ایک اندھے جانور کی طرح دو قربانیوں کے درمیان میں اس طرح جد و جہد کر رہی ہوں!... میری پچھلی شرمناکیاں ہیں جو مجھ کو اس طرح بے بس کیے ہوئے ہیں۔ اور جو مجھ کو اس کی مرضی کی سطح تک پہنچنے میں مانع ہیں!....."

ویروس

"موت کے سامنے انسان کی صرف ایک مرضی ہوتی ہے......"

مریم مجدلانی

"میرے اللہ! میرے اللہ! میں کچھ نہیں ہوں۔ ہر ناپاکی سے پاک ہو چکی ہوں پھر اس ایک ناپاکی سے کیا ہوتا ہے جس کی بدولت تجھ کو تیری زندگی مل جاتی ہے؟...... لیکن کیا یہ میرا سوال ہے؟..... کیا میں تیری نجات کو ناپاک کر کے تجھ کو ناپاک نہیں کر رہی ہوں؟...... تو جو ایک سرچشمہ ہے جس سے تمام پاکی تمام مسرت اور تمام زندگی کے سرچشمے نکلیں گے.... ...... سمجھ میں نہیں آتا کہ اب میں اپنی روح کو کہاں ٹھکانے لگاؤں..... اگر میں اس کو کھو دیتی ہوں تو میرے پاس کچھ نہیں رہتا اور اگر اس کو بچاتی ہوں تو ہم سب کے پاس کچھ نہیں رہتا......"

ویروس

"اگر زندگی سلامت رہے تو کچھ نہیں جاتا۔"

مجدلانی

"میں تمہاری منت کرتی ہوں چپ رہو!...... مجھے اس کے سکوت اور اس کی مرضی میں تنہا چھوڑ دو...... مجھے سوچنے دو مجھے دوسری آوازوں کی طرف متوجہ ہونے دو، میں ابھی اس کو اتنا نہیں چاہتی جتنا کہ اس کا حق ہے...... میں بے کار اپنی آنکھوں کو اس کی فردوس تجلی کی طرف اٹھاتی ہوں۔ مجھے صرف اس کی موت اس کی مصیبتیں اور اس کی اذیتیں نظر آتی ہیں...... یا پھر اس کی صامت و ساکت صورت۔ اس کی آنکھیں جو جس چیز کو دیکھتی تھیں اس کو منور کر دیتی تھیں...... اس کے ہونٹ جو ہر وقت مسرت کا پیغام دیتے تھے...... اس کے پاؤں جن کو میں نے چوما ہے بے جان اور برف کی طرح سرد!...... ویروس! ویروس! ترس کھاؤ!...... میں

برداشت نہیں کر سکتی! .... میں گر رہی ہوں .... میرے ساتھ جو چاہو کرو! ......"

ویروس

(اس کو اپنی آغوش میں لے کر) "مجدلانی! مجدلانی! .... میں جانتا تھا........"

مریم مجدلانی

(اس کے بدن سے مس کر کے کود کر الگ ہوتے ہوئے) "نہیں! تم نہیں جانتے تھے اور یہ۔ یہ وہ بات نہیں ہے، بالکل دوسری بات ہے۔ اظہار جذبات کا دوسرا ذریعہ بھی ہے .... ویروس! آؤ سنو! تم جذبات سے اس قدر عاری نہیں ہو! ...... تم کوئی راکشس نہیں ہو! .... تم بھی سمجھ جاؤ گے! .... سب کچھ تمہیں پر منحصر ہے .... میرے لیے یہ بالکل ناممکن ہے .... دیکھو ایک دیوار ہے جس پر اس کے فرشتے پہرہ دے رہے ہیں میں اس کو پار نہیں کر سکتی ...... میں ایسا کرنے کا خیال بھی نہیں کر سکتی .... لیکن تم ...... تم سب کچھ کر سکتے ہو۔ ذرا سوچو کہ تمہارے ان انسانی ہاتھوں میں دیوتاؤں کے دیوتا کی زندگی ہے۔ جو اُس دنیا سے اتر کر اِس دُنیا میں آیا ہے! ..... میں جانتی ہوں ...... میں جانتی ہوں۔ تمہارا اس پر اعتقاد نہیں .... لیکن کم سے کم تم کو اس کی بے گناہی کا یقین تو ہوگا ہی۔ اور تم جانتے ہو کہ اس نے کوئی برا کام نہیں کیا ہے ...... وہ جانتا بھی نہیں کہ برا کام کس کو کہتے ہیں ...... اس لیے کہ وہ سراسر خیر و برکت ہے ..... اس نے سوا اس کے کچھ نہیں کیا ہے کہ بیماروں کو چنگا کرے۔ غمگینوں کو تسلی دے اور

خدا سے دعائیں مانگے .... اس نے صرف لوگوں کی روحوں میں نئی جانیں ڈالی ہیں، اور ان کو مسرت و سعادت سے معمور کر دیا ہے ...... کاش! تم اس کو جانتے ہوتے۔ کاش! وہ تم سے صرف ایک بار مخاطب ہوا ہوتا!.... ...... وہ معصوم ہے ...... تم منصف مزاج ہو ...... تم جبری ہو اور طاقت و مقدرت رکھتے ہو۔ تم اس کو اس طرح بے سہارے جلاّدوں کے حوالہ نہیں کر سکتے۔ یہ رومی وضع کے خلاف ہو گا۔ یہ شیوۂ مردانگی کے خلاف ہو گا......"

ویروس

"بس بہت ہو چکا۔ اور چونکہ اب ہر بات بیکار ہے اس لیے جس طرح تم نے خود فیصلہ کیا ہے اسی طرح اس کے ساتھ سلوک کیا جائے۔ ...... اب اس کو صلیب کی طرف میں نہیں لے جا رہا ہوں......"

مریم مجدلانی

(ویروس کے دامن سے لپٹ کر جو اب دروازہ کی طرف قدم اٹھا رہا ہے) "ویروس! ویروس! میں ہاتھ جوڑتی ہوں ابھی بات ختم نہیں ہوئی ہے۔ ابھی میں سب کچھ نہیں کہہ چکی ہوں...... اس طرح اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا...... لیکن صرف ایک ناممکن چیز مجھ سے نہ مانگو...... میں تمہاری لونڈی ہو جاؤں گی اور تمہارے دامن سے لپٹی رہوں گی۔ تمام عمر دست بستہ تمہاری خدمت کے لیے تیار رہوں گی۔ لیکن تم مجھ کو اس کی زندگی دے دو۔ اور میری روح سے اور ساری دنیا سے اس چیز کو نیست و نابود نہ کرو جو ہماری نئی زندگی کی روح رواں ہے..."

ویروس

"بس! بہت ہو چکا! ...... اس کے علاوہ اب زیادہ فرصت نہیں ہے۔ اپنے ایک رقیب کو جس سے مجھ کو نفرت ہے بچانے کے لیے میرا تحمل اتنا ہی مضحکہ خیز ہے جتنی کہ تمہاری یہ کوشش کہ صرف اس کے بھجن گا گا کر اپنے عاشق کو بچا لو! ...... اب اگر اب سے تین گھنٹے سے پہلے تم اس کو مردہ دیکھو تو اس پر تم رونا نہیں ورنہ تمہارے آنسو الٹے تمہارے منہ پر پڑیں گے! ....

(یوسف الرمطی کو دیکھ کر جو کمرے کی بائیں طرف کا دروازہ آہستہ سے کھولتا ہے)

کون ہے؟ .... آؤ! آؤ! ہم کو اسی کی ضرورت تھی! ...... ہم کو گواہ درکار ہیں۔ وہ سب شعبدہ باز، غول بیاباں اور ڈراؤنے کوڑھی کہاں ہیں؟ .... میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں ......"

مریم مجدلانی

"کیا؟ ......"

ویروس

ان کو معلوم ہو جائے کہ ان کے خداوند کے ساتھ کس نے دغا کی! .... اس کے بعد دیکھنا ہے کہ تم میں اتنی جرأت ہے یا نہیں کہ ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اس کو یوں ٹھکانے لگا دو۔ اور پھر دیکھیں ان لوگوں پر اس خبر کا کیا اثر ہوتا ہے! ...... اگرچہ یہ لوگ نہایت کریہہ صورت ہیں لیکن میں ایک بار پھر یہی ڈراؤنی شکلیں دیکھنا چاہتا ہوں .... (دروازہ کے پاس جا کر دونوں پٹ کھول دیتا ہے) ......"

مریم مجدلانی

(دوڑ کر اس کو اس فعل سے روکتے ہوئے) "ویروس! ویروس! یہ کسی طرح تم کو زیبا نہیں......"

ویروس

"میں جانتا ہوں! میں جانتا ہوں!...... اب معلوم ہوتا ہے کہ میں کسی چیز کا مستحق نہیں۔ تیرا بھی نہیں! کسی!...... (بلند آواز سے پکارتے ہوئے) چلو! چلو!...... باقی لوگ! تم کہاں ہو؟ جلدی کرو! ادھر آؤ! ارے تم سب لنگڑو! اپاہجو! مفلوجو! بھکاریو! آوارہ گردو! کوڑھیو!...... مجھے تم سے ایک اہم بات کہنا ہے!...... (دونوں کو اڑوں کے بیچ میں حیرت زدہ چہرے نظر آتے ہیں۔)

پانچواں منظر

(ویروس، مریم مجدلانی اور تیسرے منظر
کے قریب قریب کل افراد)

ویروس

"آؤ! آؤ! کسی بات کا خوف نہیں! (سب سہمے ہوئے داخل ہوتے ہیں) تم سب جمع ہو گئے؟ تم بہت کم رہ گئے ہو!...... باقی لوگ کہاں گئے؟......"

یوسف الرمطی

"حضور! ان میں سے بعض ڈرتے ہیں کہ کہیں رات کے وقت......"

ویروس

میں سمجھ گیا۔ وہ ڈر رہے ہیں ..... ان کے اندر محبت اور ایمان اس قدر قوی نہیں کہ وہ حرب کی مصیبت کو بھی برداشت کر لیں .... خیر اتنے لوگ کافی ہیں .... تم اس عورت کو دیکھ رہے ہو؟ .... میں اس کے پاس اس لیے آیا تھا کہ تمھارے خداوند کو بچالوں۔ اس کو صرف "ہاں" کر دینا تھا۔ اس نے صاف "نہیں" کہہ دیا ہے۔ وہ اس کی موت کا حکم دے رہی ہے۔ لہٰذا اب وہ طلوع سحر کے وقت ہلاک کر دیا جائیگا۔"

(مجمع میں کھلبلی پڑ جاتی ہے)

نیقودیموس

"مجدلانی! یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ......"

(مریم مجدلانی کوئی جواب نہیں دیتی ہے)

ویروس

"اس سے پوچھو آپ معلوم ہو جائے گا!" .....

نیقودیموس

"مجدلانی! کیا یہ سچ ہے؟ ......"

(مریم مجدلانی اسی طرح بت بنی ہوئی کھڑی رہتی ہے)

یوسف الرمطی

"آؤ! آؤ! جواب دو! .... تم کو کیا ہو گیا ہے؟ ......"

ویروس

اسی کے ساتھ وہ ان تمام لوگوں کے ساتھ دغا کر رہی اور ان کو مٹا رہی ہے جو اس بہکانے والے کے ہمراہ تھے ...... مجھے جو کچھ کہنا تھا

کہہ چکا...... ... الوداع !......... اب اپنی اپنی خبر لو......"

(دروازہ کی طرف مڑتا ہے)

یوسف الرمطی

(ویروس کو روکتے ہوئے اور منت کرتے ہوئے) "حضور! میں ہاتھ جوڑتا ہوں ....آپ اس طرح نہ چلے جائیں......آپ بہت جلد دیکھیں گے کہ وہ غلطی پر ہے......کوئی نہایت خوفناک غلط فہمی ہوئی ہے...
......مجدلانی ! ادھر آؤ ! ......دیکھو آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟......
اور تم کیا کہہ رہی ہو ؟ ......کیوں ؟......... یہ تو نا ممکن ہے !...
..... اس درمیان میں کیا نئی بات ہو گئی ہے ؟......"

کئی مریض اور بھکاری

(مجدلانی کو گھیر کر جو بے حس و حرکت کھڑی اندھوں کی طرح دور تک خلا میں گھور رہی ہے)

" مجدلانی ! مجدلانی ! ......"

ایک کُبڑا

" اس نے بھی اس کو بیچ ڈالا ! .... وہ اسقریوطی کے ساتھ تھی ...."

مارشہ

(مجدلانی کے گلے میں باہیں ڈال کر)

"مجدلانی ! ...... مجدلانی !...... میری بات سنو ! ......تم کو تو مجھ سے بڑی محبت تھی.......تم کو کیا ہو گیا ہے ؟ ......بس مجھ سے صرف یہ کہہ دو کہ یہ سچ نہیں ہے ...."

مریم کلیوفاس

(مجدلانی کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر)

"مجدلانی! مجدلانی......... نہیں! ...... یہ ناممکن ہے ...... یہ نہیں ہو سکتا کہ تم بھول گئی ہو ...."

ایک محتاج

"تم نے اس کے معاوضہ میں کتنا پایا ہے؟ ...."

ایک شخص

(جو معجزہ سے اچھا ہوا)

"ہاں کتنا؟ ...... اور وہ رقم کہاں ہے؟ ......"

دوسرا

"کل زر واپس کر دو! ..... کل زر واپس کر دو! .... اس کی تلاشی لو ...."

مریم سلمیٰ

"مجدلانی! مجدلانی! وہ پاگل ہو گئی ہے ......"

ایک آوارہ

"کسبی! ...... سپاہیوں کی داشتہ!"

دوسرا

"رنڈی! رنڈی! رنڈی!"

ایک شخص

(جو معجزے سے اچھا ہوا) "جن سات بھوتوں کو اس نے نکالا تھا وہ سب اس کے اندر داخل ہو گئے ہیں! ...."

دوسرا

"اس نے گائے بیل کی طرح ہم سب کو بیچ ڈالا......"

ایک مریض

"ہم سب کو بھگتنا پڑے گا......"

دوسرا

"لیکن اس سے پہلے نہیں......"

وہ شخص

(جس کا ہاتھ سوکھ گیا تھا) "وہ یہاں سے جانے نہ پائے تاوقتیکہ......"

ایک مفلوج

"وہ یہاں سے کسی حال میں زندہ نہ جانے پائے گی۔ اس کا میرا ذمہ......"

(تقریب قریب سب چلاتے ہوئے اور گھونسوں سے دھمکاتے ہوئے مجدلانی کو گھیر لیتے ہیں جو ساکت وصامت کھڑی رہتی ہے)

یوسف الرمطی

(بیچ میں پڑتے ہوئے) "چلو! چلو! اس کو بھول نہ جاؤ کہ تم کون ہو؟ کہاں ہو؟ اور کس کی طرف سے بول رہے ہو۔ (دویروس سے) حضور! میں آپ سے تھوڑے اور تحمل کی درخواست کرتا ہوں...... میں ایک حق پسند اور معقول آدمی ہوں۔ ابھی سب کچھ واضح ہوا جاتا ہے...... سنو مجدلانی! میں اسی کے نام پر تم سے یہ کہہ رہا ہوں اب بھی "ہاں" کہنے کا وقت ہے۔ ...... میں باپ کی طرح تم سے کہہ رہا ہوں......"

(مجدلانی اپنے سکوت کو قائم رکھتی ہے۔)

کُبڑا

"دیکھا! ...... اس کو اجرت ملی ہے ...."

نفرت اور دشمنی کا ایک ہنگامہ برپا ہوجاتا ہے سب اس
کو اور قریب سے گھیر لیتے ہیں، چیخیں، دھمکیاں، لعنتیں
منتیں اور کراہنیں بڑھ جاتی ہیں یکایک سڑک سے
ایک شور اٹھتا ہے جو کمرہ کے شور کو دبا دیتا ہے۔ یہ ایک
برافروختہ مجمع کا شور ہے جو تیزی کے ساتھ قریب آرہا ہے۔
ہتھیاروں کی جھنکار، گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز، کمرہ کے
اندر کا شور فوراً فرو ہوجاتا ہے۔ سب بے صبری کے کان
لگائے سُن رہے ہیں۔"

ایک شخص

(جو معجزہ سے اچھا ہوا" روحی! ......سپاہی! ...... وہ ہم کو گرفتار
کرنے آرہے ہیں ...... اس نے ہم سب کو فریب دیا ...... بھاگ نکلو! ....
.... اس طرف! اس طرف! ...."

سب بدحواس ہوجاتے ہیں۔ بعض مخبوطوں کی طرح دروازہ کی
تلاش میں سارے کمرہ میں بھاگتے پھرتے ہیں۔

ایک آوارہ گرد

نہیں! نہیں! ...... باہر نہ جاؤ! ...... دروازہ ایک ہی ہے! ...... ہم
بھاگ کر جا نہیں سکتے! ...... وہ ہم کو پالیں گے ......"

ایک شخص

(جو معجزہ سے اچھا ہوا) خاموش رہو! .... اور سب

چھپ رہو......"

ایک اپاہج

"چراغ گل کیوں نہیں کر دیتے ؟......... وہ روشنیاں دیکھ لیں گے!

......جلدی کرو! جلدی...... چراغ بجھا دو......"

(چراغ بجھا دیئے جاتے ہیں)

دوسرا

"کھڑکیوں کے قریب نہ جانا!...... کھڑکیوں سے اپنے کو نہ دکھاؤ!...

...... دیواروں سے لگ کر لیٹ رہو!"

ویروس

"یہ بہت اچھا منظر ہے اور میں اس کو آخر تک دیکھنا چاہتا ہوں...."

یوسف الرمطی

(ویروس کے پاس جا کر) "حضور ان لوگوں کو برباد نہ کیجئے......یہ سب مجبور و محتاج ہیں - قریب قریب سب مریض ہیں......... ان کو احساس نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں - ان انسانوں پر رحم کیجیے اور ان کو آزمانے سے باز رہیے ...."

شور

"اس کو صلیب پر چڑھا دو - اس کو صلیب پر چڑھا دو!.........

..... بہکانے والا!......... بہکانے والا!......... جلیلی! ناصری!.......

...وہ معبد کو غارت کرنا چاہتا تھا!....... وہ شریعت کو توڑنا چاہتا تھا.

......کافر!......... اس کو صلیب پر چڑھا دو!....... اس کو صلیب پر چڑھا دو!......... اس کو صلیب پر چڑھا دو!......"

یہی شور سڑک پر بڑھ رہا ہے اور اب گھر کی چار دیواری
سے باہر بھی سنائی دے رہا ہے مشعلوں کی سُرخ روشنی
کمرے کے اندر پڑ رہی ہے یریکو کا اندھا دبے پاؤں
ایک کھڑکی کے پاس جاتا ہے اور باہر جھانکتا ہے۔

ایک دہشت زدہ آواز

"کھڑکیوں کے قریب نہ جاؤ! ......"

ایک لنگڑا

(دوسری کھڑکی کے پاس جاکر) یہ ہو کیا رہا ہے؟ ......"

یریکو کا اندھا

"یہ وہی ہے ......"

کئی آدمی بے اختیار کھڑکیوں پر چڑھ جاتے ہیں اور باہر سڑک
کی طرف بڑی احتیاط کے ساتھ جھانکتے ہیں۔ کبھی۔ کبھی ان میں سے کوئی
شخص ان لوگوں کی طرف مخاطب ہو جاتا ہے جو کمرے میں پیچھے کی طرف رہ
گئے ہیں اور ان سے جو کچھ وہ دیکھتا ہے بیان کر دیتا ہے۔

ایک شخص

(جو لوگ کھڑکیوں پر ہیں ان میں سے) "اس کے چاروں طرف سپاہی
ہیں! ۔ ان کا پورا ایک مجمع ہے ......"

دوسرا

"وہ آرہا ہے! ...... وہ اسی طرف آرہا ہے! .... اس کے ہاتھ
بندھے ہوئے ہیں! .... وہ اس کو مار رہے ہیں۔
......"

تیسرا

"وہ رو رہا ہے !...... اس کی آنکھوں سے خون نکل رہا ہے ؟......"

چوتھا

"وہ اس کو بیلاطس کے پاس لیے جا رہے ہیں !......وہ دیکھو پطرس
اور یوحنّا ہیں جو اپنے کو چھپائے ہوئے ہیں.........!"

دوسرا

"خون ٹپک ٹپک کر اس کے قدموں پر گر رہا ہے.........."

تیسرا

"وہ اب آگے چل نہیں سکتا........ وہ لڑکھڑا رہا ہے........
...... وہ گر پڑتا ہے........"

ویروس

(مجدلانی سے جس نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی ہے اور جو کمرہ کے وسط میں ایک ستون سے لگی ہوئی کھڑی ہے اور وہ کھڑکیوں کی طرف سے بالکل بے خبر اپنے سامنے آنکھیں پھاڑے ہوئے دیکھ رہی ہے) مجدلانی!..."

سڑک پر سارا غل دفعتاً ختم ہو جاتا ہے جیسے کوئی بہت بھاری چیز گر پڑی ہو۔ ایک عجیب و غریب سکوت۔

ایک آواز

(کمرہ میں) "یہ کیا ہوا؟......"

یریکو کا اندھا

(کھڑکی پر) "وہ گر رہا ہے !......... وہ گر پڑا !..........اب وہ اس مکان کی طرف دیکھ رہا ہے.........."

ویروس

"مجدلانی! میں اب بھی تم سے وعدہ کرتا ہوں..........؟

مریم مجدلانی

(بغیر جنبش کیے ہوئے، بغیر ویروس کی طرف دیکھے ہوئے، بغیر غصہ کے صرف ایک ایسی آواز میں جو دوسری دنیا کی ہے۔ اور جو سکون سے اور لاہوتی خلوص و اعتماد سے لبریز ہے۔) "جاؤ!"

یریکو کا اندھا

(کھڑکی پر) وہ اب اپنے پاؤں کے بل کھڑا ہو رہا ہے!......... لوگ اس کو گھسیٹے لیے جا رہے ہیں......"

سڑک پر پھر وہی ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے اور پھر وہی شور "اس کو صلیب پر چڑھا دو" کا سنائی دیتا ہے۔ ویروس آہستہ آہستہ باہر جاتا ہے۔ اس کی آنکھیں مجدلانی پر جمی ہوئی ہیں۔ مجدلانی اسی طرح بے حس و حرکت کھڑی ہوئی ہے۔ جیسے وجد کے عالم میں ہو مشعلیں گذری جا رہی ہیں، اور وہ سر سے پاؤں تک ان کی روشنی میں نہا رہی ہے۔

(پردہ)

سالومی

مصنّفہ

آسکر وائلڈ

مترجمہ

مجنوں گورکھپوری

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

پہلی اشاعت :- ۱۹۲۶ء
دوسری اشاعت :- مارچ ۱۹۶۵ء
مطبوعہ کوہِ نور پرنٹنگ پریس دہلی

تمہید

سالومی آسکر وائلڈ کے مشہور و ممتاز ادبی کارناموں میں شمار کی جاتی ہے، اس مختصر ڈرامہ کی تاریخی روداد دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ سالومی یورپ کی ایک نامور ایکٹرس سارہ برن ہارٹ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی مگر یہ کہنا صحیح نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا

اصل ڈرامہ انگریزی میں نہیں بلکہ فرانسیسی میں لکھا گیا تھا، بعد کو لارڈ الفریڈ ڈگلس نے اس کو انگریزی میں ترجمہ کیا۔

سالومی دراصل اسٹیج کے لیے نہیں لکھی گئی تھی۔ آسکر وائلڈ نے اس کو ۱۸۹۱ تا ۲۸ء میں بمقام ٹار کی تصنیف کیا۔ اس کا پلاٹ کچھ مدت پیشتر ہی سے مصنف کے دماغ میں نشو و نما پا رہا تھا جب کہ اس نے پیرس میں اسی موضوع پر گسٹو مورو (Gustave Moreau) کی چند مسلسل تصویریں دیکھی تھیں فلابیر (Flaubert) کے افسانۂ ہرودیہ (ہرودیاس[1]) سے بھی شاید آسکر وائلڈ نے کچھ مدد لی ہے مگر اس کو ادبی سرقہ نہ سمجھنا چاہیے ورنہ پھر شکسپیر بھی اس الزام سے بری نہیں ہو سکتا، جس کے بیشتر ڈراموں کے ماخذ پلوٹارک اور دوسرے تاریخی اور اساطیری ذرایع ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سالومی سندرمان کے "یوحنا" کا نقش ثانی ہے لیکن سندرمان کا ڈرامہ ۱۸۹۸ء سے قبل نہیں شایع ہوا تھا۔

---

[1] انگریزی میں ہروڈیاس (Herodias) ہے لیکن اردو میں ہرودیہ بہتر معلوم ہوا۔ شاید عربی میں بھی یہی ہو۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آسکر وائلڈ نے سالومی لکھتے وقت تاریخی صحت کا لحاظ بہت کم کیا ہے۔ چنانچہ اس نے ہیرودیس انتی پاس (متی: ۱۴: ۱) ہیرودیس اعظم (متی: ۲: ۱) اور ہیرودیس اگریپا (اعمال: ۱۲: ۲۳) میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ یہ غلطی اس نے جان بوجھکر کی ہے۔

سارہ برن ہارٹ سے جو روایت منسوب کی جاتی ہے اس کی بابت اتنا جاننا ضروری ہے کہ وہ آسکر وائلڈ کو عرصہ سے جانتی تھی۔ آسکر وائلڈ برابر اُن تھیٹروں میں جاتا رہتا جہاں وہ ایکٹ کرتی ہوتی۔ ایک دفعہ اس نے وائلڈ سے کہا کہ مجھے ایک ڈرامہ لکھدو کیونکہ وائلڈ کے ایک ڈرامہ کو کافی شہرت حاصل ہو چکی تھی۔ اُس نے ہنسکر جواب دیا میں تمہارے کہنے سے پہلے لکھ چکا ہوں۔ سارہ برن ہارٹ یہ نہیں جانتی تھی یا شاید بھول گئی تھی کہ انگریزی قانون مذہبی ڈراموں کو اسٹیج کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس نے مسودہ لے کر دیکھا اور فوراً کھیلنے کی تیاری شروع کر دی مگر اس کی اجازت نہیں ملی۔ واقعہ بس اسی قدر ہے۔ آسکر وائلڈ کو ناگوار گزرا، اس نے غصہ میں کہدیا کہ میں اپنی قومیت بدل کر فرانسیسی ہو جاؤں گا (فرانس میں اس قسم کی کوئی ممانعت نہ تھی) اسی بنا پر مسٹر برنارڈ پارٹرج (Bernard Partridge) نے ایک ہجو لکھی تھی جس میں آسکر وائلڈ فرانسیسی فوج میں ایک سپاہی کی حیثیت سے دکھایا گیا تھا "پنچ" ۹ جولائی ۱۸۹۲ء)

ٹائمس ۱۸۹۳ء میں ایک دفعہ یہ شایع ہوا تھا کہ سالومی فرانسیسی زبان میں مادام برنہارٹ کے لیے لکھی گئی تھی اس کی تردید میں آسکر وائلڈ نے ایک خط چھپوایا تھا جس کا مفہوم یہ ہے:

"درحقیقت کسی ایسی ایکٹرس کا میرے ڈرامہ کو اس درجہ دلچسپ پانا اور اس کو کھیلنے کے لیے اس میں خود ہیروئن کا پارٹ لینے کے لیے اور اپنی لطیف سریلی آواز سے اس میں دل کشی کا اضافہ کرنے کے لیے بیتاب ہو جانا میرے لیے باعث فخر ہے، میں اس گھڑی کا انتظار کر رہا ہوں جب مادام برنہارٹ پیرس میں میرے اس ڈرامہ کو پیش

کریں گی جہاں عموماً مذہبی ڈرامے کھیلے جاتے ہیں۔ لیکن سالومی خاص ان کے لیے ہرگز نہیں لکھی گئی تھی۔ میں نے آج تک کسی ایکٹرس کے لیے کوئی ڈرامہ نہیں لکھا اور نہ لکھنے کا ارادہ ہے ......"

۱۸۹۶ء میں جبکہ آسکر وائلڈ بمقام ریڈنگ قید تھا۔ ایم لگنے پو (M. Lugne Poe) نے سالومی کو ایکٹ کرایا۔ اس نے جب اس کی اطلاع پائی تو رابرٹ راس کو ایک خط لکھا جس کا لہجہ نہایت حسرت ناک ہے اور جس میں ہمارے لیے بہت کچھ سامانِ بصیرت ہے، اس میں سے کچھ اقتباس یہاں دیا جاتا ہے۔

"لگنے پو سے میری ممنونیت کا اظہار کردو اور کہدو کہ میں اپنے ڈرامے کو اسٹیج ہونے کی اطلاع پاکر بے حد خوش ہوا۔ یہ بھی کچھ کم نہیں کہ اس ذلت اور رسوائی کے وقت میں ایک صناع کی حیثیت سے پیش کیا جاؤں۔ کاش میں اس سے بہتر پیرایہ میں اپنی مسرتوں کا اظہار کرسکتا۔ مگر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سوا یاس و حرماں تمام جذبات کی طرف سے میرا دل مُردہ ہوگیا ہے۔ بہر کیف لگنے پو سے کہو کہ جو قدردانی انھوں نے میری کی ہے اس کا مجھکو پورا احساس ہے۔ لگنے پو خود بھی شاعر ہیں ...."

آسکر وائلڈ کی موت کے دو سال بعد ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء کو کلینر تھیٹر برلن میں سالومی کا ڈرامہ کھیلا گیا اور دو سو راتوں تک کھیلا جاتا رہا۔ اس کے بعد سے وہ جرمن اسٹیج کی چیز ہو کر رہی، مئی ۱۹۰۵ء میں انگلستان میں پہلی دفعہ یہ کھیل دکھایا گیا جس کا نیو اسٹیج کلب کی طرف سے اہتمام ہوا تھا۔ جون ۱۹۰۶ء میں لٹریری تھیٹر سوسائٹی نے پھر اس کو ایکٹ کیا جسمیں ہیرودیس کا پارٹ مسٹر رابرٹ فارکوہرسن نے اور ہیرودیہ کا پارٹ مس فلارنس فار نے لیا تھا، ہندوستان میں بھی سینما میں اکثر اس کی تصویریں دکھائی گئی ہیں۔

سالومی کے ترجمے جرمن، انگریزی، اطالوی، اسپینی، روسی، پولی، ترک، ڈچ اور یورپ کی دیگر زبانوں میں ہوچکے ہیں، چنانچہ خیال ہوا کہ اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہونا چاہیے۔ اس

راستہ میں جو دقتیں حائل تھیں ان کو ہر وہ شخص سمجھ سکتا ہے جس نے سالومی کا غور سے مطالعہ کیا ہے۔ سب سے پہلے تو آسکر وائلڈ کی جدت طرازیوں کو اردو زبان میں اسی حسن اسلوبی کے ساتھ ادا کرنا بڑا مشکل کام تھا اور نہیں کہا جا سکتا کہ میں اس بارے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ دوسرے سالومی میں آغاز سے انجام تک ایک عجیب وغریب ناقابل بیان سماں چھایا ہوا ہے، جس سے ہر پڑھنے والا آسانی کے ساتھ موانست نہیں پیدا کر سکتا خصوصاً سالومی کی شخصیت نرالی اور نہایت غیر معمولی ہے۔ اس پر اک ہذیانی کیفیت طاری ہے۔ اس کے جذبات میں ایک شورش بپا ہے۔ اس کے ہیجان۔ اس کی دیوانگی کی کوئی حد نظر نہیں آتی ان سب خصوصیات کے ساتھ اس ڈرامے میں کامیاب ہونا وائلڈ ہی کا کام تھا، یہی سبب ہے کہ سالومی کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی۔ جرمنی کے مشہور شاعر ہنرش ہائنہ کی بابت بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس نے بھی ایک ڈرامہ "ایٹا ٹرول" کے عنوان سے لکھا ہے اور اس میں بھی یوحنا ہی ہیرو ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ اس میں بجائے سالومی کے اس کی ماں ہیرودیہ کی طرف سے محبت کی دعوت دی گئی ہے۔

اب مجھے آخر میں صرف اس قدر کہنا ہے کہ اس ڈرامہ میں اکثر ایسی عبارتیں نظر سے گذریں گی جو اردو میں شاید مہمل معلوم ہوں اور جابجا ایسے تشبیہات واستعارات ملینگے جو غیر مانوس ہونے کی وجہ سے بے حد گراں گذریں گے لیکن ترجمہ کرتے وقت چوں کہ اس کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ آسکر وائلڈ کی کوئی ندرت نظر انداز نہ ہونے پائے اس لیے امید ہے کہ میرے پڑھنے والے مجھے معذور سمجھیں گے۔

۲۶ر دسمبر ۱۹۲۵ء — مجنوں

افراد

ہرودیس انتی پاس	حاکم یہودیہ
یوحنّا	نبی
نوجوان شامی	محافظ سپاہ کا سردار
طجی للینوس	ایک جوان رومی
ایک کبادکیّ	
ایک نوبی	
پہلا سپاہی	
دوسرا سپاہی	
ہرودیہ کا خدمت گار	
یہودی اور نصرانی وغیرہ	
ایک غلام	
نعمان	جلّاد
ہرودیہ	حاکم کی بیوی
سالومی	ہرودیہ کی لڑکی (پہلی شادی سے)
سالومی کی کنیزیں	

سالومی

منظر

ھرودیس کے محل میں مہمان خانہ کے اوپر ایک وسیع شہ نشین۔ چند سپاہی منظرہ سے لگے کھڑے ہیں۔ داہنی جانب ایک عظیم الشان زینہ ہے اور بائیں جانب پشت پر ایک پرانا حوض ہے جو سبز رنگے ہوئے پیتل کی دیوار سے گھرا ہوا ہے۔ چاندنی رات۔

نوجوان شامی

شاہزادی سالومی آج کی رات کیسی حسین نظر آتی ہے!

ہرودیہ کا خدمت گار

چاند کو دیکھو۔ آج چاند کیسا انوکھا معلوم ہوتا ہے۔ وہ اس عورت

سے مشابہ ہے جو ابھی قبر سے اُٹھی ہو۔ وہ ایک مردہ عورت کی طرح ہے
تم کو ایسا محسوس ہوگا کہ مردہ چیزوں کی جستجو میں ہے۔

نوجوان شامی

آج اس کی صورت عجیب ہے۔ وہ ایک چھوٹی شہزادی کی طرح ہے جس نے اپنے چہرے پر زرد نقاب ڈال رکھی ہو اور جس کے پاؤں طلائی ہوں۔ اس کے پاؤں کیا ہیں دو چھوٹی قمریاں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی رقص سے فارغ ہوئی ہے۔

ہرودیہ کا خدمتگار

چاند ایک بیجان عورت کے مانند ہے۔ وہ بہت آہستہ آہستہ حرکت کر رہا ہے۔

(نیچے مہمان خانہ میں شور)

پہلا سپاہی

یہ کیا ہنگامہ برپا ہے؟ کیسے وحشی لوگ ہیں جو جانوروں کی طرح چلّا رہے ہیں؟

دوسرا سپاہی

یہ یہودی ہیں۔ ان کی یہی عادت ہے۔ اپنے مذہب کے بارے میں حجت کر رہے ہیں۔

پہلا سپاہی

اپنے مذہب کے بارے میں وہ کیوں ہمیشہ حجت کیا کرتے ہیں؟

دوسرا سپاہی

میں کہہ نہیں سکتا۔ مگر وہ یونہی آپس میں لڑا کرتے ہیں۔ مثلاً

فریسیوں کا دعویٰ ہے کہ فرشتوں کا وجود ہے اور صدوقی اس کے منکر ہیں۔

پہلا سپاہی

میری رائے میں اس مسئلہ پر تکرار کرنا حماقت ہے۔

نوجوان شامی

شاہزادی سالومی آج کیسی حسین معلوم ہوتی ہے!

ہرودیہ کا خدمتگار

تم ہر وقت اسی کی طرف دیکھا کرتے ہو۔ دوسروں کو اس طرح دیکھنا خطرناک ہوتا ہے۔ کہیں کوئی آفت نہ آجائے۔

نوجوان شامی

آج وہ بے انتہا حسین ہے!

پہلا سپاہی

بادشاہ کے چہرے کا رنگ دھندلا ہو رہا ہے

دوسرا سپاہی

ہاں آج اس کو کوئی تردد ہے۔

پہلا سپاہی

وہ کسی خاص چیز کی طرف دیکھ رہا ہے

دوسرا سپاہی

وہ کسی خاص آدمی کی طرف دیکھ رہا ہے

پہلا سپاہی

کس کی طرف؟

دوسرا سپاہی

یہ میں نہیں بتا سکتا۔

نوجوان شامی

شاہزادی کا رنگ کتنا زرد ہے۔ میں نے کبھی اس کو اسقدر زرد نہیں دیکھا۔ وہ طلائی آئینہ میں کسی سفید پھول کا عکس معلوم ہوتی ہے۔

ہرودیہ کا خدمتگار

اس کو نہ دیکھا کرو۔ تمہاری نگاہ ہر وقت اسی پر جمی رہتی ہے۔

پہلا سپاہی

دیکھو ملکہ نے بادشاہ کو ایک جام بھر کر دیا۔

کپادوکی

کیا ملکہ ہرودیہ وہی ہے جو موتیوں سے جڑا ہوا سرپوش پہنے ہوئے ہے اور جس کے بالوں میں نیلمیں افشاں چنی ہوئی ہے؟

پہلا سپاہی

ہاں ملکہ ہرودیہ وہی ہے۔

دوسرا سپاہی

بادشاہ شراب کا دلدادہ ہے۔ وہ تین قسم کی شرابیں رکھتا ہے ان میں سے ایک تو وہ ہے جو سموطریس کے جزیرے سے منگوائی گئی ہے اور جو قبائے قیصر کی طرح ارغوانی ہے۔

کپادوکی

میں نے قیصر کو کبھی نہیں دیکھا۔

دوسرا سپاہی

دوسری شراب وہ جو شہر قبرس سے آئی ہے اور سونے کی طرح زرد ہے۔

کبادکیؔ

میں تو سونے کا شیدا ہوں۔

دوسرا سپاہی

اور تیسری شراب وہ ہے جو صقلیہ سے لائی ہے اور جو خون کے رنگ کی ہے۔

نوبی

میرے ملک کے دیوتاؤں کو خون بہت مرغوب ہے۔ سال میں دو بار ہم پچاس نوجوان لڑکے اور سو کنواری لڑکیاں ان کی قربان گاہوں پر چڑھاتے ہیں مگر ان کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ اب بھی ہم پر تشدّد کرتے رہتے ہیں۔

کبادکیؔ

ہمارے ملک میں اب کوئی دیوتا باقی نہیں رہا۔ اہلِ روم نے سب کو نکال باہر کیا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کوہساروں میں جاکر روپوش ہو گئے ہیں۔ لیکن مجھے اس کا یقین نہیں۔ تیں رات برابر کوہساروں میں جا جاکر ان کو ڈھونڈھتا رہا مگر ان کا کوئی پتہ نہ ملا۔ آخر کار میں نے ان کا نام لے لے کر پکارنا شروع کیا۔ پھر بھی وہ کہیں دکھائی نہیں دیئے میں سمجھتا ہوں کہ اب وہ سب مر گئے۔

پہلا سپاہی

یہودی ایک ایسے خدا کی پرستش کرتے ہیں جس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا

کیادگیؔ

اس کے کیا معنی ؟

پہلا سپاہی

در اصل وہ ایسی ہی چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں جو سب کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

کیادگیؔ

یہ تو مجھے بالکل مضحکہ خیز بات معلوم ہوتی ہے۔

یوحنا کی آواز

میرے بعد ایک دوسرا آئے گا جو مجھ سے کہیں زیادہ ذی مقدرت ہوگا۔ میں اس قابل بھی نہیں کہ اس کے جوتوں کا فیتہ کھولوں جب وہ آئے گا تو ویرانے گلزار ہو جائیں گے اور کنول کی طرح شگفتہ معلوم ہوں گے۔ اندھے دن کی روشنی دیکھنے لگیں گے بہروں کے کان کھل جائینگے وہ نوزائیدہ بچہ" اژدہوں کی ماند پر اپنا ہاتھ رکھے گا اور شیروں کی عیال پکڑ کر ان کو جہاں چاہے گا لے جائے گا۔

دوسرا سپاہی

اس شخص کو کوئی خاموش کر دے۔ ہمیشہ ایسی ہی مہمل باتیں کہا کرتا ہے۔

پہلا سپاہی

نہیں نہیں۔ وہ ایک مقدس اور پرہیزگار آدمی ہے، اور بڑا نیک ہے۔ روز جب میں اس کو کچھ کھانے کو دیتا ہوں تو میرا شکریہ ادا کرتا ہے۔

کبادکیؔ

یہ ہے کون؟

پہلا سپاہی

ایک نبی!

کبادکیؔ

اس کا نام کیا ہے؟

پہلا سپاہی

یوحنا۔

کبادکیؔ

اور آیا کہاں سے ہے؟

پہلا سپاہی

ریگستان سے جہاں وہ جنگلی شہد اور ٹنڈیوں پر بسر کرتا تھا۔ وہ اونٹ کا پشمینہ پہنتا تھا اوپر سے ایک کمربند باندھے ہوئے تھا۔ اس کی صورت سے ہیبت ٹپکتی تھی۔ ایک بھیڑ اس کے پیچھے رہا کرتی تھی۔ اس کے شاگرد بھی تھے۔

کبادکیؔ

وہ کیا کہہ رہا ہے؟

پہلا سپاہی

یہ ہم لوگ نہیں بتا سکتے۔ بعض اوقات وہ نہایت دہشتناک باتیں کہنے لگتا ہے۔ لیکن جو کچھ کہتا ہے ہم اس کو سمجھ نہیں سکتے۔

کباد کیؔ

اس سے کوئی مل سکتا ہے ؟

پہلا سپاہی

نہیں ۔ بادشاہ کی سخت ممانعت ہے ۔

نوجوان شامی

دیکھو شاہزادی نے اپنا منہ پنکھے سے چھپا لیا۔ اس کے نازک ہاتھ ہوا میں اس طرح جنبش کر رہے ہیں جس طرح دو قمریاں جو اپنے اپنے نشیمنوں کو جا رہی ہوں۔ یا جس طرح سفید تیتریاں فضا میں رقص کر رہی ہوں۔

ہرودیہ کا خدمتگار

تم کو اس سے کیا غرض ؟ تم کیوں اسی کو دیکھا کرتے ہو ؟ اس کی طرف ہر وقت دیکھتے رہنا اچھا نہیں۔ کوئی آفت نہ آجائے۔

کباد کیؔ

(حوض کی سمت اشارہ کر کے) یہ نئے قسم کا قید خانہ ہے۔

دوسرا سپاہی

یہ ایک پرانا حوض ہے۔

کباد کیؔ

پرانا حوض ! یہ تو بیماریوں کا گھر ہوگا۔

دوسرا سپاہی

نہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بادشاہ کا بڑا بھائی، ملکہ ہرودیہ کا پہلا خاوند اسی میں بارہ برس تک قید رکھا گیا اور پھر بھی نہیں مرا۔

آخر کار اس کا گلا گھونٹا گیا۔

کباد کیؔ

گلا گھونٹا گیا! ایسا کرنے کی جرأت کس نے کی؟

دوسرا سپاہی

(جلاؔد کی جانب اشارہ کرکے)

نعماؔن نے۔ وہی آدمی جو سامنے کھڑا ہے۔

کباد کیؔ

اس کو خوف نہ آیا؟

دوسرا سپاہی

نہیں۔ بادشاہ نے اس کو اپنی انگوٹھی بھیجدی تھی۔

کباد کیؔ

کیسی انگوٹھی؟

دوسرا سپاہی

وہ خاص انگوٹھی جس کے ذریعہ سے قتل کا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ جلاد کو کچھ خوف نہ آیا۔

کباد کیؔ

پھر بھی کسی بادشاہ کا گلا گھونٹنا خوفناک کام ہے۔

پہلا سپاہی

کیوں؟ بادشاہوں کے بھی دوسروں کی طرح ایک ہی گلا ہوتا ہے؟

کباد کیؔ

میں تو اس کو خوفناک ہی سمجھتا ہوں۔

نوجوان شامی

شاہزادی اب دستر خوان سے اٹھ گئی۔ وہ کچھ متوحش معلوم ہوتی ہے۔ وہ اسی طرف آرہی ہے۔ ہاں وہ ہماری طرف آرہی ہے۔ اس کے رخسار زرد ہیں۔ میں نے اسے اس قدر زرد کبھی نہیں دیکھا۔

ہیرودیہ کا خدمتگار

اس کو نہ دیکھو۔ خدا کے لیے اس کو نہ دیکھو۔

نوجوان شامی

وہ اس قمری کی طرح ہے جو بھٹک رہی ہو۔ وہ اس نرگس کی طرح ہے جو ہوا میں کانپ رہا ہو۔ وہ ایک چاندی کے پھول کی طرح ہے۔

(سالومی کا داخلہ)

سالومی

میں اب یہاں نہیں ٹھیروں گی۔ نہیں میں نہیں ٹھیر سکتی۔ بادشاہ ہر وقت اپنی چھچھوندر کی سی آنکھوں سے جو کانپتے ہوئے پپوٹوں کے تلے ہیں مجھی کو کیوں دیکھا کرتا ہے؟ یہ ایک عجیب بات ہے کہ میری ماں کا شوہر مجھ کو اس نگاہ سے دیکھا کرے۔ نہ جانے اس کا کیا مقصد ہے! ہاں ہاں اب میں سمجھی۔

نوجوان شامی

شاہزادی آپ دستر خوان سے ابھی اٹھی ہیں؟

سالومی

یہاں کی ہوا کیسی فرحناک ہے۔ میں یہاں سانس لے سکتی ہوں، وہاں تو بس یروشلم کے یہودی ہیں جو مہمل رسوم کے جھگڑوں میں ایک

دوسرے کو پھاڑ کھانے کے لیے تیار ہیں۔ یا وہ جنگلی لوگ ہیں جو محض شراب پینا جانتے ہیں اور روشوں پر شراب چھلکایا کرتے ہیں۔ سمرنا کے کچھ یونانی ہیں جو اپنی آنکھوں اور گالوں کو رنگتے ہیں اور اپنے گھونگھر والے بال کو حلقوں کی صورت میں لپیٹے رہتے ہیں۔ چند خاموش اور چالاک لبادہ پوش مصری ہیں۔ یا پھر شور مچانے والے رومی ہیں جو بالکل درندے ہیں۔ اُف! مجھ کو ان رومیوں سے کیسی نفرت ہے! ان کے خصایل یکسر عامیانہ اور غیر مہذب ہیں مگر بنتے ہیں شریف اور تربیت یافتہ۔

نوجوان شامی

شاہزادی۔ کیا آپ یہاں کچھ دیر کے لیے آرام کریں گی؟

ہرودیہ کا خدمتگار

تم اس سے کیوں ہم کلام ہوتے ہو؟ تم اس کو کیوں دیکھتے ہو؟ اُف! کوئی خوفناک بات ہونے والی ہے۔

سالومی

چاند کی دیوی[1] کو دیکھنے سے کیسی فرحت ہوتی ہے! گویا چاندی کا کوئی پھول ہے۔ چاند کی دیوی تمام آلائشوں سے پاک ہے۔ دیکھو کیسی صبیح ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کنواری ہے۔ اس میں دوشیزگی کا حسن جھلک رہا ہے۔ ہاں بیشک وہ کنواری ہے اس نے اور دیویوں کی طرح اپنے کو مردوں کے حوالے کبھی نہیں کیا۔

یوحنا کی آواز

ہوشیار رہو! وہ سرتاج آگیا۔ وہ "ابنِ آدم" آ گیا۔

---

[1] انگریزی میں چاند کے لیے مونث ضمیر کا استعمال ہوتا ہے۔

قنطورس[1] دریاؤں میں جا چھپے جادوگر جب پریوں نے دریاؤں کو چھوڑ کر جنگلوں میں پناہ لی!

سالومی

یہ کون چلا رہا تھا؟۔

دوسرا سپاہی

شاہزادی یہ نبی کی آواز تھی۔

سالومی

وہی نبی جس سے بادشاہ ہر وقت ڈرتا رہتا ہے؟

دوسرا سپاہی

شاہزادی۔ اس کا علم ہم کو نہیں۔ مگر یہ آواز یوحنا نبی کی تھی۔

نوجوان شامی

اگر شاہزادی کا حکم ہو تو محافہ منگایا جائے۔ باغ میں رات کا سماں زیادہ خوشگوار ہوگا۔

سالومی

کیوں۔ یہ وہی نبی ہے جو میری ماں کے متعلق کریہہ الفاظ استعمال کیا کرتا ہے؟

دوسرا سپاہی

وہ جو کچھ کہتا ہے ہم لوگوں کی سمجھ سے دور ہوتا ہے۔

---

[1] CENTAURIS خیالی راکشش جن کے اوپر کے جسم انسان کے اور نیچے کے جسم گھوڑوں یا بکریوں کے ہوتے تھے اور انسان کا گوشت کھاتے تھے۔

سالومی
ہاں وہ میری ماں کے بارے میں کریہہ باتیں کہا کرتا ہے۔
(ایک کنیز کا داخلہ)

کنیز
شاہزادی۔ بادشاہ کی خواہش ہے کہ آپ دعوت میں واپس چلیے۔

سالومی
میں اب نہیں جا سکتی۔

نوجوان شامی
بے ادبی معاف ہو۔ لیکن اگر آپ نہ جائیں گی تو انجام بُرا ہوگا۔

سالومی
کیا یہ نبی بڈھا ہے؟

نوجوان شامی
شاہزادی آپ کا چلا ہی جانا زیادہ مناسب ہے۔ اجازت ہو کہ میں آپ کو وہاں تک پہنچا دوں۔

سالومی
میرے سوال کا جواب دو۔ کیا یہ نبی کوئی سن رسیدہ آدمی ہے؟

پہلا سپاہی
نہیں شاہزادی وہ ابھی بالکل نوجوان ہے

دوسرا سپاہی
اس باب میں کچھ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا بعض کہتے ہیں کہ وہ الیاس ہے۔

سالومی

الیاس کون ؟

دوسرا سپاہی

اس ملک کا ایک نبی جس کو ایک زمانہ گذر گیا۔

کنیز

شاہزادی ۔ بادشاہ کو جاکر کیا جواب دوں ؟

یوحنا کی آواز

اے ارضِ فلسطین اتنا نہ اِترا۔ یہ نہ سمجھ کہ وہ عصا جسکی مار تجھ پر پڑ چکی ہے ٹوٹ گیا۔ کیونکہ سانپ کے بیج سے سانپ پیدا ہوگا اور جو کچھ اس سے پیدا ہوگا پرندوں کو نگل جائے گا۔

سالومی

بڑی عبرتناک آواز ہے۔ میں اس شخص سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں

پہلا سپاہی

یہ محال ہے شاہزادی۔ بادشاہ نہیں چاہتا کہ کوئی اس سے گفتگو کرے۔ یہاں تک کہ اس نے کاہن اعلیٰ کو بھی منع کر دیا ہے۔

سالومی

مگر میں اس سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔

پہلا سپاہی

شاہزادی یہ محال ہے۔

سالومی

میں اس سے ضرور باتیں کروں گی۔

نوجوان شامی

آپ مہمان خانہ میں چلی جائیں تو بہت اچھا ہوگا۔

سالومی

نبی کو میرے سامنے لاؤ۔

(کنیز باہر جاتی ہے)

پہلا سپاہی

شاہزادی۔ ہم ایسی ہمّت نہیں کر سکتے۔

سالومی

(حوض کے قریب جاکر) کیسا تاریک مقام ہے! ایسے اندھیرے غار میں رہنا سخت مصیبت ہے۔ قبر میں اور اس میں کیا فرق ہے؟ (سپاہیوں سے) سنا کہ نہیں؟ جاؤ نبی کو اپنے ہمراہ لے آؤ۔ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔

دوسرا سپاہی

شاہزادی سے ہماری التجا ہے کہ یہ کام ہمارے سپرد نہ کیا جائے۔

سالومی

کیا تمھارا منشاء یہ ہے کہ میں انتظار کرتی رہوں؟

پہلا سپاہی

یوں تو آپ ہماری زندگی کی مالک ہیں۔ مگر ہم اس حکم کی تعمیل نہیں کر سکتے سچ پوچھیے تو شاہزادی کو یہ کام ہم سے لینا ہی نہیں چاہیئے۔

سالومی

(نوجوان شامی کی طرف دیکھ کر)۔ آہ!

ہرودیہ کا خدمتگار

اُف! کیا ہونے والا ہے! میں جانتا ہوں۔ کوئی نہ کوئی بلا نازل ہوگی۔

سالومی

(نوجوان شامی کے پاس جاکر) نربوث۔ تم میرا یہ کام کردو گے؟ میں برابر تم سے خلوص کے ساتھ پیش آتی رہی ہوں۔ کیا تم میرے لیے اتنا بھی نہ کرو گے؟ ضرور کرو گے میں اس انوکھے نبی کو محض دیکھنا چاہتی ہوں، لوگ اس کے بارے میں گفتگو کیا کرتے ہیں اکثر میں نے بادشاہ کو بھی اس کا ذکر کرتے سنا ہے۔ بادشاہ اس سے ڈرتا ہے۔ نربوث کیا تم بھی اس سے ڈرتے ہو؟

نوجوان شامی

شاہزادی۔ میں اس سے ڈرتا نہیں۔ میں کسی بشر سے نہیں ڈرتا، لیکن حاکم کی سخت ممانعت ہے۔

سالومی

نربوث تم ضرور میری خواہش پوری کرو گے۔ اور کل جب میں اپنے محافہ میں بُت فروشوں کے دروازے سے گذروں گی تو تم پر ایک پھول پھینکوں گی۔ ایک سبز پھول۔

نوجوان شامی

نہیں شاہزادی یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا۔

سالومی

(مسکراکر) نہیں۔ نربوث تم میرا کہنا مانو گے۔ تم خود جانتے ہو کہ میرا کام تم ضرور کرو گے اور کل جب میں بت پرستوں کے پُل سے اپنے

محافہ میں گذروں گی تو اپنے کتابوں کی نقاب سے تم کو جھانکوں گی۔ شاید مسکرا بھی دوں۔ میری طرف دیکھو۔ شموبوث میری طرف دیکھو۔ آہ! تم خوب جانتے ہو کہ جو کچھ میں کہتی ہوں تم اس کی تعمیل کرو گے۔ مجھ کو تم پر پورا بھروسہ ہے۔

نوجوان شامی

(تیسرے سپاہی سے اشارہ کر کے) نبی کو سامنے آنے دو۔ شاہزادی سالومی اس کو دیکھنا چاہتی ہے۔

سالومی

آہ!

ہرودیہ کا خدمتگار

اُف! چاند کی ہیئت آج کس قدر بدلی ہوئی ہے۔ جیسے کوئی مُردہ عورت ہاتھ بڑھا کر اپنے کو ڈھانکنے کے لیے کفن ڈھونڈ رہی ہو۔

نوجوان شامی

ہاں چاند کی صورت آج بالکل بدل گئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شاہزادی ہے جس کی آنکھیں عنبر کی بنی ہیں۔ وہ ابر کے ہلکے پردوں میں سے ایک نازنین شاہزادی کی طرح مسکرا رہی ہے

(نبی حوض سے باہر نکلتا ہے۔ سالومی اس کو دیکھ کر آہستہ سے پیچھے ہٹ جاتی ہے)

یوحنا

کہاں ہے وہ شخص جس کی نجاستوں کا پیالہ لبریز ہو چکا ہے؟ کہاں ہے وہ جس کو ایک روز اپنے ملبوسات سیمیں میں سب کے روبرو مرنا

ہے ؟ اس سے کہو کہ سامنے آ ئے تا کہ اس ہستی کی آواز سن سکے جو ویرانوں اور شاہی محلوں میں منادی کرتا رہا ہے۔

سالومی

کس کو بُلا رہا ہے ؟

نوجوان شامی

معلوم نہیں۔

یوحنا

کہاں ہے وہ عورت جو دیوار پر بنی ہوئی مردوں کی چند تصویروں کو دیکھ کر۔ کلدانیوں کی رنگین تصویروں کو دیکھ کر۔ اپنی ہوس پرست آنکھوں سے مغلوب ہوگئی اور جس نے کلدان میں سفیر بھیجے ؟

سالومی

وہ یہ سب میری ماں کے بارے میں کہہ رہا ہے۔

نوجوان شامی

نہیں شاہزادی، ایسا نہیں ہوسکتا۔

سالومی

ہاں ! ہاں !! میری ماں کی بابت کہہ رہا ہے۔

یوحنا

کہاں ہے وہ عورت جس نے اپنے کو سرداران اسوریہ کے سپرد کردیا جو کمر بند باندھتے ہیں، جن کے سر پر مختلف رنگ کے تاج ہوتے ہیں ؟ کہاں ہے وہ عورت جس نے اپنے کو ان جوانانِ مصر کے تصرف میں دے دیا جو حریر و پرنیاں میں ملبوس رہتے ہیں، جن کی سپر سونے کی

ہوتی ہے، اور خود چاندی کی۔ جو بڑے قوی ہیکل ہوتے ہیں؟ اس سے کہو اب اپنی آلودگیوں کے بستر سے اٹھے۔ اپنی آلائشوں کے خواب سے بیدار ہو۔ تاکہ اس مقدس ہستی کی آواز سُن سکے جو خداوند کی طرف ہماری رہنمائی کر رہی ہے۔ تاکہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر سکے۔ اگرچہ وہ کبھی توبہ نہ کرے گی بلکہ اپنی آلودگیوں میں پھنسی رہے گی۔ اس سے کہو کہ سامنے آئے کیونکہ خداوند کا پنکھا اس کے ہاتھ میں ہے۔

سالومی

لیکن وہ غضبناک۔ غضبناک!

نوجوان شامی

اب یہاں نہ ٹھیریئے۔ شہزادی میں التجا کرتا ہوں۔

سالومی

اس کی آنکھیں سب سے زیادہ غضبناک ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصر کے دو تاریک غار ہیں جن میں اژدہوں نے اپنا مسکن بنا رکھا ہے۔ یا وہ تیرہ و تار جھیل جن کو بہت[1] سے پراسرار چاندوں نے منتھ کر رکھ دیا ہو۔ کیا ابھی وہ پھر بولنا شروع کرے گا؟

نوجوان شامی

خدا کے لیے شاہزادی اب یہاں نہ رہیے۔

سالومی

یہ شخص نحیف کس قدر ہے، گویا ہاتھی دانت کا ایک لاغر مجسمہ ہے، یا ایک طلائی شبیہ۔ "چاند کی دیوی" کی طرح یہ بھی آلائشوں سے پاک

---

[1] یہ ایک نئی لطیف تشبیہ ہے جس کا صحیح مفہوم لیکر ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

ہوگا۔ سراپا چاند کی کرن معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جسم بھی ضرور ہاتھی دانت کی طرح خنک ہوگا۔ میں ذرا اس کو اور قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں۔

نوجوان شامی

نہیں شاہزادی۔ نہیں۔

سالومی

میں قریب سے دیکھوں گی۔

نوجوان شامی

شاہزادی! شاہزادی!

یوحنا

یہ کون عورت ہے جو مجھکو دیکھ رہی ہے؟ میں نہیں چاہتا کہ وہ میری طرف نگاہ اٹھائے وہ اپنی سنہری آنکھوں سے مجھے کیوں دیکھ رہی ہے؟ میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے، اور نہ جاننا چاہتا ہوں اس سے کہو کہ میرے سامنے سے چلی جائے۔ میں اس سے مخاطب ہونا نہیں چاہتا۔

سالومی

میں سالومی ہوں۔ ہرودیہ کی لڑکی۔ یہودیہ کی شہزادی۔

یوحنا

"بابل کی لڑکی"! میری نگاہوں سے دور ہو! "محبوبِ خداوند" کے قریب مت آ۔ تیری ماں نے سارے عالم میں بوئے معصیت پھیلا رکھی ہے، اور اس کے گناہوں کی آواز خداوند کے کانوں تک پہنچ چکی ہے۔

سالومی

پھر بول۔ یوحنا! پھر بول! تیری آواز میرے لیے صہبا ہے جو

مجھکو مست کر رہی ہے!

نوجوان شامی

شاہزادی! شاہزادی!

سالومی

پھر بول یوحنا! اور مجھے بتا میں کیا کروں۔

یوحنا

اے "صدوم کی لڑکی"! میرے پاس نہ آ بلکہ اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر اور سر میں راکھ مل کر "صحرا" میں نکل جا اور "ابنِ آدم" کی تلاش کر!

سالومی

"یہ ابن آدم" کون ہے؟ کیا تیری ہی طرح اس کی صورت بھی دلکش ہے؟

یوحنا

یہاں سے بھاگ جا۔ میں محلسرا میں عزرائیل کے پروں کی آواز سُن رہا ہوں!

نوجوان شامی

خدا کے لیے شاہزادی۔ اندر چلیے!

یوحنا

اے خداوند عالم کے فرشتے! تو یہاں تیغ بکف کیا کر رہا ہے؟ اس ناپاک محل میں کس کو ڈھونڈ رہا ہے؟ ابھی اس آدمی کی باری نہیں آئی۔

ل عیسیٰ مسیحؑ!

جس کو ایک روز اپنے ملبوساتِ سیمیں میں مرنا ہے۔

سالومی

یوحنا!

یوحنا

کس نے پکارا؟

سالومی

میں تیرے جسم پر فریفتہ ہوں۔ تیرا جسم سوسن کے اس کھیت کی طرح سفید ہے جس نے باغبان کی قطع و برید سے بے نیاز رہکر نشو و نما پائی ہو۔ تیرا جسم اس برف کے مانند چمک رہا ہے جو پہاڑیوں سے یہودیہ کی پہاڑیوں سے۔ بہہ بہہ کر وادیوں میں گرتا ہے۔ نہ تو ملکۂ عرب کے باغ میں گلاب ایسے سفید ہیں۔ نہ صبح کی کرنیں اور نہ ماہتاب کا سینۂ عریاں۔ دنیا میں تیرے جسم کی طرح کوئی شئے سفید نہیں۔ اجازت دے کہ میں تیرا جسم چھوؤں۔

یوحنا

ہٹ جا! "بابل کی لڑکی"! ہٹ جا۔ عورت ہی کی ذات سے دنیا میں گناہوں کی بنیاد پڑی تھی۔ مجھ سے ہمکلام نہ ہو۔ میں تیری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ میں بس خداوند کی آواز سن سکتا ہوں۔

سالومی

تیرا جسم کوڑھیوں کی طرح بھیانک ہے۔ وہ ایک ایسی دیوار ہے، جس پر تازہ کہگل ہوئی ہو اور جس پر سے سانپ گذر گئے ہوں جس میں بچھوؤں نے اپنے مسکن بنا لیے ہوں۔ وہ ایک سفید قبر کی طرح ہے جس میں ڈراؤنی چیزیں دفن ہوں۔ تیرا جسم مہیب ہے۔ نہایت مہیب! یوحنا۔ میں

تیرے بالوں پر فریفتہ ہوں۔ تیرے بال خوشہائے انگور معلوم ہوتے ہیں۔
وہ خوشہائے انگور جو ادوم کے تاکستانوں میں لٹک رہے ہوں تیرے
بال کوہِ لبنان کے لمبے دیودار کی طرح ہیں جن کے سایہ میں شیروں کی جائے
پناہ اور قزاقوں کی کمین گاہ ہو۔ وہ طویل سیاہ راتیں بھی جبکہ چاند اپنا منہ
چھپا لیتا ہے، جبکہ ستارے خوف زدہ ہو جاتے ہیں اس قدر سیاہ نہیں ہوتیں۔
جنگلوں کی خاموشی بھی ایسی سیاہ نہیں ہوتی۔ دنیا میں تیرے بالوں کیطرح کوئی
چیز سیاہ نہیں۔ مجھے اپنے بال چھو لینے دے۔

یوحنا

صدوم کی لڑکی"! یہاں سے چلی جا۔ مجھ کو نہ چھو۔ خداوند کی عبادت
گاہ کو ناپاک نہ کر!

سالومی

تیرے بال خوفناک ہیں۔ گرد و غبار میں آلودہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے
کہ تیرے سر پر کانٹوں کا تاج رکھ دیا گیا ہے۔ تیرے بال کالے سانپوں کی
طرح تیری گردن میں لپٹے ہوئے ہیں۔ میں تیرے بالوں کی گرویدہ نہیں
مجھے تو تیرے ہونٹوں سے محبت ہے۔ تیرے ہونٹ اُس قرمزی تار
سے مشابہ ہیں جو ہاتھی دانت کے مینار سے لٹک رہا ہو یا اس انار کی
طرح جو ہاتھی دانت کے چاقو سے کاٹا گیا ہو۔ وہ انار کی کلیاں جو صور کے
باغ میں پھولتی ہیں ایسی سرخ نہیں ہوتیں۔ قرنا کی وہ خونی آواز جو شاہوں
کی آمد کا اعلان کرتی ہے جو غنیم کو ڈرا دیتی ہے۔ ایسی سرخ نہیں ہو سکتی۔
تیرے ہونٹ ان کے تلووں سے بھی زیادہ سرخ ہیں جو میکدوں میں
شراب پر چلتے رہتے ہیں۔ تیرے ہونٹ ان قمریوں کے پاؤں سے بھی

زیادہ سرخ ہیں جو معبدوں میں جاتی ہیں اور کاہن جن کو چارہ دیتے ہیں،
ہاں وہ اس شخص کے پاؤں سے بھی زیادہ سرخ ہیں جو جنگل سے شیر مار کر
آرہا ہو۔ تیرے ہونٹ مرجان کی شاخوں کی طرح ہیں جن کو ماہی گیر صبح
کے وھندلکے میں اٹھالاتے ہیں اور بادشاہوں کے لیے محفوظ رکھتے ہیں۔
تیرے ہونٹ اس شنگرف کی طرح ہیں جو معاب کے معدنوں میں پایا جاتا
ہے اور شاہی محلوں میں خریدا جاتا ہے۔ وہ شاہِ ایران کی کمان کے مانند ہیں
جو شنگرف میں رنگی ہوتی ہے اور جسمیں مرجان جڑا جاتا ہے۔ تیرے ہونٹ
کی طرح دنیا میں کوئی چیز سُرخ نہیں۔ مجھ کو اپنے ہونٹ چومنے دے۔

یوحنا

ہرگز نہیں! اے "صدوم کی لڑکی" ہرگز نہیں!

سالومی

میں تیرا منہ چومونگی یوحنا۔ ضرور چوموں گی۔

نوجوان شامی

اے شاہزادی! تو ایک گنج حنا ہے۔ تو ایک قمری ہے۔ اس آدمی
کی طرف نگاہ نہ اُٹھا۔ اس سے ایسی باتیں نہ کہہ۔ میں برداشت نہیں کرسکتا
شاہزادی تو اس سے مخاطب نہ ہو۔

سالومی

سُن یوحنا میں تیرا منہ چوموں گی۔

نوجوان شامی

آہ!

(اپنے کو مار ڈالتا ہے اور سالومی اور یوحنا کے درمیان گر پڑتا ہے)

ہرودیہ کا خدمتگار

نوجوان شامی نے خودکشی کرلی! آہ! سردار نے خودکشی کرلی! وہ میرا بڑا رفیق تھا۔ میں نے اس کو ایک عطردان اور کان کے آویزے دیئے تھے اور آج دیکھو اس نے خودکشی کرلی! اس نے پیشینگوئی کی تھی۔ کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ مجھے بھی یہی وہم تھا۔ اور آخر وہی ہوا۔ میں کہتا تھا کہ چاند کسی مردہ چیز کی تلاش میں ہے مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ اس نوجوان کی تلاش میں ہے۔ کاش! اس کو میں کسی غار میں چھپا دیتا! شاید چاند اس کو نہ پاسکتا۔

پہلا سپاہی

شاہزادی، نوجوان سردار نے اپنے آپ کو مار ڈالا۔

سالومی

یوحنا! مجھ کو اپنا منہ چوم لینے دے۔

یوحنا

ہرودیہ کی بیٹی میں نے تجھ سے کہہ دیا تھا کہ میں محلسرا میں فرشتۂ موت کے پروں کی آواز سن رہا ہوں۔ دیکھ وہ آگیا۔ کیا تجھکو ڈر نہیں معلوم ہوتا۔

سالومی

مجھے اپنا منہ چومنے دے۔

یوحنا

اے حرامکار لڑکی! تجھکو صرف ایک ہستی بچا سکتی ہے جس کا ذکر میں نے ابھی کیا تھا۔ جا اور اس کی جستجو کر۔ وہ جلیل کی جھیل میں کشتی

پر بیٹھا اپنے شاگردوں سے باتیں کر رہا ہے۔ جھیل کے کنارے ادب کے ساتھ سر جھکا دے اور اس کا نام لے کر پکار۔ جب وہ آئے (جو کوئی اس کو بلاتا ہے وہ اس کے پاس ضرور آتا ہے) تو اس کے قدموں پہ گر کر التجا کر کہ وہ تجھکو گناہوں سے پاک کر دے۔

سالومی

مجھ کو اپنا منہ چومنے دے۔

یوحنا

لعنت ہے! ہَوَسْ کار ماں کی ہوس کار بیٹی! تجھ پر لعنت ہے!

سالومی

یوحنا میں تیرا منہ چومونگی

یوحنا

میں تیری طرف دیکھنا نہیں چاہتا۔ میں تجھ کو ایک نگاہ بھی نہیں دیکھ سکتا۔ سالومی! تو ملعون ہو چکی!

(حوض کے اندر چلا جاتا ہے)

سالومی

یاد رکھ یوحنا! میں تیرا مُنہ ضرور چومونگی۔

پہلا سپاہی

اب لاش کو کسی دوسری جگہ ہٹا دینا چاہیے۔ بادشاہ بجز اُن لاشوں کے جن کو اس نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہو کسی دوسری لاش کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

ہیرودیہ کا خدمتگار

وہ میرا بھائی تھا۔ بلکہ بھائی سے بھی زیادہ عزیز۔ میں نے اس کو ایک عطردان نذر کیا تھا اور ایک انگوٹھی بھی جس کو ہر وقت وہ پہنے رہتا تھا شام کو ہم دونوں دریا کے کنارے بادام کے درختوں میں باہم سیر کرتے تھے۔ وہ اپنے ملک کے حالات سناتا تھا۔ وہ بہت آہستہ بولتا تھا۔ اس کی آواز میں بانسری کی دلکشی تھی۔ وہ دریا میں اپنا عکس دیکھا کرتا تھا۔ میں اس پر ملامت کیا کرتا۔

دوسرا سپاہی

بالکل درست ہے۔ لاش کہیں چھپا دینا چاہیے۔ بادشاہ کی نظر نہ پڑے

پہلا سپاہی

مگر بادشاہ یہاں نہیں آتا۔ وہ نبی سے اس قدر ڈرتا ہے۔

(ہیرودیس، ہیرودیہ اور اہلِ دربار کا داخلہ)

ہیرودیس

سالومی کہاں ہے؟ شاہزادی کہاں ہے؟ میں نے جب اس کو دوبارہ دعوت میں بلا بھیجا تھا تو وہ کیوں نہیں آئی؟ اچھا، وہ وہاں بیٹھی ہوئی ہے!

ہیرودیہ

اس کی طرف نہ دیکھو۔ تمہاری نگاہ ہر گھڑی اسی پر رہتی ہے۔

ہیرودیس

چاند کی دیوی آج بالکل بدل گئی ہے وہ ایک وحشت زدہ عورت کی طرح ہو رہی ہے۔ جو ہر سمت چاہنے والوں کی تلاش میں نظر دوڑا رہی ہو۔ وہ برہنہ ہے۔ سر تا پا برہنہ، بادل اس کی برہنگی کو ڈھانکنا

چاہتے ہیں مگر وہ ڈھانکنے نہیں دیتی۔ وہ بادلوں میں کسی سرشار عورت کی طرح لڑکھڑا رہی ہے۔ یقین مانو۔ وہ چاہنے والوں کی جستجو میں ہے وہ بالکل ایک پاگل عورت معلوم ہوتی ہے۔ کیا میں جھوٹ کہتا ہوں؟

ہرودیہ

چاند سوا چاند کے اور کچھ نہیں۔ چلو اندر چلیں۔ یہاں تمہارا کیا کام ہے؟

ہرودیس

میں اسی جگہ رہوں گا۔ مناسیح۔ غالیچے بچھا دو۔ مشعلوں کو روشن کر دو۔ ہاتھی دانت اور بلور کے میز لا کر لگا دو۔ یہاں کی ہوا خوشگوار ہے۔ میں اپنے مہمانوں کے ساتھ ابھی اور شراب پیوں گا۔ ہم کو قیصرؔ کے سفیروں کی پوری تواضع کرنی چاہیے۔

ہرودیہ

کیا تم انہیں کے لیے یہاں بیٹھ گئے ہو؟

ہرودیس

ہاں۔ ہوا فرحناک ہے۔ ہرودیہ ادھر آؤ۔ مہمان ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ میرے پاؤں کیوں پھسل گئے۔ اُف! میرے پاؤں خون پر پڑ گئے یہ ایک منحوس شگون ہے۔ یہ خون یہاں کیسا ہے؟ اور یہ لاش یہاں کیوں پڑی ہے؟ کیا تم سب یہ سمجھتے ہو کہ میں بھی فرمانروائے مصرؔ کی طرح اپنے مہمانوں کو دعوت میں پہلے لاش دکھاتا ہوں؟ یہ کس کی لاش ہے؟ میں دیکھنا نہیں چاہتا۔

پہلا سپاہی

حضور یہ ہمارے سردار کی لاش ہے۔ وہی نوجوان شامی جس کو
تین روز ہوئے آپنے سردار کے منصب سے سرفراز فرمایا تھا۔

ہرودیس

میں نے تو اس کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔

دوسرا سپاہی

حضور اس نے خودکشی کرلی۔

ہرودیس

کس لیے؟ میں نے تو اس کو سردار بنا دیا تھا۔

دوسرا سپاہی

ہم نہیں جانتے مگر اس نے خودکشی کرلی۔

ہرودیش

تعجب ہے میں اب تک سمجھتا تھا کہ حکمائے روم ہی خودکشی کیا کرتے
ہیں۔ کیوں۔ طجی لینوس حکمائے روم خودکشی کرتے ہیں یا نہیں؟

طجی لینوس

ہاں جہاں پناہ! کچھ ایسے ہیں جو اپنے کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ وہ
رواقی ہیں۔ رواقیوں کی جماعت جاہل اور بیوقوف ہوتی ہے۔ میں
خود ان کو بیوقوف خیال کرتا ہوں۔

ہرودیس

میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ خودکشی حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

طجی لینوس

روم میں ہر شخص ان پر ہنستا ہے۔ قیصر نے اُن کی ایک ہجو لکھی ہے۔

جو ملک کے ہر گوشہ میں پڑھی جاتی ہے۔

ہیرودیس

اس نے ان کی ہجو لکھی ہے؟ قیصر بھی کیا دلچسپ آدمی ہے؟
بہرکیف مجھکو افسوس ہے کہ نوجوان شامی نے اپنے کو مار ڈالا۔ واقعی بڑا ا
افسوس ہے۔ وہ جوان تھا۔ اس کی آنکھیں مخمور تھیں۔ مجھے اچھی طرح یاد
ہے کہ وہ سالومی کو خمار آلودہ نگاہوں سے دیکھا کرتا تھا۔ وہ اس کی طرف
اکثر دیکھا کرتا تھا۔

ہیرودیہ

سالومی کی طرف اس کے علاوہ دوسرے بھی اکثر دیکھا کرتے تھے۔

ہیرودیس

اس کا باپ ایک تاجدار تھا۔ میں نے اس کو سلطنت سے محروم
کر دیا۔ اور تم نے اس سردار کی ماں کو اپنی کنیز بنا لیا جو فی الحقیقت ملکہ تھی
یہ شخص میرے محل میں مہمان کی حیثیت رکھتا تھا۔ اسی لیے میں نے اس کو افسر
اعلیٰ بنا رکھا تھا۔ افسوس! اس نے خودکشی کر لی!
کیوں لاش یہاں کیوں پڑی ہے؟ لیجاؤ۔ میں دیکھنا نہیں چاہتا
(لوگ لاش کو اٹھا لے جاتے ہیں) یہاں سردی ہے۔ ہوا تیز چل رہی ہے۔
کیا تم کو نہیں محسوس ہوتا؟

ہیرودیہ

نہیں ہوا تو بند ہے۔

ہیرودیس

ہوا ضرور چل رہی ہے اور ہوا میں پروں کی آواز سن رہا ہوں

بڑے بڑے پروں کی۔ تم بھی سُنتی ہو؟

ہرودیہ

میں کچھ نہیں سُنتی۔

ہرودیس

اب آواز رُک گئی ابھی ابھی میں سن رہا تھا۔ ضرور ہوا بہ رہی تھی۔ اب تھم گئی ہے۔ مگر۔ نہیں پھر وہی آواز آنے لگی۔ کیا تم کو نہیں سُنائی دیتی؟ ہاں پروں ہی کی آواز ہے۔

ہرودیہ

میں کہہ رہی ہوں کہ میرے کانوں میں کوئی آواز نہیں آتی۔ تم بیمار ہو۔ اندر چلو۔

ہرودیس

بیمار میں نہیں بلکہ تمہاری لڑکی ہے۔ اس کے چہرہ کا رنگ مریضوں کا سا ہے۔ میں نے اس کو کبھی اتنا زرد نہیں دیکھا ہے۔

ہرودیہ

میں نے کہدیا کہ اس کو نہ دیکھو۔

ہرودیس

شراب لاؤ (شراب لائی جاتی ہے) سالومی۔ ادھر آ میرے ساتھ شراب نوش کر۔ یہ نہایت لطیف شراب ہے۔ اپنے یاقوتی ہونٹوں سے اس کو لگالے تو میں پورا پیالہ پی جاؤں۔

سالومی

جہاں پناہ! مجھکو پیاس نہیں ہے۔

ہیرودیس

دیکھتی ہو تمہاری لڑکی میری بات کس طرح رد کرتی ہے؟

ہیرودیہ

بجا کرتی ہے۔ تم اس کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیوں دیکھا کرتے ہو؟

ہیرودیس

تازہ میوے لاؤ (میوے لائے جاتے ہیں) سالومی۔ آ میرے ساتھ کچھ میوے کھا۔ میں پھلوں میں تیرے دانتوں کے نشان دیکھنا چاہتا ہوں، اس پھل کو تھوڑا سا اپنے دانتوں سے کاٹ لے۔ جو بچ جائے گا۔ اس کو میں کھاؤں گا۔

سالومی

جہاں پناہ! مجھے بھوک نہیں۔

ہیرودیس

(ہیرودیہ سے) دیکھتی ہو تم نے اپنی لڑکی کو کیسی تربیت دی ہے؟

ہیرودیہ

میں اور میری لڑکی دونوں ایک شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، مگر تمہارا باپ ایک ساربان تھا اور قزاق بھی۔

ہیرودیس

جھوٹ بولتی ہو!

ہیرودیہ

تم خود جانتے ہو کہ میرا کہنا سچ ہے۔

ہیرودیس

سالومی! آ میرے نزدیک بیٹھ۔ میں تجھکو تیری ماں کا تخت دیدوں گا۔

سالومی

جہاں پناہ میں تھکی نہیں ہوں۔

ھیرودیہ

دیکھا تم کو وہ کیا سمجھتی ہے؟

ہیرودیس

یے آؤ......میں بھول گیا کیا مانگ رہا تھا۔ ہاں یاد آگیا۔

یوحنا کی آواز

خبردار کہ وہ ساعت آگئی! خداوند کہتا ہے۔ میں نے جو پیشینگوئی کی تھی پوری ہوگئی۔ میں نے جس کی بشارت دی تھی وہ دن آگیا۔

ہرودیہ

اس سے کہہ دو کہ خاموش رہے۔ میں اس کی آواز نہیں برداشت کرسکتی۔ یہ شخص ہمیشہ میری توہین کیا کرتا ہے۔

ہرودیس

اس نے تمہارے خلاف تو کچھ نہیں کہا۔ علاوہ اس کے وہ ایک بہت بڑا نبی ہے۔

ہرودیہ

مجھے نبیوں پر اعتقاد نہیں۔ کیا ایک انسان یہ بتا سکتا ہے کہ آئندہ کیا ہوگا؟ کسی کو اس کا علم نہیں۔ اور یہ شخص تو ہمیشہ مجھ کو رسوا کیا کرتا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تم اس سے ڈرتے ہو۔ میں خوب سمجھتی ہوں کہ تم اس سے ڈرتے ہو۔

ہیرودیس

میں اس سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ میں دنیا میں کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔

ہیرودیہ

ضرور ڈرتے ہو۔ اگر ڈرتے نہیں تو اس کو اُن یہودیوں کے حوالے کیوں نہیں کر دیتے جو گذشتہ چھ مہینوں سے اسی فکر میں ہیں؟

ایک یہودی

ہاں خداوند بہتر یہی ہو گا کہ اس کو ہمارے ہاتھوں میں دے دیا جائے۔

ہیرودیس

بس ایک بار میں کہہ چکا کہ اس کو تمہارے سپرد نہیں کیا جائے گا۔ یہ وہ آدمی ہے جو خدا کو دیکھ چکا ہے۔

ایک یہودی

ممکن نہیں ایلیاس نبی کے بعد کسی انسان نے خدا کو نہیں دیکھا۔ وہ آخری انسان تھا جس نے خدا کو دیکھا تھا۔ آج کل خدا اپنے کو دکھلاتا نہیں بلکہ چھپاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں اس قدر برائیاں پھیل گئی ہیں۔

دوسرا یہودی

نہ جانے ایلیاس نے بھی خدا کو دیکھا تھا یا نہیں۔ غالباً اس نے صرف خدا کا عکس دیکھا تھا۔

تیسرا یہودی

خدا کبھی چھپتا نہیں۔ وہ ہر وقت ہر شے میں رونما ہوتا رہتا ہے۔ وہ خیر و شر دونوں میں موجود ہے۔

چوتھا یہودی

ایسا نہ کہو۔ یہ ایک خطرناک عقیدہ ہے۔ یہ اسکندریہ کی درسگاہوں کی تعلیم ہے جہاں یونانیوں کا فلسفہ سکھلایا جاتا ہے اور یونانی جنتیل[1] (کافر) ہیں۔ ان میں ختنہ بھی نہیں ہوتا۔

پانچواں یہودی

کون جانتا ہے کہ خدا کیا کرتا ہے؟ یہ تو ایک راز ہے۔ بہت ممکن ہے کہ جس کو ہم "شر" کہتے ہیں وہ دراصل "خیر" ہو اور جس کو "خیر" سمجھتے ہیں وہ "شر" ہو۔ کسی کو اس کا صحیح علم نہیں۔ ہم کو ہر حال میں سرِ تسلیم خم کرنا چاہیے۔ خدا قادر مطلق ہے۔ وہ قوی اور ضعیف کو برابر شکست دیتا ہے۔ وہ کسی کی جانبداری نہیں کرتا۔

پہلا یہودی

تم نے سچ کہا کہ خدا کی ہستی قادر مطلق ہے۔ وہ قوی اور ضعیف کو یکساں کر دیتا ہے جس طرح کوئی چونے اور خشک گھاس کو ملا کر ایک کر دے۔ لیکن اس شخص نے خدا کو ہرگز نہیں دیکھا۔

ہیرودیہ

اِن سے کہو کہ خاموش رہیں۔ میں عاجز ہو گئی۔

ہیرودیس

لیکن میں نے تو سنا ہے کہ یوحنا ہی الیاس ہے۔

یہودی

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ الیاس کے زمانہ کو تین سو برس سے زیادہ گذر چکے ہیں۔

---

[1] CENTIKS یعنی غیر یہودی۔

ہیرودیس

بعض ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ نبی الیاس ہی ہے۔

ایک نصرانی

مجھکو کامل یقین ہے کہ وہ نبی الیاس ہے۔

یہودی

کبھی نہیں، یہ شخص الیاس ہو نہیں سکتا۔

یوحنا کی آواز

پس وہ دن آگیا۔ اور میں پہاڑوں پر اُس کے قدموں کی آواز سُن رہا ہوں جو عالم کا منجیؔ ہوگا۔

ہیرودیس

اس کا کیا مطلب ہے؟ عالم کا منجیؔ؟

طجی لینوس

یہ قیصر کا ایک لقب ہے۔

ہیرودیس

مگر قیصر تو یہودیہ میں نہیں آرہا ہے، ابھی رومؔ سے کل خط آیا ہے اس میں تو اس کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔ طجی لینوس! تم جاڑے کے ایام میں جب وہاں تھے تو کیا کوئی ایسی خبر سُنی تھی؟

طجی لینوس

حضور! میں نے کوئی خبر نہیں سُنی ـــــ میں تو لقب کی تشریح کر رہا تھا۔ قیصر کے القاب میں سے ایک لقب یہ بھی ہے۔

ہرودیس

قیصر یہاں نہیں آسکتا۔ وہ نقرس سے مجبور رہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے پاؤں ہاتھی کے پاؤں کی طرح بھاری ہو رہے ہیں۔ پھر چند سیاسی اسباب بھی مانع ہیں۔ آج کل روم کو چھوڑنا اُس کو کھو بیٹھنا ہے۔ قیصر نہیں آسکتا۔ خیر وہ مالک ہے اگر آنا چاہے گا تو آجائے گا۔ اگرچہ مجھکو امید ہے کہ نہیں آئے گا۔

پہلا نصرانی

حضور! نبی نے قیصر کے بارے میں نہیں کہا تھا۔

ہرودیس

قیصر کے بارے میں نہیں کہا تھا؟

پہلا نصرانی

نہیں حضور!!

ہرودیس

پھر کس کے بارے میں کہا تھا؟

پہلا نصرانی

مسیحؑ کے بارے میں جو آگیا ہے۔

ایک یہودی

یہ غلط ہے مسیحؑ ابھی نہیں آیا ہے۔

پہلا نصرانی

وہ آگیا ہے اور ہر جگہ معجزے دکھا رہا ہے۔

ہرودیہ

اہاہا! معجزے! — میں معجزوں کو نہیں مانتی۔ بہت دیکھ چکی ہوں، (خدمتگار سے) میرا پنکھا!

پہلا نصرانی

مگر وہ سچے معجزے دکھاتا ہے! چنانچہ جلیل کا کوئی مشہور قصبہ ہے، جہاں اس نے شادی کی ایک محفل میں پانی کو شراب بنا دیا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے مجھ سے بیان کر رہے تھے۔ اور اس نے دو کوڑھیوں کو جو شہر کفرنحوم کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے محض ہاتھ سے چھو کر اچھا کر دیا۔

دوسرا نصرانی

نہیں۔ کفرنحوم میں اس نے دو اندھوں کو اچھا کیا تھا۔

پہلا نصرانی

نہیں۔ کوڑھیوں کو۔ مگر اس نے اندھوں کو بھی اچھا کیا ہے۔ وہ ایک پہاڑ پر فرشتوں سے گفتگو کرتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے۔

ایک صدوقی

فرشتوں کا کہیں وجود ہی نہیں۔

ایک فریسی

فرشتوں کا وجود تو ہے۔ البتہ میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ اس آدمی نے ان کو دیکھا ہے۔

پہلا نصرانی

لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے اس کو فرشتوں سے باتیں کرتے پایا ہے۔

صدوقی

جھوٹ !

ہرودیہ

ان لوگوں نے مجھکو پریشان کر ڈالا۔ سب کے سب لغو بکتے ہیں۔ (خدمتگار سے) پنکھا! (خدمتگار پنکھا دیتا ہے) تمہاری صورت خواب دیکھنے والوں کی سی ہے۔ ہر گھڑی خواب دیکھتے رہنا بُرا ہوتا ہے۔ یہ مریضوں کا کام ہے (خدمتگار کو پنکھے سے مارتی ہے)

دوسرا نصرانی

ایک اور معجزہ بھی ہے جو بنت جائروس سے متعلق ہے۔

پہلا نصرانی

اس سے کون انکار کر سکتا ہے؟

ہرودیہ

یہ سب دیوانے ہو گئے ہیں۔ چاند کو حد سے زیادہ دیکھتے رہے ہیں۔ اب ان کو چپ رہنے کا حکم دو۔

ہرودیس

یہ بنتِ جائروس کا معجزہ کیا ہے؟

پہلا نصرانی

جائروس کی لڑکی مر گئی تھی۔ اس نے اس کو پھر زندہ کر دیا۔

ہرودیس

وہ مُردوں کو بھی زندہ کر دیتا ہے؟

پہلا نصرانی

جی ہاں وہ مردوں کو بھی زندہ کرتا ہے۔

ہیرودیس

میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ اس سے ممانعت کر دینی چاہیے۔ مُردوں کو زندہ کرنے کی اجازت میں کسی کو نہیں دیتا۔ اس کو تلاش کر کے اس سے کہدو کہ میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس وقت وہ کہاں ہے؟

دوسرا نصرانی

حضور وہ ہر جگہ ہے مگر اس کا ملنا دشوار ہے۔

پہلا نصرانی

کہا جاتا ہے کہ اس وقت وہ سامریہ میں ہے۔

ایک یہودی

اگر سامریہ میں ہے تو ظاہر ہے کہ وہ مسیح نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ سامریوں میں مسیح نہیں آئے گا۔ سامری ملعون ہیں۔ وہ عبادت گاہ پر قربانیاں نہیں چڑھاتے۔

دوسرا نصرانی

کچھ ہی دن ہوئے کہ وہ سامریہ سے رخصت ہوا ہے۔ میرا خیال ہے اس وقت وہ یروشلم کے مضافات میں ہے۔

پہلا نصرانی

نہیں۔ وہ وہاں نہیں۔ میں یروشلم سے ابھی واپس آیا ہوں۔ دو مہینوں سے وہاں اس کا کوئی پتہ نہیں۔

ہیرودیس

خیر اس سے بحث نہیں۔ مگر اس کو ڈھونڈ کر میری جانب سے یہ حکم

سُنا دو کہ مُردوں کو جلایا نہ کرے۔ پانی کو شراب بنائے۔ کوڑھیوں کو اچھا کرے۔ مجھے اس سے کوئی اختلاف نہیں۔ سچ پوچھو تو میں کسی کوڑھی کو اچھا کر دینا ثواب سمجھتا ہوں۔ لیکن کسی کو مُردے جلانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اگر مُردے زندہ ہو جایا کریں گے تو بڑی آفت ہو گی۔

یوحنا کی آواز

آہ! بدکار! زانیہ!! آہ! سنہری آنکھوں والی "بابل کی لڑکی" خداوند کہتا ہے "لوگوں کی ایک جماعت اس عورت پر یورش کرے اور اس کو سنگسار کر ڈالے"۔

ہیرودیس

اس کو خاموش رہنے کا حکم دو

یوحنا کی آواز

فوجی افسروں سے کہو کہ اپنی تلواروں سے اس کو زخمی کر ڈالیں۔ اپنی ڈھالوں کے نیچے اس کو کچل ڈالیں۔

ہیرودیس

میری رسوائی ہو رہی ہے

یوحنا کی آواز

اسی طرح میں دنیا سے بُرائیاں مٹاؤں گا اور یونہی دوسری عورتیں اس کی پیروی کرنے سے بچیں گی۔

ہیرودیس

سُنتے ہو مجھے کیا کہہ رہا ہے؟ تم چاہتے ہو کہ وہ تمہاری بیوی کو ذلیل کرتا رہے؟

ہرودیس

اس نے تمہارا نام تو نہیں لیا ؟

ہرودیہ

یہ حجت فضول ہے۔ تم تو خوب واقف ہو کہ وہ مجھی کو رسوا کرنا چاہتا ہے۔ اور میں تمہاری بیوی ہوں کہ نہیں ؟

ہرودیس

بیشک۔ پیاری ہرودیہ تم میری بیوی ہو اور اس سے پیشتر میرے بھائی کی بیوی رہ چکی ہو۔

ہرودیہ

تمہیں نے اس کی آغوش سے مجھکو جدا کر دیا۔

ہرودیس

صحیح ہے۔ میں اس سے قوی تر تھا۔ لیکن مجھے یہ تذکرہ گوارا نہیں۔ نبی جو کچھ کہہ رہا تھا اس کی بنا یہی تھی اور شاید اسی بنا پر کوئی آفت آنے والی ہے۔ اس ذکر کو جانے دو پیاری ہرودیہ ہم مہمانوں کی طرف سے غافل ہیں۔ شراب سے میرا ساغر بھر دو۔ چاندی اور شیشے کے کُل ظروف میز پر لگا دو۔ اہل روم بھی موجود ہیں۔ ہم سب قیصر کا جام صحت نوش کریں۔

حاضرین

قیصر! قیصر!!

ہرودیس

دیکھو تمہاری لڑکی کتنی زرد ہے

ہرودیہ

تم کو اس سے کیا غرض کہ وہ زرد ہے یا نہیں ؟

هیرودیس

میں نے اس کو اتنا زرد کبھی نہیں دیکھا۔

ہیرودیہ

تمہیں اس کو دیکھنا ہی نہیں چاہیے۔

یوحنا کی آواز

اس روز سورج بال کے مانند سیاہ ہو جائے گا اور چاند خون کی طرح سُرخ۔ ستارے پکّے ہوئے انجیروں کی طرح آسمان سے ٹوٹ کر گرنے لگیں گے اور دنیا پر حکومت کرنے والے پناہ مانگیں گے۔

ہیرودیہ

میں اس روز کو ذرا دیکھنا چاہتی ہوں جس کی یہ پیشینگوئی کر رہا ہے جبکہ چاند خون کی طرح سُرخ ہو جائے گا اور ستارے آسمان سے پکّے ہوئے انجیروں کی طرح گرنے لگیں گے۔ یہ نبی بدمست شرابیوں کی سی باتیں کر رہا ہے۔ مگر میں اس کی آواز کی تاب نہیں لا سکتی۔ مجھے اس کی آواز سے نفرت ہے۔ اس کو چپ رہنے کا حکم دو۔

ہیرودیس

میں نہیں حکم دوں گا۔ اس کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ ممکن ہے کوئی اچھی فال ہو۔

ھیرودیہ

مجھے فال پر اعتقاد نہیں۔ وہ شرابیوں کی طرح بکتا ہے۔

ہیرودیس

ممکن ہے اُس نے خدا کی شراب پی ہو۔

ہیرودیہ

"اور یہ" خدا کی شراب" کون سی شراب ہے؟ کس کے باغ کے انگوروں سے نکلتی ہے؟ اور کس میکدہ میں کھنچتی ہے؟

ہیرودیس

(اب تو سالومی کو دیکھنے میں محو ہے) طجی لینوس جب تم روم میں تھے تو قیصر کو کبھی اس کے متعلق بھی کچھ کہتے سنا تھا......؟

طجی لینوس

کس کے متعلق؟ حضور!

ہیرودیس

کس کے متعلق؟ خوب! میں نے تم سے کچھ پوچھا تھا؟ مجھے قطعی یاد نہیں۔

ہیرودیہ

تم پھر میری لڑکی کو دیکھ رہے ہو۔ میں نے کہد یا کہ اس کی طرف نگاہ نہ اٹھاؤ۔

ہیرودیس

تم کو تو اس کے سوا اور کچھ کہنا ہی نہیں۔

ہیرودیہ

میں پھر وہی کہتی ہوں۔

ہیرودیس

اور ہیکل کی بحالی کے بارے میں کچھ ہوگا کہ نہیں؟ جس کے لیے لوگوں میں اس قدر سرگوشیاں ہو رہی ہیں۔ سنتا ہوں کہ عبادتگاہ کا غلاف غائب ہو گیا ہے؟

ہرودیہ

تمہیں نے تو اس کو چرا لیا اور پھر انجان کی طرح باتیں کرتے ہو۔ اب میں یہاں نہیں رُک سکتی۔ اندر چلو۔

ہرودیس

سالومی! مجھکو اپنا ناچ دکھا۔

ہرودیہ

میں اس کو ناچنے نہیں دوں گی۔

سالومی

جہاں پناہ! ناچنے کو میرا جی نہیں چاہتا۔

ہرودیس

سالومی! ہرودیہ کی لڑکی ناچ سے میرا دل بہلا۔

ہرودیہ

اس کو نہ چھیڑو!

ہرودیس

سالومی! میں تجھکو ناچنے کا حکم دیتا ہوں۔

سالومی

جہاں پناہ! میں نہیں ناچوں گی۔

ہرودیہ

قہقہہ لگا کر) دیکھا وہ تمہارا حکم کیسا مانتی ہے؟

ہیرودیس

اس کا جی چاہے تو ناچے۔ مجھے اس کا اشتیاق نہیں۔ اس کا رقص میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ آج کی رات میں مسرور ہوں۔ میں نے اس سے قبل کبھی ایسی مسرت نہیں محسوس کی۔

پہلا سپاہی

بادشاہ کا چہرہ دھندلا ہو رہا ہے۔ کیوں؟

دوسرا سپاہی

ہاں بادشاہ کا چہرہ دھندلا ہے۔

ہیرودیس

اور مسرور کیوں نہ ہوں۔ قیصر جو دنیا کا حکمراں ہے جو ہر چیز کا مالک ہے مجھکو مانتا ہے۔ اس نے مجھکو بیش بہا تحفے بھیجے ہیں۔ اور شاہ کبادکیہ کو جو میرا دشمن ہے بلا بھیجنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ عجب نہیں کہ اس کو روم میں بلا کر صلیب دیدی جائے۔ کیوں کہ قیصر جو چاہے کر سکتا ہے وہ ہم سب کا آقا ہے اس لیے مجھکو مسرور رہنے کا حق بھی ہے۔ دنیا کی کوئی چیز میری مسرت کو برباد نہیں کر سکتی۔

یوحنا کی آواز

وہ اپنی تخت پر بیٹھا ہوگا۔ اپنی یاقوتی اور ارغوانی خلعت میں ملبوس ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں اس کے ہزلیات سے لبریز ایک سونے کا پیالہ ہوگا اور خداوند آقا کے فرشتے اس کو ماریں گے کیڑے اس کو کھا ڈالیں گے۔

ہرودیہ

سنو تم کو کیا کہہ رہا ہے۔ کہتا ہے۔ کیڑے تم کو کھا ڈالیں گے۔

ہرودیس

مجھ کو نہیں کہتا۔ میرے خلاف اس نے کبھی ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا ہے۔ وہ شاہِ کباڈوکیہ کے متعلق یہ سب کہہ رہا ہے۔ جو میرا دشمن ہے۔ اسی کو کیڑے کھائیں گے۔ مجھ کو نہیں۔ اس نبی نے کبھی میری برائی نہیں کی سوا اس کے کہ میں نے اپنے بھائی کی بیوی کو اپنی بیوی بنا کر ایک بڑا گناہ کیا ہے۔ سو اس کا یہ خیال شاید درست ہے کیوں کہ تم واقعی بانجھ ہو۔

ہرودیہ

میں بانجھ ہوں؟ میں؟ اور تم یہ کہتے ہو؟ تم جو ہر وقت میری لڑکی کو دیکھا کرتے ہو۔ جو ابھی اپنی دلبستگی کے لیے اس سے ناچنے کی فرمائش کر رہے تھے؟ تمہارا یہ خیال بے بنیاد ہے۔ دیکھو وہ میری لڑکی ہے۔ تمہارے البتہ کوئی اولاد نہیں۔ کنیزوں سے بھی نہیں۔ بانجھ تم ہو۔ میں نہیں۔

ہرودیس

چپ رہو۔ میں کہہ رہا ہوں کہ تم بانجھ ہو۔ تم سے میری کوئی اولاد نہیں۔ اور نبی کہتا ہے کہ ہمارا نکاح درست نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اس شادی کے نتیجے خراب ہوں گے۔ میری رائے میں اس کا کہنا ٹھیک ہے مجھے پورا یقین ہے کہ وہ سچ کہتا ہے مگر اس گھڑی ان تذکروں کو جانے دو۔ میں اس وقت تردّدات سے آزاد رہنا چاہتا ہوں۔ واقعی میں

بہت خوش ہوں۔ مجھے کس چیز کی کمی ہے؟

ہرودیہ

مجھکو بڑی خوشی ہے کہ تمہاری طبیعت آج ایسی شگفتہ ہے جو
ایک غیر معمولی بات ہے۔ مگراب بہت دیر ہو چکی۔ چلو اندر چلیں۔ تم کو یاد
ہے یا نہیں کہ علی الصباح ہم شکار کے لیے جانے والے ہیں؟ قیصر کے
سفیروں کی ہر طرح مدارات ہونی چاہیے۔

دوسرا سپاہی

بادشاہ کے چہرے کا رنگ کس قدر دھندلا ہو گیا ہے۔

پہلا سپاہی

ہاں بے حد دھندلا ہو گیا ہے

ہرودیس

سالومی! سالومی۔ مجھے خوش کرنے کے لیے ناچ۔ میں تجھ سے درخواست
کرتا ہوں کہ میری خاطر سے ناچ۔ میں آج بے انتہا افسردہ ہو رہا ہوں،
میں جب یہاں آرہا تھا تو میرے قدم خون میں پڑ گئے تھے جو ایک بری
علامت ہے۔ اور میں نے ہوا میں بھاری پروں کی آواز بھی سُنی تھی۔ سمجھ
میں نہیں آتا کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ میں بے انتہا افسردہ ہو رہا ہوں۔
سالومی مجھ کو اپنا ناچ دکھا دے۔ میں التجا کرتا ہوں۔ اگر تو مجھ کو اپنا ناچ
دکھا کر محظوظ کر دے گی تو جو مانگے گی میں تجھ کو دوں گا۔ ہاں سالومی ناچ
اور جو تیرا جی چاہے مجھ سے مانگ لے۔ میں اپنی آدھی سلطنت بھی دینے
کو تیار ہوں۔

سالومی

(اٹھکر) جہاں پناہ! کیا آپ سچ کہتے ہیں کہ جو کچھ میں مانگوں گی مجھ کو ملے گا؟

ہرودیہ

بیٹی! خبردار! نہ ناچ۔

ہرودیس

ہاں جو دل چاہے مانگ۔ خواہ میری آدھی سلطنت ہی کیوں نہو۔

سالومی

جہاں پناہ۔ آپ قسم کھاتے ہیں؟

ہرودیس

ہاں سالومی! میں قسم کھاتا ہوں۔

ہرودیہ

ہرگز مت ناچ میری پیاری بیٹی۔

سالومی

آپ کس چیز کی قسم کھاتے ہیں؟

ہرودیس

اپنی جان۔ اپنے تاج۔ اپنے دیوتاؤں کی۔ جو کچھ تو چاہیگی میں تجھکو دوں گا۔ اگر تو صرف ایک بار مجھکو اپنا ناچ دکھا دے تو اپنی آدھی سلطنت بھی تیرے حوالے کردوں۔ سالومی۔ سالومی مجھے بس اپنا ناچ دکھا دے۔

سالومی

جہاں پناہ۔ یاد ہے کہ آپ قسم کھا چکے ہیں۔

ہرودیس

ہاں سالومی۔ میں قسم کھا چکا ہوں۔

سالومی

جو کچھ میں مانگوں گی مجھکو ملے گا؟ آپ کی آدھی سلطنت بھی؟

ہرودیہ

سالومی! میری بات مان اور ناچنے سے انکار کر دے۔

ہرودیس

ہاں آدھی سلطنت بھی۔ سالومی! اگر تو چاہے تو ابھی ایک ملکہ بن
سکتی ہے۔ اُف! یہاں کیسی سردی ہے! ہوا برف میں ڈوبی ہوئی معلوم
ہوتی ہے۔ اور ہوا میں پروں کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ معلوم
ہوتا ہے جیسے کوئی چڑیا۔ کوئی چڑیا۔ کوئی بھاری اور سیاہ چڑیا شہ
نشین پر منڈلا رہی ہو۔ لیکن یہ چڑیا نظر کیوں نہیں آتی؟ اس کے
پروں کی آواز ہیبتناک ہے۔ ہوا ٹھنڈی ہے۔ مگر۔ نہیں نہیں۔ سرد
نہیں بلکہ گرم ہے۔ میرا دم گھٹا جاتا ہے۔ میرے ہاتھوں پہ پانی ڈالو اور
مجھکو برف کھلاؤ۔ میری قبا کے بند ڈھیلے کرو! جلد! نہیں نہیں۔ اس کو
رہنے دو۔ میرا پھولوں کا ہار مجھکو تکلیف دے رہا ہے۔ یہ پھول اس وقت
انگارے معلوم ہوتے ہیں۔ میری پیشانی جلی جاتی ہے۔ (ہار کو نوچ کر
پھینک دیتا ہے) ہاں اب میں سانس لے سکتا ہوں۔ اِن پھولوں کی پنکھڑیاں
سرخ کیسی ہیں! معلوم ہوتا ہے کسی کپڑے پر خون کے دھبے پڑ گئے
ہیں۔ خیر جانے دو۔ ہر چیز میں فال نکالنا بھی اچھا نہیں۔ زندگی اس طرح
دشوار ہو جاتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے کہ خون کے

دھبے بھی اسی طرح بھلے معلوم ہوتے ہیں جسطرح گلاب کی پتیاں۔ شاید یہ کہنا اور بھی مناسب ہوگا کہ..... مگر اب اس ذکر کو جانے ہی دو۔ اس وقت میں خوش نصیب ہوں۔ بے انتہا خوش نصیب۔ تمہیں کہو میں مسرور رہنے کا حق رکھتا ہوں کہ نہیں۔ تمہاری لڑکی آج میرے لیے ناچنے جا رہی ہے۔ سالومی تو وعدہ کر چکی ہے۔

ہیرودیہ

میں اس کو ناچنے نہیں دوں گی۔

سالومی

جہاں پناہ! میں ناچوں گی۔

ہیرودیس

سُنتی ہو تمہاری لڑکی کیا کہتی ہے؟ وہ ناچنے کو تیار ہے۔ سالومی تو بڑی عقلمند ہے اور ناچنے کے بعد جو تیرا جی چاہے مجھ سے مانگنے میں تامّل نہ کر۔ ہاں میری آدھی سلطنت بھی۔ میں قسم کھا چکا ہوں یا میں غلط کہہ رہا ہوں؟

سالومی

ہاں آپ قسم کھا چکے ہیں۔

ہیرودیس

اور میں نے اپنی قسم کبھی نہیں توڑی ہے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو عہد شکنی کیا کرتے ہیں۔ میں جھوٹ بولنا نہیں جانتا۔ اپنے وعدہ کا غلام ہوں اور میرا وعدہ بادشاہوں کا وعدہ ہوتا ہے۔ شاہِ کبادکیہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے۔ لیکن وہ کوئی راست باز بادشاہ

نہیں۔ اس نے مجھ سے قرضہ لیا تھا اور ابتک واپس نہیں کیا۔ اس نے میرے سفیروں کی تحقیر کی ہے۔ اسنے میرے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو کانٹوں کی طرح میرے دل میں چبھ گئے۔ مگر جب وہ روم میں جائے گا تو قیصر اس کو صلیب دے گا۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ قیصر اس کو صلیب دے گا۔ نہیں تو وہ یوں بھی مرے گا اور کیڑے اس کو کھا ڈالیں گے نبی نے ابھی کہا ہے۔ سالومی اب انتظار کس کا ہے؟

سالومی

اپنی کنیزوں کا انتظار کر رہی ہوں کہ وہ میرے سات نقاب اور عطریات لے آئیں اور میرے کھڑاؤں اتار دیں (کنیزیں سات نقاب اور عطر دان لے کر حاضر ہوتی ہیں اور کھڑاؤں اتار دیتی ہیں)۔

ہیرودیس

اچھا۔ تو برہنہ پا رقص کرنا چاہتی ہے؟ یہ اور بھی اچھا ہوگا۔ تیرے نازک پاؤں قمریوں کی طرح معلوم ہوں گے یا وہ سفید پھولوں کی طرح جو درخت پر ہل رہے ہوں۔ دیکھ۔ خون سے بچا کر! زمین پر خون پھیلا ہے۔ اس پر ناچنا منحوس ہوگا

ہیرودیہ

اگر وہ خون پر ناچتی ہے تو تمکو کیا؟ تمہارے پاؤں تو اس میں اچھی طرح ڈوب چکے ہیں۔

ہیرودیس

مجھکو کیا؟ دیکھو چاند سُرخ ہوگیا۔ نبی کا کہنا سچ تھا۔ اس نے کہا تھا کہ چاند خون کی طرح سُرخ ہو جائے گا۔ تم سب نے اس کو

یہ کہتے سنا تھا۔ اور اب چاند بالکل خون کی طرح سرخ ہو گیا ہے۔ دیکھتی ہو کہ نہیں؟

ہرودیہ

ہاں خوب دیکھتی ہوں اور ستارے بھی پکی ہوئی انجیروں کی طرح گرنے لگے ہیں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ نہیں؟ اور سورج بھی بال کی طرح سیاہ ہو چلا ہے۔ اور دنیا پر حکومت کرنے والے پناہ مانگ رہے ہیں۔ کم از کم اتنا تو ہم سب دیکھ رہے ہیں۔ نبی نے اپنی ساری عمر میں بس ایک بات سچ کہی تھی۔ دنیا کے تاجدار ڈر گئے۔ آؤ اندر چلیں۔ تم بیمار ہو۔ روم میں لوگ تم کو دیوانہ مشہور کر دیں گے میری بات مانو اور اندر چلو۔

یوحنا کی آواز

یہ کون ہے جو ادوم سے آ رہا ہے؟ یہ کون ہے جو بوزرا سے آ رہا ہے؟ جس کا لباس ارغوانی ہے۔ جو اپنے جگمگاتے ہوئے کپڑوں میں چمک رہا ہے۔ جو شوکت اور جلال کے ساتھ چل رہا ہے؟ اس کا لباس سرخ رنگ میں کیوں رنگا ہوا ہے؟

ہرودیہ

خدا کے لیے اندر چلو! اس آدمی کی آواز مجھے پاگل کیے دیتی ہے اگر وہ یونہی چلاتا رہے گا تو میں اپنی بیٹی کو ہرگز نہ ناچنے دوں گی اور اگر تم اس کو یونہی دیکھتے رہو گے تو بھی نہ ناچنے دونگی۔ غرض کہ میں کسی طرح ناچنے ہی نہیں دوں گی۔

ہرودیس

بیٹھی رہو۔ میری پیاری ملکہ۔ اٹھ جانے سے تم کو کیا حاصل ہوگا جب تک اس کا رقص ختم نہ ہولے گا میں اندر نہیں جاؤں گا۔ ناچ سالومی میرے لئے ناچ۔

ہرودیہ

نہ ناچ بیٹی۔

سالومی

جہاں پناہ! میں تیار ہوں۔

(اپنا "رقص ہفت نقاب" شروع کرتی ہے)

ہرودیس

خوب! شاباش! تم نے دیکھا تمہاری لڑکی نے اپنے ناچ سے مجھکو کیسا خوش کیا؟ اِدھر آ سالومی! قریب آ تاکہ میں تجھکو انعام دوں۔ میں رقاصوں کو کافی معاوضہ دیا کرتا ہوں۔ میں تجھکو شاہانہ انعام دوں گا۔ جو تو چاہیگی تجھکو دیا جائے گا۔ بول کیا چاہتی ہے؟

سالومی

(زمیں بوس ہوکر) میں چاہتی ہوں کہ چاندی کے ایک طشت میں....

ہرودیس

(ہنس کر) چاندی کے طشت میں؟ ہاں ہاں۔ بیشک چاندی ہی کے طشت میں۔ حسین سالومی۔ تو یہودیہ کی تمام لڑکیوں سے بڑھ کر جمیل و دلکش ہے۔ بتا چاندی کے طشت میں کیا چاہتی ہے؟ جو کچھ مانگے گی تجھکو لاکر دیا جائے گا۔ میرا سارا خزانہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ بول کیا مانگتی ہے؟۔

سالومی

(زمین سے سر اُٹھا کر) یوحنا کا سر۔

ہیرودیہ

شاباش، بیٹی شاباش!

ہیرودیس

نہیں! نہیں!

ہیرودیہ

بیٹی تو نے خوب کیا۔

ہیرودیس

نہیں۔ نہیں۔ سالومی تو مجھ سے یہ نہیں مانگتی۔ اپنی ماں کی بات نہ سن۔ وہ تجھ کو ہمیشہ بری صلاح دیا کرتی ہے۔ اس کے کہنے کی پرواہ نہ کر۔

سالومی

میں اپنی ماں کا کہنا نہیں کرتی۔ میں محض اپنی تفریح کے لیے چاندی کے طشت میں یوحنا کے سر کی طلبگار ہوں۔ ہیرودیس تم قسم کھا چکے ہو۔ بھول نہ جاؤ کہ تم قسم کھا چکے ہو۔

ہیرودیس

میں جانتا ہوں کہ میں اپنے دیوتاؤں کی قسم کھا چکا ہوں۔ لیکن سالومی! تیرے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں، کوئی دوسری چیز مانگ۔ مجھ سے آدھی سلطنت مانگ لے۔ میں دیدوں گا۔ مگر اس چیز کو نہ مانگ۔

سالومی

میں یوحنا کا سر مانگتی ہوں۔

ھیرودیس

میں اس کا روادار نہیں ہو سکتا۔

سالومی

ہیرودیس۔ تم قسم کھا چکے ہو۔

ہیرودیہ

ہاں تم نے ابھی قسم کھائی ہے۔ سب نے سنا ہے۔ سب کے سامنے تم نے قسم کھائی ہے

ہیرودیس

خاموش رہو میں تم سے بولنا نہیں چاہتا۔

ہیرودیہ

میری لڑکی نے بہت اچھا کیا کہ یوحنا کا سر مانگا۔ وہ مجھ پر گالیوں کی بوچھار کرتا رہا ہے۔ میرے متعلق کریہہ باتیں کہتا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ سالومی اپنی ماں سے محبت کرتی ہے۔ بیٹی اپنی ضد سے اب ہرگز باز نہ آ۔ بادشاہ زبان دے چکا ہے۔

ہیرودیس

بس چپ رہو۔ ایک لفظ بھی نہ بولو۔ سالومی عقل کی بات کر۔ ہاں ضرور عقل کی بات کرے گی۔ میں نے تجھ پر کبھی سختی نہیں کی ہے۔ تجھکو ہمیشہ پیار کرتا رہا ہوں۔ شاید بہت پیار کرتا رہا ہوں مجھ سے یہ نہ مانگ یہ سوال نہایت خطرناک ہے۔ سالومی تو مذاق کر رہی ہے۔ ایک مرے وہ آدمی کا سر جو اس کے جسم سے جدا کر دیا گیا ہو دیکھنے کی چیز نہیں۔ کسی کنواری لڑکی کے لیے ایسی چیز کو دیکھنا زیبا نہیں۔ تجھکو اس میں کیا لطف

حاصل ہو سکتا ہے؟ نہیں تو یہ نہیں مانگتی۔ سن میرے پاس ایک زمرّد ہے۔ بڑا زمرّد۔ جو محبوبہ قیصر نے مجھ کو بھیجا ہے۔ اگر اس میں دیکھا جائے تو دُور کی چیزیں نظر آسکتی ہیں۔ قیصر جب سرکس جاتا ہے تو ایسا ہی زمرّد اپنے پاس رکھتا ہے۔ لیکن میرا زمرّد اس سے بھی بڑا ہے وہ دنیا کا سب سے بڑا زمرّد ہے۔ تو اس کو ضرور اپنے پاس رکھنا چاہیگی کہہ تو میں تجھ کو دیدوں۔

سالومی

میں یوحنا کا سر چاہتی ہوں۔

ہیرودیس

تو سُنتی نہیں۔ مجھے اپنی بات ختم کر لینے دے۔

سالومی

یوحنا کا سر۔

ہیرودیس

کبھی نہیں۔ واقعی تیری خواہش نہیں ہے۔ صرف مجھکو چھیڑنے کے لیے یہ کہہ رہی ہے کیونکہ میں تجھکو لگاتار دیکھتا رہا ہوں۔ تیرا حسن مجھکو زخمی کر رہا تھا۔ اور اسی وجہ سے میں تیری طرف سے نظر نہیں ہٹاتا تھا۔ مگر اب میں تیری طرف کبھی نہ دیکھوں گا۔ انسان کو دوسروں کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے۔ صرف آئینہ میں دیکھنا چاہیے، کیونکہ آئینے ہم پر ہمارا پردہ فاش کر دیتے ہیں اُف! شراب لاؤ! میں پیاسا ہوں! سالومی! سالومی! آ ہم ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں۔ آہ! میں ابھی کیا کہنے جا رہا تھا؟ ہاں یاد آیا۔ سالومی! ذرا مجھ سے قریب تر

ہو جا۔ مجھ کو خوف ہے کہ تو میری بات نہیں سن سکتی۔ تو نے میرے سفید موروں کو دیکھا ہے جو صنوبر اور حنا کے سایہ میں گھومتے ہیں۔ کتنے خوبصورت ہیں۔ ان کی منقاروں پر سونا منڈھا ہوا ہے۔ ان کو جو دانے کھلائے جاتے ہیں وہ بھی سونے کے ہوتے ہیں۔ ان کے پاؤں ارغوانی ہیں جب وہ بولتے ہیں تو پانی برسنے لگتا ہے اور جب اپنے پروں کو پھیلاتے ہیں تو چاند نکل آتا ہے۔ ان میں دو دو کے جوڑے ہیں اور ہر جوڑے کے لیے ایک خدمت گار مور ہے جو ان کی نگہداشت کیا کرتا ہے۔ کبھی وہ درختوں پر اڑ کر جا بیٹھتے ہیں اور کبھی جھیل کے کنارے یا سبزہ زاروں میں چھپ رہتے ہیں۔ دنیا میں کسی بادشاہ کے پاس ایسے خوب صورت پرندے نہیں ہیں۔ قیصر کے پاس بھی نہیں۔ میں تجھکو اپنے پچاس مور دے ڈالوں گا۔ تو جہاں جہاں جائے گی وہ بھی تیرے پیچھے جائیں گے۔ تو ان کے درمیان میں ایسی معلوم ہو گی جیسے بادلوں میں چاند میرے پاس صرف سو مور ہیں۔ دنیا میں کسی شاہنشاہ کے پاس ایسے مور نہیں۔ تاہم اگر تو کہے تو کل تجھکو دیدوں۔ لیکن مجھکو اس قسم سے سبکدوش کر دے اور اپنے سوال سے دست بردار ہو جا۔

(شراب کا پیالہ خالی کر دیتا ہے۔)

سالومی

مجھ کو یوحنا کا سر درکار ہے۔

ہیرودیہ

شاباش! بیٹی۔ اور تم۔ تم تو اپنے موروں کے ذریعہ معلوم ہوتے ہو۔

ہیرودیس

خاموش! ہر وقت درندوں کی طرح چلایا کرتی ہو۔ زبان بند کر دو۔ تمہاری آواز ہی مجھ کو گراں گذرتی ہے۔ میں کہتا ہوں بس چپ رہو..... سالومی ذرا غور تو کر تو کیا کر رہی ہے۔ شاید یہ آدمی خدا کا بھیجا ہوا ہے وہ ایک برگزیدہ ہستی ہے۔ خدا کی انگلیوں نے اس کو مس کیا ہے۔ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے خدا ہی کی جانب سے کہہ رہا ہے۔ محلوں میں اور ریگستانوں میں خدا برابر اس کے ساتھ رہتا ہے۔ کم از کم ایسا ہونا ناممکن نہیں ہے۔ کوئی جانتا نہیں مگر ممکن ہے کہ خدا اس کے ساتھ ہو۔ اس کے علاوہ اگر وہ مر جائیگا تو ڈر ہے کہ میں کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ اس نے کہا تھا کہ جس دن وہ مرے گا کسی نہ کسی شخص پر مصیبت آئیگی اور وہ شخص میں ہی ہو سکتا ہوں۔ تجھکو یاد ہو گا جب میں یہاں داخل ہوا تھا تو میرے پاؤں خون میں پڑ گئے تھے اور میں نے ہوا میں بھاری پروں کی آہٹ سُنی تھی اور بھی کئی بُری علامتیں ظاہر ہوئیں تھیں جن کا اس وقت مجھکو خیال نہیں رہا۔ سالومی۔ کیا تو چاہتی ہے کہ میں کسی آفت میں گرفتار ہو جاؤں۔ نہیں تو کبھی اس کو گوارا نہیں کر سکتی۔ اس لیے میری بات سُن۔

سالومی

مجھ کو یوحنا کا سَر دو۔

ہیرودیس

آہ! تو نہیں سنے گی۔ ذرا صبر کر۔ دیکھ میں کس آہستگی سے بول رہا ہوں۔ سُن میں نے جواہرات چھپا رکھے ہیں۔ جن کو تیری ماں بھی نہیں جانتی۔

جو نایاب اور بے نظیر ہیں۔ میرے پاس موتیوں کا ایک ہار ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کے تاروں میں چاند گوندھ دیا گیا ہو۔ ایک ملکہ اس ہار کو اپنے شفاف سینے پر پہن چکی ہے۔ جب تو اس کو پہنے گی تو تو بھی ایک حسین ملکہ معلوم ہوگی۔ میرے پاس دو قسم کے نیلم ہیں ایک تو سیاہ دوسرا ارغوانی۔ مختلف رنگ کے عقیق ہیں بعض زرد ہیں شیر کی آنکھوں کی طرح۔ بعض سرخ ہیں کبوتر کی آنکھوں کی طرح۔ اور بعض بلی کی آنکھوں کی طرح سبز ہیں۔ میرے پاس ہیرے ہیں جو برف کی طرح چمکتے ہیں۔ سنگِ سلیمانی ہیں جو مردہ عورت کی پتلیوں کی مانند ہیں۔ میرے پاس فیروزے ہیں جو صبح سے شام تک رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ میرے پاس انڈوں کے برابر نیلم ہیں جن میں سمندر لہراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میرے خزانہ میں لہسینہ ہیں۔ یاقوت ہیں اور پکھراج ہیں۔ میں۔ میں سب تجھ کو دیدونگا۔ جزائر الہند کے بادشاہ نے ابھی مجھکو چار پنکھے بھیجے ہیں جو طوطوں کے پروں سے تیار کیے گئے ہیں۔ فرمانروائے نیومیدیہ نے شتر مرغ کے پروں کی ایک خلعت بھیجی ہے۔ میرے پاس ایک خاص قسم کا بلور ہے جس میں عورتوں اور نوجوان مردوں کو نہیں دیکھنا چاہیے تاوقتیکہ وہ چھڑیوں کی مار نہ کھالیں۔ سیپ کے ایک صندوق میں میرے پاس تین ایسے پتھر ہیں جن کو اگر کوئی اپنی پیشانی پر پہن لے تو وہ ایسی چیزوں کا تصور کر سکتا ہے جن کا وجود بھی نہیں اور اگر کوئی اپنے ہاتھ میں لیے رہے تو عورتوں کو بانجھ بنا سکتا ہے۔ یہ سب بیش بہا خزانے ہیں۔ مگر اتنا ہی نہیں۔ آبنوس کے ایک صندوق میں عنبر کے پیالے ہیں جو سنہرے سیب کی طرح ہیں۔ اگر ان میں کوئی دشمن زہر ڈال دے تو وہ چاندی کے سیب کے مانند ہو جاتے ہیں۔ ایک

دوسرے صندوق میں جو عنبر کا ہے میرے پاس شیشہ کے کھڑاؤں ہیں۔ میرے پاس پیشوازیں ہیں جو سیریز سے آئی ہیں، اور چوڑیاں ہیں جن میں پکھراج جڑے ہیں اور جو فرات کے شہر سے منگوائی گئی ہیں۔ سالومی! مانگ ان میں سے کیا مانگتی ہے؟ جو چیز تو مانگے گی۔ میں دینے کے لیے حاضر ہوں بجز ایک چیز کے۔ بجز ایک شخص کی جان کے سب کچھ دے سکتا ہوں۔ میں تجھکو کاہنِ اعلیٰ کی عبا دیدوں گا۔ تجھکو عبادت گاہ کا غلاف بھی دے دوں گا۔

یہودی

اُف! اُف!

سالومی

مجھکو یوحنا کا سَر دو۔

ہیرودیس

(کرسی سے سر کو سہارا دیکر) اچھا اس کو سر دیا جائے۔ لڑکی موبہ مو اپنی ماں کی بیٹی ہے۔ (پہلا سپاہی قریب آتا ہے۔ ھیرودیہ حاکم کے ہاتھ سے انگوٹھی اتار کر اس کو دیتی ہے جو فوراً جلاد کو جاکر دے آتا ہے۔ جلاد گھبرا جاتا ہے) میری انگوٹھی کون لے گیا؟ میرے داہنے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی۔ میری شراب کون پی گیا؟ میرے پیالہ میں شراب تھی۔ ضرور کوئی نہ کوئی قہر نازل ہوگا (جلاد حوض میں داخل ہوتا ہے) افسوس! کہاں سے میں نے قسم کھائی تھی! بادشاہوں کو کبھی قسم نہیں کھانا چاہیے۔ اگر وہ اپنی قسم پوری کرتے ہیں، تو بھی مصیبت ہے اور نہیں کرتے تو بھی۔

ہیرودیہ

میری لڑکی نے بڑا کام کیا۔

ہرودیس

ضرور کچھ غضب ہونے والا ہے۔

سالومی

دجھک کر حوض میں جھانکتی ہے) کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ یہ شخص چلاّتا کیوں نہیں؟ اگر میرے قتل کا حکم دیا جاتا تو میں ضرور چلاّتی۔ میں اپنے کو بچانے لگتی اور مرنے کو آسانی سے تیار نہ ہوجاتی....... وار کر نعمان۔ وار کر۔ میں حکم دیتی ہوں۔ مگر اب تک کوئی آواز نہیں آئی۔ سنّاٹا چھایا ہوا ہے ایک وحشت خیز سنّاٹا! ابھی زمین پر کوئی چیز گری ہے۔ یہ تو جلاّد کی تلوار ہے!۔ کمبخت ڈر رہا ہے خوف کے مارے تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی بزدل ہے، سپاہیوں کو بھیجو۔ (ہرودیہ کے خدمت گار کو دیکھتی ہے اور اس سے مخاطب ہوتی ہے) سُن وہ نوجوان شامی جس نے ابھی اپنی جان دیدی ہے تیرا دوست تھا۔ میرا خیال ہے کہ ابھی کافی تعداد مرنے والوں کی نہیں ہوئی ہے۔ سپاہیوں کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ جس چیز کی میں خواستگار ہوں جس کا بادشاہ وعدہ کرچکا ہے۔ جو اب میری ہوچکی ہے مجھے لاکر دیں ــــ (خدمتگار پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ پھر وہ سپاہیوں سے مخاطب ہوتی ہے) سنتے ہو سپاہیو! حوض میں جاؤ اور اس آدمی کا سر لے کر حاضر ہو۔ (سپاہی جاتے ہیں)۔ (ہرودیس) اپنے سپاہیوں کو حکم دو کہ یوحنا کا سر اُتار لائیں۔

(ایک مہیب کالا ہاتھ۔ جلاّد کا ہاتھ ایک چاندی کی ڈھال پر یوحنا کا سر لئے ہوئے نمودار ہوتا ہے۔ سالومی دوڑ کر اس کو لے لیتی ہے۔ ہرودیس اپنا منہ لبادے میں چھپا لیتا ہے۔ ہرودیہ مسکراتی ہے اور پنکھا جھلتی ہے

نصرانی سجدے میں گر جاتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔)

آہ! یوحنا! تو مجھکو اپنا منہ نہیں چومنے دیتا تھا۔ دیکھ اب میں چومونگی میں تیرا منہ اپنے دانتوں سے اس طرح کاٹوں گی جس طرح کوئی پکے ہوئے پھل کاٹتا ہے۔ ہاں یوحنا! اب میں تیرا منہ چوموں گی۔ میں نے کہدیا تھا کہ نہیں؟ ہاں میں نے کہہ دیا تھا اور اب میں تجھکو چومونگی۔ لیکن تو میری طرف دیکھتا کیوں نہیں؟ تیری آنکھیں جن میں حقارت اور غضب بھرا تھا اب بند ہیں کیوں بند کس لیے ہیں؟ اپنی آنکھیں کھول۔ یوحنا نظر اٹھا۔ میری طرف آخر دیکھتا کیوں نہیں؟ کیا مجھ سے ڈرتا ہے؟........ اور تیری زبان جو لال سانپ کی طرح زہر برسارہی تھی ساکت ہو گئی۔ وہ سانپ جو مجھ پر اپنا زہر اگل رہا تھا اب جنبش بھی نہیں کرتا تعجب ہے۔

اب اس میں حرکت کرنے کی تاب کیوں نہیں؟ یوحنا تو میری صورت دیکھنے کا روادار نہیں تھا۔ تو نے مجھ سے منھ پھیر لیا۔ تو مجھ کو گالیاں سناتا رہا۔ تو نے سالومی۔ ہیرودیہ کی لڑکی یہودیہ کی شاہزادی کو بدکارہ اور زانیہ سمجھا۔ دیکھتا ہے یوحنا! میں ابھی تک زندہ ہوں اور تو مر چکا اور تیرا سر اب میری ملکیت ہے میں اس کے ساتھ جو سلوک چاہوں کر سکتی ہوں۔ کتوں سے جو بچے گا وہ چڑیوں کا نوالہ ہوگا۔ آہ! یوحنا! میں نے صرف تیری محبت کی ہے۔ سب میری نظر میں حقیر تھے۔ لیکن تو حسین تھا۔ تیرا جسم ہاتھی دانت کا ایک نازک ستون تھا جو چاندی کی بنیاد پر کھڑا کیا گیا ہو۔ ایک باغ تھا جس میں بے شمار سوسن اور قمریاں ہوں۔ ایک چاندی کا مینار تھا جس میں ہاتھی دانت کے ٹکڑے جڑے ہوں دنیا میں کوئی چیز تیرے بدن کی طرح سفید۔ تیرے بالوں کی طرح سیاہ اور تیرے رخساروں

کی طرح سُرخ نہیں تھی، تیری عطر بیز آواز نت نئی خوشبو پھیلا رہی تھی اور جب میں تجھکو دیکھتی تھی تو ایک دلکش نغمہ سنتی تھی۔ آہ! یوحنا! تو میری طرف دیکھتا کیوں نہیں تھا؟ تو اپنے چہرے کو اپنے ہاتھوں اور اپنی لعنتوں میں میری آنکھوں سے چھپا لیتا تھا! تو نے اپنی آنکھوں پر اس شخص کی طرح پردہ ڈال رکھا تھا جو صرف خدا کو دیکھتا ہو۔ خیر تو نے اپنے خداوند کو دیکھ لیا مگر مجھکو نہیں دیکھا۔ اگر مجھکو دیکھتا تو ضرور تو مجھسے محبت کرنے لگتا۔ یوحنا میں نے تجھکو دیکھا اور میں تجھ سے محبت کرنے لگی۔ میں تجھ کو چاہتی تھی اور اب بھی چاہتی ہوں۔ تیرے سوا کسی کو نہیں چاہتی۔ میں تیری صورت کی پیاسی ہوں اور تیرے جسم کی بھوکی۔ میرے خروش کو اب نہ تو میوے آسودہ کر سکتے ہیں نہ شراب۔ یوحنا! اب میں کیا کروں؟ میری تشنگی کو نہ تو سیلاب بجھا سکتا ہے نہ سمندر۔ میں ایک شاہزادی تھی تو نے مجھکو ذلیل کیا۔ میں ایک دوشیزہ تھی تو نے میری دوشیزگی چھین لی۔ میں معصوم تھی تو نے میری رگوں میں چنگاریاں بھر دیں۔ آہ! آہ! یوحنا! تو میری طرف کیوں نہیں دیکھتا تھا؟ اگر دیکھتا تو تو بھی مجھکو چاہنے لگتا اور محبت کا راز موت کے راز سے کہیں زیادہ بلیغ ہے۔ انسان کو صرف محبت کا پاس ہونا چاہیے۔

ہیرودیس

تمہاری لڑکی وحشی ہے، وحشی! آج وہ ایک زبردست گناہ کی مرتکب ہوئی ہے۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ یہ ایک ایسے خدا کی مخالفت ہے جس کو ہم نہیں جانتے۔

ہیرودیہ

اس نے جو کچھ کیا بجا کیا اور ابھی میں یہاں ٹھہروں گی۔

ہیرودیس

آہ! یہ بدکار بیوی کی آواز ہے۔ میں اس جگہ نہیں رہ سکتا میں تم سے کہتا ہوں کہ اُٹھو۔ کوئی آفت آرہی ہے۔ منا سیح۔ اسکار، عوفیاس مشعلوں کو بجھا دو۔ میں کسی چیز کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ کسی چیز کو میرے سامنے نہ رہنے دو! مشعلوں کو بجھا دو! چاند کو چھپا دو! ستاروں کو چھپا دو! ہیرودیہ آؤ۔ محل کے اندر چھپ رہیں۔ مجھکو ڈر معلوم ہو رہا ہے۔

(خدمتگار مشعلوں کو گُل کر دیتے ہیں۔ ستارے غائب ہو جاتے ہیں۔ ابر کا ایک سیاہ ٹکڑا چاند کو اپنے دامن میں چھپا لیتا ہے۔ سماں تاریک ہو جاتا ہے۔ ہیرودیس زینوں پر جاتا نظر آتا ہے)

سالومی کی آواز

آخر تیرا مُنہ چوم لیا! یوحنا! میں نے تیرا منہ چوم لیا۔ تیرے ہونٹوں میں ایک تلخ مزہ تھا۔ لیکن شاید محبت کا مزہ رہا ہو۔ سنتی ہوں کہ محبت تلخ ہی ہوتی ہے۔ مگر ہوا کرے میں تیرا مُنہ چوم چکی یوحنا! اب میں تیرا مُنہ چوم چکی۔

(سالومی پر چاند کی ایک کرن پڑتی ہے اور اس کو اپنے نور میں نہلا دیتی ہے)

ہیرودیس

(مڑتا ہے اور سالومی کو دیکھتا ہے) اس عورت کو مار ڈالو!

(سپاہی لپک کر سالومی۔ ہیرودیہ کی لڑکی۔ یہودیہ کی شاہزادی۔ کو اپنی ڈھالوں کے نیچے ہلاک کر ڈالتے ہیں۔)

(پردہ)

قابیل

انگریزی کے مشہور شاعر لارڈ بائرن کی ایک تمثیل کا ترجمہ

مترجمہ

مجنوں گورکھپوری

بار دوم مارچ ۱۹۶۸ء
تعداد ۵۰۰

(مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی)

ابلیس

ہے مری جرأت سے مشتِ خاک میں ذوقِ نمو
میرے فتنے جامۂ عقل و خرد کا تار و پو!
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ خیر و شر
کون طوفاں کے طمانچے کھا رہا ہے؟ میں کہ تو!
خضر بھی بے دست و پا الیاس بھی بے دست و پا
میرے طوفاں یم بہ یم دریا بہ دریا جو بہ جو!
گر کبھی خلوت میسّر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصۂ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو؟
میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط! اللہ ھو! اللہ ھو! اللہ ھو!

اقبال

افــراد

مرد :-	عورت :-
آدم	حوّا
قابیل	عادہ
ہابیل	ذِلّہ

(ارواح . خداوند عالم کا فرشتہ عزرائیل[1])

---

[1] شیطان راندۂ درگاہ ہونے سے پہلے انگریزی میں لوسیفر (LUCIFER) کہلاتا ہے۔ اسی رعایت سے اردو میں اس کو عزازیل کہا گیا ہے۔

قابیل

تمثیل اوّل

منظر اوّل

طلوعِ آفتاب کا وقت

بیرونِ فردوس

(آدم، حوّا، قابیل، ہابیل، عادہ، ذلّہ اپنی اپنی قربانیاں چڑھا رہے ہیں)

آدم

اے غیر فانی و غیر محدود خدا! اے عالم الغیب جس نے ایک لفظ سے ظلمت میں نور پیدا کیا۔ اے یہواہ! ہم سب تیرا نام لے کر تجھ کو پکارتے ہیں،

حوّا

اے خدا جس نے دنوں کے نام رکھے جس نے صبح کو رات سے جدا کیا۔ جس نے سمندر کی لہروں کو ایک دوسرے سے الگ کیا جس نے زمین و آسمان پیدا کیے ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔

ہابیل

اے خدا! جس نے عناصر سے زمین، سمندر، آگ اور پانی اور تمام عالم پیدا کیے اور انھیں کے ساتھ ان ہستیوں کو بنایا جو ان سے راحتیں حاصل کرتی ہیں، ہم کو چاہیے کہ تیری عبادت کریں اور تیری دی ہوئی نعمتوں کے شکر گزار رہوں۔ ہم سب تیرے نام کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

عادہ

اے حیّ القیوم! اے صانع ازل جس نے ایسی ایسی خوشنما اور دلفریب چیزیں پیدا کیں۔ تاکہ ہم تیرے شکر گزار رہوں۔ ہم تجھی کو پکارتے ہیں۔

ذلّہ

اے رحیم و کریم، اے فاطر عرض و سماء، اے رب العالمین جس نے سانپ کو اندر گھسنے کی اجازت دی اور ہمارے باپ کو فردوس سے نکالا اب آئندہ ہم کو بلاؤں سے محفوظ رکھ۔ ہم تجھی کو پکارتے ہیں۔

آدم

کیوں بیٹا قابیل تم کیوں چپ ہو؟

قابیل

میں کیوں بولوں؟

آدم

عبادت کے لیے!

قابیل

کیا تم نے کافی عبادت نہیں کر لی ہے؟

آدم

ہم سب نے نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ اپنی اپنی عبادتیں کی ہیں۔

قابیل

ہاں اور بلند آواز سے۔ میں نے بھی سنا ہے۔

آدم

اور اسی طرح خدا بھی سُنے گا۔

ہابیل

آمین!

آدم

مگر تم جو میرے سب سے بڑے لڑکے ہو، ابتک خاموش ہو۔

قابیل

میرا خاموش ہی رہنا بہتر ہے۔

آدم

یہ کیوں؟

قابیل

اس لیے کہ مجھے خدا سے کچھ مانگنا نہیں ہے۔

آدم

اور نہ کسی چیز کے لیے تم کو شکر ادا کرنا ہے۔

قابیل

نہیں۔

آدم

کیا تم جی نہیں رہے ہو؟

قابیل

کیا مجھے مرنا نہیں ہو گا؟

حوّا

آہ! ہمارے "شجر ممنوع" کے پھل اب گرنے لگے ہیں۔

آدم

اور ہم کو انھیں پھر جمع کرنا ہے۔ یا خدا تو نے علم کا درخت کیوں لگایا تھا۔

قابیل

"تم نے زندگی کے درخت" کا پھل کیوں نہیں کھایا؟ اس وقت تم خدا کا مقابلہ کر سکتے تھے۔

آدم

بیٹا! کفر نہ بکو۔ یہ سانپ کی باتیں ہیں۔

قابیل

کیوں نہ کفر بکوں۔ سانپ نے سچ کہا تھا۔ "وہ علم کا درخت" تھا وہ "زندگی کا درخت" تھا۔ علم اچھی چیز ہے۔ زندگی اچھی چیز ہے۔ یہ دونوں چیزیں بری کیسے ہو سکتی ہیں؟

حوّا

قابیل! تم اس وقت بالکل وہی کہہ رہے ہو جو میں نے تمہاری پیدائش سے پہلے گناہ کرتے وقت کہا تھا۔ میں اب تم میں اپنی شامت کی جھلک دیکھنا نہیں چاہتی۔ میں توبہ کر چکی ہوں۔ اب اپنی اولاد کو اسی دام فریب میں فردوس سے باہر گرفتار ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ جس نے فردوس کے اندر

اس کے والدین کی زندگی خراب کر ڈالی۔ جو کچھ تمہیں نصیب ہے اسی پر قناعت کرو۔ اگر ہم قانع رہتے تو تم بھی آج آسودہ رہتے اور تم کو کوئی شکایت نہ ہوتی۔

آدم

ہم اپنی عبادت ختم کر چکے۔ اب ہم کو اپنے اپنے کام پر چلنا چاہیے جو کوئی بڑی محنت تو ہے نہیں مگر نہایت ضروری ہے۔ زمین ابھی بالکل نئی ہے اور قلیل سے قلیل محنت سے فیاضی کے ساتھ اپنی کثیر پیداوار ہمارے سپرد کر دیتی ہے۔

حوّا

بیٹا قابیل! دیکھو تمہارا باپ کیسا راضی بہ رضا ہے تم کو بھی ایسا ہی رہنا چاہیئے۔

(آدم و حوّا جاتے ہیں)

ذلّہ

بھائی! کیا تم بھی اسی طرح صابر و شاکر نہیں رہو گے؟

ہابیل

اس فکر و تردد میں تم اپنے کو دھندلا کیوں کرو؟ اس سے سوا دائمی جانکاہی کے اور کوئی فائدہ نہیں۔

عادہ

میرے پیارے قابیل! تم مجھ پر اسی طرح تیوریاں چڑھاؤ گے؟

قابیل

نہیں عادہ نہیں۔ میں ذرا تھوڑی دیر تک تنہا رہنا چاہتا ہوں ہابیل!

میں اپنے دل پر ایک گرانی محسوس کر رہا ہوں۔ مگر خیر ابھی جاتی رہے گی۔ تم چلو میں ابھی آتا ہوں۔ اور بہنو! تم بھی یہاں نہ رہو۔ تمہارے نازک اور معصوم دل تیوروں کی تاب نہیں لا سکتے۔ چلو میں تمہارے بعد فوراً آؤں گا۔

اگر تم نہ آؤ گے تو میں تم کو ڈھونڈھتی پہونچ جاؤں گی۔

بھائی! خدا تمہاری حالت پر رحم کرے۔

(ہابیل، ذلّہ، اور عادہ جاتے ہیں)

(تنہا) اور اسی کا نام زندگی ہے! دن رات کی جاں فشانی! میں محنت کیوں کروں؟ اس لیے کہ میرا باپ عدن میں اپنی جگہ محفوظ نہ رکھ سکا۔ اس میں میرا کیا قصور تھا؟ میں تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ میری خواہش پیدا ہونے کی نہیں تھی اور نہ مجھے یہ حالت مرغوب ہے جس میں پیدا ہونے کے بعد ڈال دیا گیا ہوں۔ اس نے سانپ اور عورت کی صلاح کیوں مانی؟ اور اگر صلاح مان بھی لی تو اس کی سزا کیوں بھگتنی جائے؟ اس میں ہرج ہی کیا تھا؟ درخت خدا نے لگایا تھا، تو کیا یہ اس کے لیے نہ تھا اگر اس کے لیے نہ تھا تو اس کو درخت کے قریب کیوں رکھا گیا؟ ان سب سوالوں کا صرف ایک جواب دیا جاتا ہے۔ "خدا کی مشیت یہی تھی اور وہ رحیم ہے۔" میں کیسے مان لوں؟ کیا صرف اس کا قادر مطلق ہونا اس کے رحیم ہونے پر دلالت کرتا ہے؟ میں تو صرف پھل سے نتیجہ نکالتا ہوں۔ اور پھل کڑوے ہیں جن کو مجھے عمر بھر ایک ایسے گناہ کی پاداش میں کھانا پڑے گا جس کا ذمہ دار میں نہ تھا۔ یہ کون ہے؟ ملائکہ

کی صورت کی ایک ہستی جو اندازسے سخت گیر اور غمناک معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس کی غمناکی میں روحانیت کی جھلک ہے۔ میں لرزہ براندام کیوں ہوں؟ میں دوسرے فرشتوں سے زیادہ اس سے کیوں ڈروں؟ شام کے دُھندلکے میں قبل اس کے کہ ان دیواروں پر تاریکی پوری طرح مسلط ہو میں اکثر اس لیے ٹہلتا رہتا ہوں کہ ان باغوں کو جو میری میراث تھے ایک نظر دیکھ لوں۔ اس وقت میں ان فرشتوں کو برابر دیکھتا ہوں دروازہ پر اپنی آتش فشاں تلواریں ہوا میں گھمایا کرتے ہیں۔ جب میں ان ہستیوں سے نہیں ڈرتا جو آتشیں ہتھیاروں سے آراستہ رہتے ہیں تو میں پھر اس کے آگے کیوں کانپ رہا ہوں جو قدم بڑھاتا ہوا میرے پاس آرہا ہے؟ لیکن وہ سب سے زیادہ قوی اور جابر معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ کسی "پیکر نور" سے کم حسین و جمیل نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو جس قدر ملکوتیت ملی ہے اسی قدر غم بھی ملا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا انسان کے علاوہ دوسری مخلوقوں کو بھی کسی بات کا غم ہو سکتا ہے؟ لو وہ آگیا۔

(عزازیل کا داخلہ)

عزازیل

فانی!

قابیل

اے روح مجسم تو کون ہے؟

عزازیل

معلم الملکوت۔

قابیل

تو پھر قدسیوں کو چھوڑ کر ہم خاکیوں کے پاس کس لیے آیا ہے؟

عزازیل

میں خاکیوں کے جذبات سے آشنا ہوں اور مجھے ان کے ساتھ ہمدردی ہے۔ میں تمہارا ہم خیال ہوں۔

قابیل

کیا تو میرے جذبات سے واقف ہے؟

عزازیل

ہر ذی شعور کے جذبات ایسے ہی ہوں گے۔ یہ تمہارا غیر فانی عنصر ہے جو تم کو اس طرح کی باتیں سکھاتا ہے۔

قابیل

غیر فانی عنصر کیسا؟ شاید وہ ظہور پذیر نہیں ہوا ہے۔ میرا باپ اپنی حماقت سے "زندگی کے درخت" سے محروم رہ گیا اور میری ماں کی عجلت سے "علم کے درخت" کا پھل وقت سے پہلے کھا لیا گیا۔ اور ان سب غلطیوں کا نتیجہ موت ہے۔

عزازیل

یہ لوگ تم کو دھوکا دے رہے ہیں۔ تم زندہ رہو گے۔

قابیل

ہاں زندہ رہوں گا صرف مرنے کے لیے۔ اور موت سے نفرت کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ سوا ایک اندرونی خواہش زندگی کے ایک فطری جوش طبیعت کے جس سے میں عاجز آگیا ہوں۔ لیکن جس پر کسی طرح قابو نہیں پا سکتا جس کو میں بالکل اسی طرح نفرت کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنی ذات کو۔

عزازیل

تم زندہ ہو اور ہمیشہ زندہ رہو گے۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ تمہارا ظاہری پیکرِ خاکی اصل زندگی ہے۔ اس کے مٹ جانے کے بعد بھی تم اسی طرح زندہ رہو گے جس طرح اس وقت ہو۔

قابیل

اور اس سے زیادہ کیوں نہیں؟

عزازیل

یہ بھی ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے تم ہماری طرح ہو جاؤ۔

قابیل

اور تم لوگ کیا ہو؟

عزازیل

غیر فانی

قابیل

کیا تم لوگ آسودہ ہو؟

عزازیل

ہم لوگ اہلِ قدرت ہیں۔

قابیل

کیا تم لوگ آسودہ ہو؟

عزازیل

نہیں۔ کیا تم ہو؟

قابیل

میں آسودہ کیسے ہو سکتا ہوں؟ تو خود دیکھ سکتا ہے۔

عزازیل

آہ! مجبور محض مٹی کے پتلے! اور تم اپنے کو بدنصیب کہتے ہو!۔

قابیل

ہاں میں بدنصیب ہوں۔ اور تو اپنی تمام قدرت لیے ہوئے کیا ہے؟

عزازیل

میں وہ ہوں جو تمہارے خالق کی جگہ لینا چاہتا تھا۔ اور جو تم کو وہ چیز ہرگز نہ بناتا جو تم اس وقت ہو۔

قابیل

تو تو خدا جیسی ہستی معلوم ہوتا ہے۔ اور......

عزازیل

میں خدا نہیں ہوں۔ البتہ ہونا چاہتا تھا۔ اور جب نہیں ہو سکا تو اب جو ہوں اس کے سوا کچھ ہونا بھی نہیں چاہتا۔ اس کی فتح ہوئی۔ خیر اُسی کی حکومت سہی۔

قابیل

کس کی؟

عزازیل

تمہارے باپ کے بنانے والے کی، جس نے زمین کو پیدا کیا۔

قابیل

اور آسمان کو اور دنیا و مافیہا کو۔ میں نے ملائکہ کو اسی طرح اس کی حمد وثنا کرتے ہوئے سنا ہے۔ اور میرا باپ بھی یہی کہتا ہے۔

عزازیل

یہ اس لیے کہ وہ بھی کہیں میری یا تمہاری طرح نہ ہو جائیں۔

قابیل

کیا مطلب؟

عزازیل

یعنے ایسی ہستیاں جو اپنی سرمدیت کو کام میں لانے کی جرأت کریں جو حی القیوم کی نگاہوں کا مقابلہ کرنے ہمت کر سکیں اور اس سے بیباکی کے ساتھ کہدیں۔ "تیرا" "شر" بھی "خیر" نہیں ہو سکتا، اگرچہ جیسا کہ وہ کہتا ہے اور جس کو میں نہیں مانتا۔ اس نے ہم سب کو بنایا ہے تو اب وہ ہم کو بگاڑ نہیں سکتا۔ ہم غیر فانی اور سرمدی ہیں! بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اس نے خود ہم کو ایسا پیدا کیا ہے تاکہ ہم کو اچھی طرح ستا سکے۔ خیر ستا لینے دو۔ وہ ذوالجلال ہے لیکن وہ اپنی عظمت وجلال کے ہوتے ہوئے بھی ہم سے زیادہ آسودہ نہیں ہے۔ "خیر" سے "شر" نہیں پیدا ہو سکتا اور اس نے سوا "شر" کے اور کیا پیدا کیا ہے؟ لیکن وہ اپنے وسیع عرش پر تنہا بیٹھے بیٹھے نئی نئی دنیا پیدا کیا کرے تاکہ خلود وابدیت کا بوجھ اس کی ہستی عظیم اور اس کی غیر مشترک وحدت کو زیادہ گراں نہ محسوس ہو۔ وہ گڑوں پر کرّے بساتا رہے لیکن وہ اکیلا ہے۔ لامحدود ہے۔ جبار و قہار ہے۔ وہ آسودہ نہیں ہو سکتا کاشکے وہ صرف ایک بار اپنی ہستی کو مٹا دیتا تو یہ سب سے بڑی برکت ہوتی مگر اس کی امید نہیں۔ وہ اسی طرح حکمرانی کرتا رہے گا اور انتہائے یاس وحرماں میں اپنی ہستی سے کائنات پر کائنات بناتا جائے گا۔ اور جن وانس اور ملائکہ کم از کم ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں گے۔ اور

ایک دوسرے کے رنج و غم میں شریک ہو کر اپنی بے شمار ناکامیوں کے تلخ اور جاں گسل احساس کو قابل برداشت بنالیں گے۔ لیکن وہ اپنی تمام رفعت اور برتری کے باوجود بے چین ہو ہو کر تخلیق میں مشغول رہیگا۔

قابیل

تو اس وقت ایسی باتیں کہہ رہا ہے جن کو میں اکثر خواب میں محسوس کیا کرتا ہوں۔ اور جو برابر میرے خیال میں گزرتی رہتی ہیں۔ میں جو کچھ اس طرح دیکھتا تھا اور پھر جو کچھ حالت بیداری میں سنا کرتا تھا ان دونوں میں مطابقت نہیں کر پاتا تھا۔ میرے ماں باپ سانپوں پھلوں اور درختوں کے تذکرے کیا کرتے ہیں۔ میں روز فردوس کے دروازہ پر کرّوبیوں کو تیغ بکف پہرہ دیتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ وہ فردوس جو کبھی میرے ماں باپ کی ملکیت رہی ہے ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ روز کی محنت اور دن رات کی سوچ مجھے بار معلوم ہوتی ہے۔ میرے دل میں خیالات کا ایسا طوفان برپا رہتا ہے کہ گویا کائنات پر چھا جائے گا۔ میں سمجھتا تھا یہ مصیبت تنہا مجھ پر پڑی ہے۔ میرا باپ موجودہ زندگی کا خوگر ہو گیا ہے۔ وہ اب قانع ہے۔ میری ماں کا وہ جذبہ بھی فنا ہو چکا ہے جس نے اس کے اندر علم کی ایسی دھن پیدا کر دی تھی کہ اس کو دائمی لعنت کا بھی کوئی ڈر نہ تھا میرا بھائی گلہ بان ہے۔ وہ بھیڑ اور بکریوں کی اس معبود پر بھینٹ چڑھاتا ہے جو بغیر جاں فشانی کے زمین سے ایک حبہ نہیں اُگاتا۔ میری بہن ذلّہ چڑیوں کی تسبیح خوانی سے پہلے صبح کو خدا کی حمد و ثنا میں مصروف ہو جاتی ہے عادہ میری عزیز میری بیوی عادہ بھی ان جذبات کی قدر نہیں کر سکتی جن سے میں مغلوب رہتا ہوں۔ آج تک مجھے کوئی ایسا نہ ملا تھا جو میری ہمدردی

کرتا۔ بہتر ہے اب میں نوریوں کے ساتھ رہوں گا۔

عزازیل

اگر تمہاری ہستی اس قابل نہ ہوتی کہ تمہارے ساتھ رفاقت کی جائے تو آج اس صورت میں تمہارے سامنے نہ کھڑا ہوتا۔ تم کو مبتلا کرنے کے لیے تو ایک سانپ کافی ہوتا۔ جیسا کہ اس سے قبل ہو چکا ہے۔

قابیل

تو کیا تو نے میری ماں کو آزمائش میں گرفتار کیا تھا؟

عزازیل

میں لوگوں کو سچ بات کے ذریعے سے آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں جھوٹ سے نہیں۔ کیا وہ "علم کا درخت" نہیں تھا؟ کیا زندگی کا درخت" واقعی مفید نہیں تھا؟ کیا میں نے تمہاری ماں سے کہا تھا کہ اس درخت کے پھل نہ کھاؤ؟ کیا "شجر ممنوع" کو میں نے ان معصوم اور آسانی سے فریب میں آجانیوالی ہستیوں کے قریب لگایا تھا؟ اگر میں تمہارا بنانے والا ہوتا تو تم کو خدا بناتا۔ تمہارے خالق نے تم کو خلد سے اس لیے نکالدیا کہ کہیں "نخل حیات" کے پھل کھا کر ہماری طرح خدا نہ ہو جاؤ۔ اس نے خود یہی کہا تھا۔

قابیل

ہاں سننے والوں کا یہی بیان ہے کہ بادل کی گرج میں اُس کے یہی الفاظ تھے۔

عزازیل

تو شیطان کون ٹھہرا؟ وہ جو تم کو زندہ رہنے دینا نہیں چاہتا یا وہ

جو تم کو ابد تک زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ اور تم کو علم کی دولت بھی دیتا ہے؟

قابیل

کاش اہل قضا و قدر ہم سے دونوں پھل چھین لیتے، یا پھر کسی سے ہم کو محروم نہ کرتے۔

عزازیل

ایک پھل تو تم نے پا لیا دوسرا اب بھی پا سکتے ہو اگر چاہو۔

قابیل

وہ کیونکر؟

عزازیل

مقاومت اور مقابلہ میں ثابت قدم رہو۔ اگر نفس اپنی اصلیت کو قائم رکھے تو وہ کائنات کا مرکز بنا رہے گا اور کوئی چیز اُس کو شکست نہیں دے سکتی۔ نفس حکومت کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

قابیل

مگر یہ بتا کیا میرے والدین کو تو نے ہی فریب دیا تھا؟

عزازیل

میں کیوں فریب دیتا؟ میں کیسے فریب دے سکتا تھا؟

قابیل

کہتے ہیں کہ سانپ کے بھیس میں کوئی فرشتہ تھا۔

عزازیل

کون کہتا ہے؟ لوحِ محفوظ میں تو یہ لکھا نہیں ہے "کبریا" ایسے کذب کو روا نہیں رکھ سکتا۔ انسان اپنے بیم و رجا اور پندار سے مجبور رہو کر

اپنی ناکامیوں اور خامیوں کا الزام قضا و قدر پر لگا دیتا ہے۔ سانپ سوا سانپ کے اور کچھ نہ تھا۔ البتہ وہ تم لوگوں سے کسی حیثیت سے کم نہ تھا۔ اسلیے کہ وہ بھی خاک ہی سے بنا تھا۔ بلکہ عقل و فراست میں تم سے برتر تھا ورنہ تم پر اس طرح قابو نہ پا سکتا۔ وہ پہلے سے جانتا تھا کہ علم تمہاری ان بے بنیاد آسودگیوں کے حق میں سم قاتل ثابت ہوگا جو محض تمہاری جہالت کا نتیجہ تھیں۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ایسی فانی چیزوں کا بھیس کبھی اختیار کر سکتا ہوں؟

قابیل

لیکن سانپ کے اندر کوئی شیطان تھا۔

عزازیل

نہیں۔ بلکہ جن لوگوں سے وہ اپنی دوہری زبان سے ہمکلام ہوا ان کے اندر ایک شیطان پیدا کر دیا۔ یقین مانو سانپ سانپ تھا اور کچھ نہیں تم ان کرّوبیوں سے پوچھ سکتے ہو۔ جو "شجر ممنوع" کے محافظ ہیں۔ جب تم مر جاؤ گے اور تمہاری خاک پر سے ہزاروں قرن گزر جائیں گے تو تمہاری اس وقت کی نسل تمہاری غلطیوں کو بھی ایسی رنگین داستانوں کی صورت میں پیش کرے گی۔ اور طرح طرح کے بھیس مجھ سے منسوب کیے جائیں گے۔ میں کسی ایسی چیز کی شکل نہیں اختیار کر سکتا جو اس معبود کی عبادت کرتی ہیں جس نے دنیا کی چیزوں کو صرف اسلیے پیدا کیا کہ اس کی صمدیت کے آگے سر بسجود رہیں۔ بہرحال ہم لوگ حقیقت سے واقف ہیں اور اس کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تمہارے فریفتہ ہو جانے والے ماں باپ نے رینگنے والے جانور کی بات مانی تھی اور یہی ان کے ہبوط کا سبب ہوا۔ قدسیوں

کو کیا غرض تھی کہ ان کو فریب دیتے۔ فردوس کی تنگ چہار دیواری میں کیا دھرا تھا؟ جس پر ہم رشک کرتے۔ ہم لوگ تو فضائے بسیط پر حاوی ہیں۔ لیکن اس وقت مجھے تم کو ایک ایسا راز بتانا ہے جس کو تم اپنے "علم کے درخت" کے باوجود نہیں جان سکتے۔

قابیل

مگر تو مجھے کسی ایسی چیز کا علم نہیں دے سکتا جس کے جاننے کے لیے نہ میں بیتاب ہوں اور نہ جان سکتا۔

عزازیل

ہاں ایسی ہی چیز ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ تم اس چیز کو دیکھنے کی بھی ہمت نہیں کر سکتے۔

قابیل

یہ کیسے؟

عزازیل

کیا تم "موت" کو دیکھنے کی ہمّت کر سکتے ہو؟

قابیل

اس کو تو ابھی کسی نے نہیں دیکھا ہے۔

عزازیل

مگر آخر اس کا تجربہ سب کو کرنا ہے۔

قابیل

میرا باپ کہتا ہے کہ وہ کوئی بڑی ڈراؤنی چیز ہے۔ میری ماں جب کبھی اس کا ذکر آتا ہے تو رونے لگتی ہے۔ ہابیل آسمان کی طرف دیکھنے

لگتا ہے۔ ذرّہ اپنی نگاہیں نیچے زمین کی طرف کر کے دعائیں مانگنے لگتی ہے اور عادہ دم بخود ہو کر مجھے دیکھنے لگتی ہے۔

عزازیل

اور تم ؟

قابیل

میرے دل میں ایسے خیالات شعلہ زن ہو جاتے ہیں جن کا میں اظہار نہیں کر سکتا۔ جب میں اس جابر موت کا نام سُنتا ہوں جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو کیا بتاؤں میری کیا حالت ہو جاتی ہے۔ کیا اس سے جنگ آزمائی ممکن ہے؟ جب میں بچّہ تھا تو کھیل ہی کھیل میں ایک شیر کے ساتھ کشتی لڑا تھا اور وہ دھاڑتا ہوا میری گرفت سے بھاگ گیا تھا۔

عزازیل

موت کی کوئی شکل نہیں ہوتی مگر وہ اُن تمام چیزوں کو اپنے اندر جذب کر لے گی جو اس فانی دنیا میں صورت پذیر ہوئی ہیں۔

قابیل

آہ! میں سمجھتا تھا کہ موت کسی متشکل ہستی کا نام ہے۔ سوا کسی متشکل چیز کے متشکل چیزوں کو کون ضرر پہونچا سکتا ہے؟۔

عزازیل

یہ "مٹانے والے" سے پوچھو۔

قابیل

کون؟

عزازیل

تمہارا بنانے والا"! اس کو جس نام سے چاہو پکارو مگر وہ صرف مٹانے کے لیے چیزوں کو بناتا ہے۔

قابیل

مجھے اس کا کوئی علم تو نہیں تھا۔ مگر جب سے میں نے موت کا نام سنا ہے میرے دل میں بھی یہی خیال جڑ پکڑ گیا ہے۔ مجھے اس چیز کا کوئی تجربہ نہیں مگر پھر بھی وہ مہیب معلوم ہوتی ہے۔ رات کے عالمگیر سناٹے میں میں اکثر اس کو تلاش کرتا رہا ہوں۔ اور جب کبھی عدن کی فصیلوں کے پیچھے دراز قد سائے حرکت کرتے نظر آتے، اور کروبیوں کی تلواریں دور سے چمکتی ہوئی دکھائی دیتیں تو میں سمجھتا کہ "موت" قریب ہے۔ ڈر کے ساتھ ساتھ مجھے یہ شوق تھا کہ اس چیز کو دیکھوں جو ہم سب کو ڈرا کر رکھ دیتی ہے لیکن کوئی چیز سامنے نہ آئی۔ آخر کار میں تھک کر اپنے وطن فردوس کی طرف سے آنکھیں پھیر لیتا۔ اور ناچورری فضا کی قندیلوں کو دیکھنے لگتا جو اس قدر حسین معلوم ہوتی ہیں۔ کیا ان اجسام فلکی کو بھی مرنا ہوگا۔

عزازیل

شاید..... مگر وہ تم سے اور تمہارے عملکات سے بہت زیادہ عرصہ تک زندہ رہیں گے۔

قابیل

یہ سن کر مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ وہ اس قدر دل کش ہیں کہ ان کا نیست ہونا مجھے گوارا نہیں۔ موت ہے کیا؟ میں اس سے ڈرتا ہوں اس کو محسوس کرتا ہوں۔ وہ کوئی ڈراؤنی چیز ہے جس پر میرا کوئی اختیار نہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جس میں گنہگار کے ساتھ ساتھ بے گناہ بھی گرفتار ہو گئے

ہیں۔ مگر آخر یہ بلا ہے کیا؟

عزازیل

مٹ کر خاک میں مل جانا۔

قابیل

کیا مجھے اس کا علم ہوگا؟

عزازیل

خود مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔ اس لیے تمہارے سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔

قابیل

کاش میں مٹی بنا رہتا۔ اس وقت یہ بلا نہ نازل ہوتی۔ کاش میں سوا گرد و غبار کے کچھ نہ ہوتا۔

عزازیل

یہ تو پست حوصلگی ہے۔ تمہارا باپ بھی ایسا پست حوصلہ نہ تھا۔ اس لیے کہ اس کو علم حاصل کرنے کی آرزو ہوئی تھی۔

قابیل

مگر اس کو زندگی کی آرزو نہیں تھی۔ اس نے "زندگی کے درخت" کا پھل کیوں نہیں توڑا؟

عزازیل

اس کو روک دیا گیا۔

قابیل

بڑی زبردست غلطی ہوئی! "زندگی کا پھل نہیں توڑا" "علم" کا پھل

کھانے سے پہلے میرا باپ موت سے بالکل ناواقف تھا۔ افسوس! مجھے اب بھی نہیں معلوم کہ یہ ہے کیا؟ تاہم میں ڈرتا ہوں۔ نہ جانے کس چیز سے ڈرتا ہوں۔

عزازیل

اور میں جسے ہر چیز کا علم ہے کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ حقیقی علم اس کو کہتے ہیں۔

قابیل

کیا تو اپنا سارا علم مجھے سکھا دے گا؟۔

عزازیل

ایک شرط پر!

قابیل

وہ کیا؟۔

عزازیل

سربسجود ہوکر میری پرستش کرو اور مجھے اپنا معبود مانو۔

قابیل

تو وہ معبود تو نہیں ہے جس کی میرا باپ پرستش کرتا ہے۔

عزازیل

نہیں۔

قابیل

تو کیا اس معبود کا ہمپایہ ہے۔

عزازیل

نہیں! مجھ میں اور اس میں کوئی بات مشترک نہیں ہے اور نہ مجھے اس کی خواہش ہے۔ میں یا تو اس سے بلند ہونا چاہتا ہوں یا اس سے پست۔ لیکن اس کی قدرت میں شریک ہونا مجھے گوارا نہیں۔ میری قلمرو الگ ہے۔ لیکن میں اس سے برتر ہوں۔ میری پرستش کرنے والے بہت ہیں اور ابھی نہ جانے کتنے ہوں گے۔ تم بھی ہو جاؤ۔

قابیل

میں نے ابھی تک اپنے باپ کے خدا کو سجدہ نہیں کیا۔ اگرچہ میرا بھائی ہابیل برابر اس کی ترغیب دلاتا رہا ہے کہ میں بھی قربانی کروں پھر میں تجھے کیوں سجدہ کروں؟

عزازیل

کیا واقعی تم نے اب تک اس کو سجدہ نہیں کیا ہے؟

قابیل

میں جھوٹ نہیں کہتا۔ تجھکو اپنی غیب دانی سے اس کا علم ہو جانا چاہیے تھا۔

عزازیل

جس نے اس کو سجدہ نہیں کیا وہ مجھکو سجدہ کرتا ہے۔

قابیل

مگر میں کسی کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاؤں گا۔

عزازیل

پھر بھی تم میری ہی پرستش کرنے والے ہو۔ خدا کی پرستش نہ کرنا ہی میری پرستش ہے!

قابیل

یہ کیونکر ؟۔

عزازیل

ابھی معلوم ہو جائے گا۔

قابیل

مجھے ہستی کا راز بتا۔ میں اور کچھ جاننا نہیں چاہتا۔

عزازیل

تو پھر جہاں میں کہوں، میرے ساتھ چلو۔

قابیل

لیکن مجھے اپنے کام پر جانا ہے میں وعدہ کر چکا ہوں۔

عزازیل

کیا کام ہے ؟

قابیل

کھیت کی کچھ نئی پیداوار جمع کر کے لانا ہے۔

عزازیل

کیوں ؟

قابیل

ہابیل کے ساتھ قربان گاہ پر بھینٹ چڑھانی ہوگی۔

عزازیل

تم نے تو ابھی کہا تھا کہ تم نے اب تک اپنے خالق کے آگے سر نہیں جھکایا ہے

قابیل

ہاں ! مگر ہابیل کی التجاؤں سے مجبور ہوں۔ یہ قربانی دراصل اس کی ہوگی۔

نہ کہ میری .... اور عادہ ....

عزازیل

کہو رک کیوں گئے ؟

قابیل

عادہ میری بہن ہے۔ ہم دونوں ایک ہی دن اور ایک ہی پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس نے التجائیں کر کر کے اور رو رو کر مجھ سے یہ وعدہ لے لیا ہے کہ میں قربانیاں چڑھاتا رہوں گا میں اس کا رونا نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے میں سب کچھ برداشت کر رہا ہوں۔ عادہ رو کر مجھ سے جس چیز کی چاہے پرستش کرا سکتی ہے۔

عزازیل

اچھا! میرے پیچھے آؤ۔

قابیل

آتا ہوں۔

(عادہ کا داخلہ)

عادہ

بھائی میں تمکو بلانے آئی ہوں۔ اب راحت و آرام کا وقت ہے اور بغیر تمہارے ہم لوگ اطمینان کا سانس نہیں لے سکتے۔ تم نے آج کچھ کام نہیں کیا ہے۔ مگر میں نے تمہارا سب کام خود کیا ہے۔ غلّہ اچھی طرح تیار ہو چکا ہے۔ دانے سورج کی کرن کی طرح چمک رہے ہیں۔ آؤ دیکھ لو۔

قابیل

اِدھر دیکھو!

عادہ

کیا دیکھوں کوئی فرشتہ ہوگا۔ ہم اس سے پہلے نہ جانے کتنے فرشتے دیکھ چکے ہیں۔ اس سے کہو کہ اگر ہماری چھت کے نیچے آکر آرام کرنا چاہے تو ہم نہایت خوشی سے اجازت دیتے ہیں۔

قابیل

لیکن وہ ان فرشتوں کی طرح نہیں ہے جن کو ہم دیکھ چکے ہیں۔

عادہ

تو کیا فرشتوں کی بھی قسمیں ہوا کرتی ہیں؟ بہرحال جس طرح اور فرشتے ہمارے مہمان رہ چکے ہیں یہ بھی رہ سکتا ہے۔ پوچھو ہماری دعوت اس کو منظور ہے؟ اور فرشتے تو ہماری دعوت قبول کر لیتے ہیں۔

قابیل

(عزازیل سے) بول! کیا جواب دیتا ہے؟۔

عزازیل

تم میری دعوت قبول کرو اور میرے مہمان بنو۔

قابیل

مجھے اس کے ساتھ جانا ہے۔

عادہ

اور ہم کو تنہا چھوڑ دو گے؟

قابیل

ہاں

عادہ

اور مجھے بھی؟

قابیل

پیاری عادہ!

عادہ

مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔

عزازیل

نہیں، وہ نہیں جا سکتی

قابیل

وہ خدا ہے۔

عادہ

یہ تم کو کیونکر معلوم ہوا؟

قابیل

وہ بالکل خدا کی طرح باتیں کرتا ہے۔

عادہ

سانپ بھی تو ایسی ہی باتیں کرتا تھا مگر وہ کیسا جھوٹا نکلا؟

عزازیل

عادہ! تم دھوکے میں ہو کہ وہ علم کا درخت نہیں تھا؟

عادہ

تھا تو۔ مگر اس کا پھل کیا تھا؟ "دائمی الم"

عزازیل

"الم" ہی کا دوسرا نام "علم" ہے، سانپ جھوٹا نہیں تھا۔ اس نے

اگر تم کو بہکایا تو حقیقت کے ذریعہ۔ اور "حقیقت" کا آخری نتیجہ "خیر" ہوا کرتا ہے۔

عادہ

لیکن ہم تو یہی جانتے ہیں "علم" ہمارے لیے خرابیوں پر خرابیاں پیدا کرتا رہا ہے۔ اسی کی بدولت ہم کو وطن سے محروم ہونا پڑا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ دن رات خوف، محنت اور افسردگی میں مبتلا رہتے ہیں اب ہم کو اپنے ماضی پر پشیمانیاں ہوتی ہیں اور مستقبل سے امیدیں یہ سب اسی کا کیا ہوا ہے قابیل ادھر آؤ۔ اس فرشتے کے ساتھ نہ جاؤ جو کچھ نصیب ہے اسی پر قناعت کرو اور مجھے چاہو۔ دیکھو میں تم کو کیسا چاہتی ہوں؟

عزازیل

کیا تم اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ ان کو چاہتی ہو؟

عادہ

ہاں! کیوں؟ کیا یہ بھی کوئی گناہ ہے؟

عزازیل

ابھی تو نہیں ہے۔ مگر تمہاری آئندہ نسلوں میں یہی چیز گناہ ہو جائے گی۔

عادہ

کیا؟ میری بیٹی اپنے بھائی حنوک کی محبت نہیں کریگی؟

عزازیل

کریگی۔ مگر اس طرح نہیں جس طرح تم قابیل کی کرتی ہو۔

عادہ

یا اللہ! کیا وہ ایک دوسرے کی محبت نہیں کریں گے؟ اور اپنی محبت

سے محبت کرنے والی ہستیاں نہیں پیدا کریں گے؟ کیا انھوں نے میرا دودھ نہیں پیا ہے؟ کیا ان کا باپ اور میں دونوں ایک ہی وقت ایک ہی رحم سے نہیں پیدا ہوئے تھے؟ کیا ہم ایک دوسرے کی محبت نہیں کرتے؟ کیا ہم جو چیزیں پیدا کرتے ہیں وہ ایک دوسرے کی اسی طرح محبت نہیں کریں گی جس طرح میں قابیل کی کرتی ہوں؟ قابیل! میں تمہاری محبت کرتی ہوں تم ہرگز اس فرشتے کے ساتھ نہ جاؤ۔ یہ ہماری جنس کا نہیں ہے۔

عزازیل

جس گناہ کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے وہ کچھ میری ایجاد نہیں ہے اور نہ تمہارے لیے یہ گناہ ہے۔ البتہ وہ نسلیں جو تمہارے مٹنے کے بعد آئیں گی وہ اس کو گناہ سمجھیں گی۔

عادہ

ہر گناہ بذات خود گناہ ہوتا ہے۔ کیا "خیر و شر" اتفاقات پر منحصر ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو ہم سب غلام ہیں۔

عزازیل

تم سے برتر ہستیاں بھی غلام ہیں اور ان سے برتر ہستیاں بھی غلام ہوں اگر وہ آزادی کی تکلیفوں کو قادر مطلق کی حمد و ثنا اور خود غرضانہ نماز و دعا کی گرانباریوں پر ترجیح نہ دیں۔ دعا یا نماز کی محرک محبت نہیں بلکہ بیم و رجا ہے۔ عبادت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ قادر مطلق ہے۔

عادہ

قدرت مطلق ہی "خیر" مجسم ہے۔

عزازیل

کیا عدن میں بھی ایسا ہی تھا؟

عادہ

خبیث! مجھے اپنے حسن سے بہکانے کی کوشش نہ کر، تو سانپ سے زیادہ حسین ہے اور اسی کی طرح جھوٹا ہے۔

عزازیل

میں اسی کی طرح سچّا ہوں۔ اپنی ماں حوّا سے پوچھو۔ کیا۔ اس کو "خیر و شر" کا علم نہیں ہے؟

عادہ

آہ ماں! تو نے ایسا زہریلا پھل کھایا ہے جو تجھ سے کہیں زیادہ تیری اولاد کے حق میں مُہلک ہوگا! تو نے تو کم از کم اپنا شباب معصوم قدسیوں کے ساتھ فردوس میں گزارا۔ مگر ہم جو تیری اولاد ہیں عدن کی لذّتوں سے بالکل محروم رہ گئے۔ اب ہم ان ارواح خبیثہ کے اندر گھرے ہوئے ہیں جو اپنے کو خدا کہتے ہیں اور ہماری ناآسودگیوں سے فائدہ اٹھاکر ہم کو بہکاتے ہیں جس طرح کہ سانپ نے تجھے دور معصومیت میں بہکایا تھا میں اس غیر فانی روح کی باتوں کا جواب نہیں دے سکتی جو اس وقت میرے سامنے کھڑی ہے۔ میں اس سے نفرت بھی نہیں کر سکتی۔ میں اس کو دیکھ کر خوش بھی ہوں اور اس سے ڈرتی بھی ہوں اس کی آنکھوں میں ایک بے دست و پا کر دینے والی کشش ہے جو میری آنکھوں کو اپنا بنائے ہوئے ہے، میرا دل دھڑک رہا ہے۔ مجھے اس سے خوف معلوم ہوتا ہے اور پھر میں اس کی طرف کھنچی جاتی ہوں اور اس سے قریب تر ہوتی جاتی ہوں۔

قابیل! قابیل! مجھے اس سے بچاؤ۔

قابیل

عادہ! تم کس چیز سے ڈر رہی ہو؟ یہ کوئی خبیث روح نہیں ہے۔

عادہ

یہ نہ تو خدا ہے اور نہ خدا کی طرف سے مامور ہے۔ میں نے کرّوبیوں اور ملائکہ کو دیکھا ہے۔ مگر ان کی طرح نہیں ہے۔

قابیل

لیکن عالم ملکوت میں اُن سے افضل ہستیاں بھی ہیں یعنی "فوق الملک"۔

عزازیل

اور اس سے بلند ہستیاں بھی ہیں۔

عادہ

ہونگی، لیکن برگزیدہ نہ ہونگی۔

عزازیل

اگر برگزیدگی کے معنی غلامی کے ہیں تو بیشک وہ برگزیدہ نہیں ہیں۔

عادہ

میں نے سنا ہے کہ "ملائکہ" محبت کے لیے ہیں اور "کرّوبی" علم کے لیے یہ کوئی کرّوبی ہے۔ کیونکہ یہ محبّت سے عاری ہے۔

عزازیل

اگر علم محبت کو بجھا دیتا ہے تو وہ کیا ہوگا؟ جس کو تم جاننے کے بعد چاہ نہیں سکتیں۔ کروبی۔ اپنے علم کی زیادتی کے بدولت محبت کی کم صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت جہالت ہے۔ محبت اور علم ایک

دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ تو تمہارے والدین کی جرأت اور اس کی سزا سے ثابت ہو چکا ہے۔ اب تم علم اور محبت میں ایک چیز کو پسند کر لو۔ اس لیے کہ درمیان میں کوئی تیسری چیز نہیں ہے۔ تمہارے باپ نے تو اپنا انتخاب کر لیا ہے۔ اس کی عبادت محض خوف کا دوسرا نام ہے۔

عادہ

قابیل! محبت کو بہتر سمجھو۔

قابیل

تمہاری خاطر سے یہی سہی۔ اگرچہ علم ہمارے ساتھ پیدا ہوا ہے لیکن میں تمہارے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتا۔

عادہ

ہمارے ماں باپ کو؟

قابیل

کیا وہ ہم کو اس وقت چاہتے تھے جب کہ انھوں نے ایسی چیز کھائی تھی جس نے ہم کو جنت سے باہر نکال دیا۔

عادہ

ہم لوگ اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، اور اگر پیدا بھی ہوئے ہوتے تو بھی قابیل! کیا یہ زیبا ہے کہ ہم اپنے ماں باپ یا اپنی اولاد کے ساتھ محبت نہ رکھیں؟

قابیل

میرا ننھا حنوک اور اس کی پیاری بہن! کاش میں ان کی آسودگی کے لیے کچھ کر سکتا! پھر میں اپنی محرومی کو بڑی حد تک بھول جاتا۔ لیکن تین ہزار

نسلوں تک بھی اس کا بھولنا ممکن نہیں۔ اب انسان اس کی یاد سے کبھی خوش ہو نہیں سکتا جس نے انسانیت اور شر کے بیچ بہ یک وقت بوئے میرے ماں باپ نے علم اور گناہ کے پھل توڑے اور پھر مجھے، تم کو، اور چند ہستیوں کو پیدا کیا گویا ان کی اپنی مصیبت ان کے لیے کافی نہ تھی۔ اور پھر میرے بھی اولاد ہیں۔ تمہارا حسن۔ تمہاری محبت، میری مسرت اور میری محبت یہ سب بے کار۔ ہم اور ہماری اولاد گناہ اور اس کی سزا کو برسوں تک بھگتیں گے۔ موت کا نوالہ سب کو ہونا ہے۔ معلوم نہیں یہ موت کیا ہے؟ اگر میرے والدین نے گناہ کیا تھا تو کم از کم ان کو ہر چیز کا علم ہونا چاہیے ان کو موت کا راز معلوم ہونا چاہیے۔ لیکن وہ سوائے اس کے کچھ نہیں جانتے کہ ہم بدنصیب ہیں۔ اتنا جاننے کے لیے تو کسی سانپ یا پھل کی ضرورت نہیں تھی۔

عادہ

میں بدنصیب ہوں.......... اور قابیل...... اگر تم آسودہ ہوتے تو..............

قابیل

تو جاؤ تم تنہا آسودہ رہو۔ مجھکو ایسی آسودگی سے کیا کام جو مجھے اور میرے متعلقین کو پامال کر رہی ہے؟

عادہ

تنہا نہ میں آسودہ رہ سکتی ہوں نہ رہنا چاہتی ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ایسے ماحول میں میں آسودہ رہ سکتی تھی، اور موت جس کا مجھکو کوئی علم نہیں اور جس کو سنتی ہوں کہ کوئی ڈراؤنی چیز ہے مجھ پر کوئی اثر نہ کر پاتی۔

عزازیل

تم کہتی ہو کہ تم تنہا آسودہ نہیں رہوگی؟

عادہ

تنہا! اللہ! کون ایسا ہے جو تنہا رہ کر آسودہ یا نکوکار رہ سکتا ہے؟ اگر مجھے یہ اطمینان نہ رہے کہ جب چاہوں گی اپنے بھائی اور اس کے بھائی اور اپنی اولاد اور اپنے ماں باپ میں جا ملوں گی تو تنہائی کو گناہ سمجھنے لگوں۔

عزازیل

اور تمہارا خدا تنہا ہے۔ تو کیا وہ آسودہ اور نکوکار رہ سکتا ہے؟

عادہ

ممکن ہے بذات خود نہ ہو۔ لیکن وہ قدسیوں اور فانیوں کو آسودہ کر سکتا ہے۔ اور اس طرح کائنات میں آسودگی اور طمانیت پھیلا کر اپنی آسودگی حاصل کر لیتا ہے۔ آسودگی کے معنی یہی ہیں کہ دنیا میں آسودگی پھیلانے۔

عزازیل

اچھا تو اپنے باپ سے پوچھو۔ یا خود اپنے دل سے پوچھو۔ وہ آسودہ نہیں ہے۔

عادہ

آہ! سچ کہتا ہے۔ میرا دل آسودہ نہیں ہے۔ اور تو........ کیا تو کوئی ہنی ہے؟

عزازیل

ہاں! ورنہ قادر مطلق جہاں آفریں دنیا میں آسودگی کیسے پھیلا سکتا؟ وہ اپنا راز سب سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ ہم مجبور ہیں۔ برداشت

کرتے ہیں۔ لیکن ہم میں سے بعض ہیں جو مخالفت پر تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن نہ مخالفت و سرکشی کارگر ہوتی ہے نہ تسلیم و رضا۔ اس پر بھی بعض ملائکہ بددل نہیں ہوتے اور کہتے ہیں "کوشش کیے جانا ہمارا فرض ہے۔ بلاکوشش کے فلاح و بہبود کا نام لینا بےکار ہے اس لیے ہمت نہ ہارنا چاہیے"۔ وہ دل نہایت دوراندیش اور دانشمند ہے جو ہم کو راہ راست پر لگا دے جب دھندلی، آسمانی فضا میں تم فانیوں کی آنکھیں اس ستارہ کو دیکھ لیں جو صبح کے استقبال کے لیے اُفق پر نمودار ہوتا ہے۔

عادہ

کیسا خوبصورت ستارہ ہے۔ میں تو اس کے حُسن کی شیدا ہوں۔

عزازیل

اس کو پوجا کیوں نہ کی جائے؟

عادہ

ہمارا باپ صرف اس خدا کو پوجتا ہے جو دکھائی نہیں دیتا۔

عزازیل

لیکن خدا کی نشانیاں بھی قابل پرستش ہیں۔ اور یہ ستارہ تو آسمان والوں کا سرگروہ ہے۔

عادہ

ہمارا باپ کہتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس خدا کو دیکھا ہے جس نے اس کو اور میری ماں کو پیدا کیا۔

عزازیل

تم نے بھی اس کو دیکھا ہے؟

عادہ

ہاں! میں نے بھی اس کو اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں دیکھا ہے۔

عزازیل

اور اس کی ذات کو؟

عادہ

نہیں۔ سوا اس کے کہ میں نے اپنے باپ کی ہستی میں اس کو دیکھا ہے۔ اس لیے کہ میرے باپ کو خدا نے اپنی صورت پہ بنایا ہے یا پھر میں نے خالق ارض و سما کی جھلک ان فرشتوں میں پائی ہے جو تیری طرح ہیں اور تجھ سے زیادہ منور ہیں۔ لیکن جو تجھ سے کم دل فریب اور ذی مقدرت ہیں۔ دوسرے فرشتے دوپہر کے سورج کی طرح چپ چاپ ہم کو دیکھتے اور اپنے نور سے ہماری آنکھوں کو خیرہ کر کے چلے جاتے ہیں۔ لیکن تو اس رات کی فضا کی طرح لطیف ہے جبکہ بساط آسمان پہ بادل کے ہلکے ٹکڑوں کا ایک جال پھیلا ہو، اور بے شمار چھٹکے ہوئے ستارے اس گنبد مینائی کو ایک طلسم کدہ بنائے ہوئے ہوں۔ یہ ستارے کیسے خوبصورت اور دلکش ہیں لیکن وہ ہماری آنکھوں کو چکا چوند نہیں کرتے۔ اور پھر بھی ان میں ایک کشش ہے جو ہم کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہے۔ ان ستاروں کو دیکھ کر نہ جانے کیوں میری آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ اور اس وقت تجھ کو دیکھ کر بھی میری آنکھوں میں آنسو امڈ رہے ہیں۔ تو افسردہ اور غمگین نظر آتا ہے۔ کہیں تو ہم کو بھی افسردہ نہ کر دے میں تیرے لیے بے طرح رونے لگوں گی۔

عزازیل

افسوس ہے ان آنسوؤں پہ! کاش تم جانتی ہوتیں کہ ابھی آنسوؤں

کے کتنے سمندر بہنے والے ہیں۔

عادہ

کیا مجھکو بہانا ہے ؟

عزازیل

سب کو۔

عادہ

سب کون ؟

عزازیل

لاکھوں کروڑوں جن سے دنیائیں آباد ہونے والی ہیں۔ جو دنیائیں آباد ہو چکی ہیں، اور جو ابھی ویران پڑی ہیں۔ دوزخ کی گھنی آبادی...... ہاں ان سب کو آنسو بہانا پڑے گا۔ اور یہ سب تیرے بطن سے صورت پذیر ہونے والی ہیں۔

عادہ

قابیل! یہ تو ہم کو بد دعا دیتا ہے۔

قابیل

اس کو اپنی بات کہہ لینے دو۔ میں اسی کے ساتھ جانیوالا ہوں۔

عادہ

کہاں ؟

عزازیل

ایک ایسی جگہ جہاں سے وہ پھر تمہارے پاس ایک گھنٹہ میں لوٹ آئے گا۔ لیکن جہاں اس ایک گھنٹہ میں وہ نہ جانے کتنے دنوں کی چیزیں

دیکھ لے گا۔

عادہ

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

عزازیل

کیا تمہارے بنانے والے نے صرف چند دنوں میں پرانی دنیاؤں کو مٹا کر نئی دنیا نہیں بنا ڈالی؟ تو کیا میں جو اس تخلیق و تجدید میں اس کا ہاتھ بٹاتا رہا ہوں ایک گھنٹہ میں کسی کو وہ سب چیزیں دکھا بھی نہیں سکتا۔ جن کو تمہارے خدا نے چند دنوں میں مٹا ڈالا یا از سر نو پیدا کر دیا ہے؟۔

قابیل

اچھا چل، میں چلتا ہوں،

عادہ

سچ بتا۔ کیا وہ ایک گھنٹہ میں پلٹ آئے گا؟

عزازیل

ضرور پلٹ آئے گا۔ ہم لوگ زمانہ کی قید سے آزاد ہیں۔ اور ہم لوگ ساری ازلیت کو ایک گھنٹہ میں سمیٹ سکتے ہیں۔ اور ایک گھنٹہ کو ازل سے ابد تک کی وسعت دے سکتے ہیں۔ ہم لوگ جو سانس لیتے ہیں اس کو اس فانی دنیا کے کسی پیمانہ سے نہیں ناپ سکتے۔ مگر خیر! یہ ایک بھید ہے۔ قابیل میرے ساتھ چلو۔

عادہ

وہ واپس بھی آئے گا یا نہیں؟

عزازیل

ہاں، ہاں ضرور واپس آئے گا۔ فانیوں میں بھی ایک ہستی ہے جو وہاں

سے تیرے پاس واپس آئے گی، اور پھر اس دنیا کو بھی اسی طرح معمور کردیگی جس طرح کہ یہ دنیا ہے۔ فی الحال وہاں کی آبادی بہت کم ہے۔

عادہ

تو کہاں رہتا ہے؟

عزازیل

سارے کون ومکان میں۔ اور کہاں رہوں گا؟ جہاں تمہارا خدا رہتا ہے وہاں میں بھی رہتا ہوں۔ زندگی و موت، کون ومکاں، ازل وابد زمین و آسماں اور وہ دنیا جو نہ زمین ہے نہ آسمان مگر عنقریب ان دونوں جگہوں کے رہنے والوں سے آباد ہونیوالی ہے۔ غرضکہ تمام چیزیں میرے اور تمہارے خدا کے درمیان بٹی ہوئی ہیں۔ میں اس کی قلمرو میں حصّہ دار ہوں۔ اور اس کے علاوہ ان چیزوں کا بھی مالک ہوں جن میں تمہارے خدا کا کوئی حصّہ نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا اس وقت تمہارے خدا کا کوئی حصّہ نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا اس وقت تمہارے پاس کھڑا ہوسکتا تھا؟ اس کے فرشتے تمہاری نگاہوں کے سامنے رہتے ہیں۔

عادہ

وہ اس وقت بھی سامنے تھے جبکہ خوبصورت سانپ میری ماں سے پہلی مرتبہ ہمکلام ہوا تھا۔

عزازیل

قابیل! بہت سُن چکے۔ اگر تم کو علم کی پیاس ہے تو میں اس پیاس کو بجھا سکتا ہوں۔ اور میں تم کو ان پھلوں کو چکھنے بھی نہ دوں گا جو تم کو اس نعمت سے بھی محروم کردیں جو تیرے زبردست اور جابر فاتح نے تیرے

لیے چھوڑ رکھا ہے۔ اچھا اب میرے پیچھے چلو۔

قابیل :۔

میں وعدہ کر چکا ہوں۔

(عزازیل اور قابیل جاتے ہیں)

عادہ

(گریہ وزاری کے ساتھ ان کا تعاقب کرتے ہوئے) قابیل! میرے بھائی! میرے پیارے قابیل!۔

تمثیل دوم

منظر اوّل

فضا کی گہرائی

قابیل

میں تو ہوا میں تیر رہا ہوں۔ مجھ کو خوف معلوم ہوتا ہے کہ میں کہیں ڈوب نہ جاؤں۔

عزازیل

مجھ پر بھروسہ رکھو۔ پھر تم ہوا میں اسی طرح بے خطر سفر کرتے رہو گے۔ میں ہوا کا شاہزادہ ہوں۔

قابیل

تم پر بھروسہ کرنا کوئی گناہ تو نہ ہوگا؟

عزازیل

ایمان رکھو اور تم بلاؤں سے محفوظ رہو گے۔ شک یا انکار کو جگہ

دی نہیں کہ ہلاک ہوئے یہ تمہارے اُس خدا کا قانون ہے جو فرشتوں کے سامنے مجھ کو مردود شیطان کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اور یہ فرشتے ہر سمت اسی کو دہراتے پھرتے ہیں۔ اور حرماں نصیب مخلوقات اُن پر آمنّا وصدّقنا کہتی ہیں۔ اس لیے کہ اُن کے پاس حواس ظاہری کے سوا کوئی اور ذریعہ علم کا نہیں ہے۔ اس پستی کی حالت میں اُن بیچاروں سے خیر و شر کی بابت جو کہدیا جاتا ہے وہ بجنسہ تسلیم کر لیتی ہیں، لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ تم مجھ کو پوجو یا نہ پوجو مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اس مختصر دنیا سے پرے جو دنیائیں ہیں اُن کو ضرور دیکھو گے۔ تم مجھ پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ میں تم کو تمہارے شک وشبہ کی سزا میں عقوبت میں نہ ڈالوں گا۔ ابھی ایک وہ ساعت بھی آنے والی ہے جبکہ ایک انسان دوسرے انسان سے جو پانی کی لہروں میں ڈوب رہا ہوگا کہے گا "مجھ پر ایمان لاؤ اور پانی پر اسی طرح چلنے لگو۔ جس طرح زمین پر چلتے ہو۔" اور وہ شخص ایمان لائے گا اور پانی کی طوفانی موجوں پر چلنے لگے گا اور اس تباہی سے بچ جائے گا۔ میں تم کو بچانے کے لیے یہ شرط نہیں پیش کرتا کہ "تم مجھ پر ایمان لاؤ"۔ بس فضائے بسیط کی گہرائیوں میں میرے ساتھ پہلو بہ پہلو اور دوش بدوش اڑے چلو اور میں تم کو وہ چیزیں دکھاؤں گا جن سے تم انکار نہ کر سکو گے۔ یعنی ماضی حال اور مستقبل کی نت نئی دنیائیں تمہاری آنکھوں کے سامنے ہونگی۔"

قابیل

اے خدا۔ اے شیطان! جو کچھ بھی تو ہے۔ مجھ کو بتا، کیا میں سامنے وہی دنیا دیکھ رہا ہوں جس میں میں اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کے ساتھ رہتا ہوں؟

عزازیل
کیا تم اُس مٹی کو نہیں پہچانتے جس سے تمہارے باپ کی سرشت ہوئی ہے؟

قابیل
کیا یہ ممکن ہے؟ کیا یہ نیلے رنگ کا چھوٹا سا دائرہ ہماری دُنیا ہو سکتا ہے؟ اور یہ اس کے کنارے اس سے بھی چھوٹا دائرہ کیا ہے؟ یہ تو بالکل ویسا ہی ہے جو روز رات کو ہماری دُنیا میں روشنی پھیلایا کرتا ہے کیا یہ فردوس ہے؟ تو اس کی فصیل کیا ہوئی؟ اور اس کے محافظ کہاں ہیں؟

عزازیل
اچھا ہاتھ کے اشارے سے بتاؤ فردوس کہاں ہے؟

قابیل
میں کیسے بتا سکتا ہوں؟ ہم سورج کی کرنوں کی طرح آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور وہ بتدریج چھوٹی ہوتی چلی جاتی ہے اور ایک ہالہ اس کے گرد حلقہ باندھ رہا ہے۔ مجھ کو اس وقت وہ سڈول ستارے یاد آرہے ہیں جن کو میں فردوس کی چاردیواری کے باہر سے دیکھا کرتا تھا۔ ایسے ہی روشن ہالے ان کے گرد بھی ہوتے تھے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فردوس اور ہماری دنیا دونوں ستارے بن گئے ہیں اور بیشمار ستاروں میں مل گئے ہیں۔

عزازیل
اور اگر میں تم کو ایسی دنیائیں دکھادوں جو تمہاری دنیا سے کہیں

زیادہ بڑی ہوں گی۔ جو اس سے زیادہ بڑی اور حیرت انگیز چیزوں سے معمور ہوں گی اور یہ چیزیں شمار میں تمہاری دنیا کی خاک کے ذروں سے بھی زیادہ ہوں گی اور ان میں جان ہوگی۔......... پھر تم کیا سمجھو گے؟

قابیل

مجھ کو ایسے دماغ اور ایسے متخیلہ پر ناز ہوگا جو ان اسرار پر عبور پایا جائے اور ان کو اپنے تصرّف میں لائے۔

عزازیل

لیکن اگر یہی دماغ اور یہی بلند پرواز متخیلہ مادی کثافتوں کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہو۔ اور اپنے سارے علمی تجربے سارے بلند حوصلے، ساری حکمت و دانائی کے ہوتے ہوئے نت نئی کثیف اور رکیک خواہشوں کا غلام ہو۔ تمہاری بہترین لذتیں تمہاری افتادگی کا سبب ہیں جو تمہارے چاروں طرف اپنا دلفریب اور خوشگوار جال پھیلائے ہوئے ہیں یہ حسرتیں اور لذتیں تمہارے اندر ہیجان پیدا کیے رہتی ہیں اور دم بھر تم کو چین سے نہیں رہنے دیتیں۔ تم سکون اور راحت کی امید میں نئی روحیں اور نئی صورتیں اختیار کرتے رہتے ہو لیکن ہر روح ویسی ہی بے اعتبار اور ہر صورت ویسی ہی ناپائدار۔ شاید ہی کوئی ایسا خوش نصیب ہو تو.......

قابیل

دیکھ فرشتے! مجھے موت کا کوئی ذاتی تجربہ نہیں ہے۔ اتنا جانتا ہوں کہ وہ کوئی چیز ہے جس کا ذکر میرے ماں باپ اکثر کیا کرتے ہیں میں یقین کے ساتھ اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ موت کوئی خطرناک اور ہیبت انگیز ترکہ ہے جو ماں باپ سے مجھ کو ملا ہے۔ ماں باپ سے صرف دو چیزیں مجھکو

میراث ملی ہیں۔ زندگی اور موت اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں دونوں
یکساں عذاب ہیں۔ لیکن اگر تیرا کہنا سچ ہے۔ (اور یہ احساس میرے
دل میں تشنج پیدا کر رہا ہے کہ تیرا کہنا سچ ہے) تو کاش میں اسی دم مر جاتا
کیونکہ زندہ رہ کر انسیوں کو اپنی پشت سے پیدا کرنا جن کو عمر بھر عذاب
میں مبتلا رہ کر آخر کار مر جانا ہے۔ میرے خیال میں موت کی نسل بڑھانا
اور کشت و خون کی تبلیغ کرنا ہے۔

عزازیل

تمہاری ساری ہستی نہیں مر سکتی۔ زندہ رہ جانے والا بھی ایک
عنصر ہے۔

قابیل

لیکن جب میرے باپ کی پیشانی پر موت کا ٹیکا لگا کر فردوس سے
اس کو نکالا گیا تھا اس وقت اس دوسرے خدا نے تو اس سے ایسی باتیں
نہیں کہی تھیں، خیر پھر بھی میرے اندر جو کچھ مٹنے کو ہے کم سے کم وہ مٹ
جائے تاکہ میں بھی قدسیوں کی طرح سکون و راحت کی سانس لے سکوں۔

عزازیل

میں بھی تو قدسی ہوں کیا تم میری طرح ہونا چاہتے ہو؟

قابیل

مجھے نہیں معلوم کہ تو کیا ہے؟ میں تیری قدرت کا مشاہدہ کر رہا
ہوں اور دیکھتا ہوں کہ تو مجھے وہ چیزیں دکھا رہا ہے جو میرے حواس
کی دسترس سے باہر ہیں، اگرچہ یہ چیزیں بھی میری حسرتوں اور میرے حوصلوں
سے کہیں فروتر ہیں۔

عزازیل

افسوس ہے اُن ہستیوں پر جو اپنی تمام تعلی اور برتری کے باوجود کیڑے مکوڑوں کی طرح مٹی میں پڑی ہوئی ہیں، اور اپنی مجبوری و پستی گوارا کیے ہوئے ہیں۔

قابیل

اور تو ہی کیا ہے جو عالم ارواح میں رہتا ہے اور کون و مکان اور حدوث و قدم کی سیر کیا کرتا ہے اور اس پر بھی ملول نظر آتا ہے۔

عزازیل

میں جو کچھ بھی ہوں وہی نظر آتا ہوں اور تم سے پوچھتا ہوں کیا تم بھی غیر فانی ہونا چاہتے ہو؟

قابیل

تو کہہ رہا تھا کہ میں اپنی بشریت کے باوجود غیر فانی بن سکتا ہوں مجھے ابھی چند لمحوں سے پیشتر تک اس کا یقین نہیں تھا لیکن چونکہ یہ ہونا ہے اس لیے بہتر یہ ہوگا کہ میں شاد یا ناشاد خلود اور ابدیت کا تصور کرنا سیکھوں۔

عزازیل

ابھی میرے آنے سے پہلے تم اس کا تصوّر کر رہے تھے۔

قابیل

کیسے؟

عزازیل

ابھی تم آزردہ تھے۔ اور اپنی قسمت کا رونا رو رہے تھے۔

قابیل

تو کیا یہ آزار ہی غیر فانی ہے؟

عزازیل

یہ ہم کو اور تمہاری اولاد کو آزما کر فیصلہ کرتا ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔
وہ سامنے دیکھو کیسا شاندار منظر ہے؟

قابیل

اے نظر فریب اور لامحدود آکاش! تو کیا ہے۔ اور اے لحظہ بلحظہ بڑھنے والے نور کے تیلو! تم کیا ہو؟ اور یہ ہوا کی لامتناہی نیلگوں فضا کیا ہے؟ تم رواں دواں اس طرح کہاں جا رہے ہو جس طرح کبھی میں نے عدن کے سبک خرام چشموں کی موجوں میں ہلکے پتوں کو بہتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا تمہارے لیے پہلے سے کوئی شاہراہ مقرر کر دی گئی ہے جس پر تم کو چار و ناچار چلنا ہے۔ یا ابدیت کے نشہ میں سرشار ہو کر ہوا کی لامحدود فضائے بسیط میں یونہی مستانہ وار چلے جا رہے ہو؟ اُف! میری روح میں ہوکیں اٹھ رہی ہیں۔ اے خدا! اے خداؤ! یا تم جو کچھ بھی ہو۔ تم کتنے جمیل اور دلکش ہو اور تمہارے کارنامے یا غلط کاریاں کس قدر حسین اور خوشنما ہیں۔ کاش! میں خاک کے ذرّوں کی طرح اسی وقت نیست و نابود ہو جاتا یا پھر تمہاری ساری قدرت اور حکمت میں تمہارا شریک ہوتا۔ اس وقت جو کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہے وہ میرے جسم خاکی سے بلند و برتر ضرور ہے۔ مگر میرے تخیلات کسی طرح اس سے کم بلند نہیں۔ اے فرشتے! ایسا کر کہ یا تو میرا دم اسی گھڑی نکل جائے یا میں ان نورانی ہستیوں کو زیادہ قریب سے دیکھ سکوں۔

عزازیل

کیا تم ان سے قریب نہیں ہو؟ ذرا مُڑ کر اپنے کرۂ ارضی کی طرف تو دیکھو۔

قابیل

کہاں ہے؟ مجھے تو سوا ایک تودۂ غبار کے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ جس میں بیشمار چھوٹے چھوٹے قمقمے جگمگا رہے ہیں۔

عزازیل

وہ دیکھو!

قابیل

مجھے تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

عزازیل

مگر وہ تو جگمگا رہا ہے۔

قابیل

وہی! سامنے!

عزازیل

ہاں!

قابیل

تو بھی کیا کہہ رہا ہے؟ اس سے پہلے میں نے بارہا اپنی دنیا میں شام کے دھندلکے کے وقت اندھیری جھاڑیوں اور ندیوں کے کنارے لہلہاتے سبزہ زاروں کو جگنوؤں سے جگ مگ جگ مگ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ سامنے والی دنیا سے کہیں زیادہ روشن معلوم ہوتے ہیں۔

عزازیل

اچھا یہ بتاؤ تم نے جگنوؤں اور کروں دونوں کو جگمگاتے ہوئے دیکھا ہے۔ تمہارا ان کی بابت کیا خیال ہے؟

قابیل

اپنی اپنی جگہ دونوں حسین اور دلکش معلوم ہوتے ہیں۔ اور قیاس کہتا ہے کہ یہ رات جوان چیزوں کے حسن کو بے نقاب کرتی ہے یہ جگنو جو بھیانک سے بھیانک اور تاریک سے تاریک مقامات کو اپنی چمک سے معمور کر دیتے ہیں۔ اور یہ ستارے سب کے سب کسی کے اشارے پر چلتے ہیں۔

عزازیل

لیکن آخر کس کے؟

قابیل

یہ تو مجھے بتا اور دکھا۔

عزازیل

کیا تم دیکھنے کی تاب لا سکتے ہو؟

قابیل

میں کیا جانوں کہ کسی چیز کے دیکھنے کی تاب لا سکتا ہوں یا نہیں ابھی تک تو تو نے کوئی ایسی چیز نہیں دکھائی جس سے آگے مجھے دیکھنے کی تاب نہ ہو۔

عزازیل

اچھا تو میرے ساتھ آگے بڑھو۔ تم فانی چیزوں کو دیکھنا چاہتے ہو

یا غیر فانی چیزوں کو؟

قابیل

کیوں؟ چیزیں کس کو کہتے ہیں۔

عزازیل

ایک حد تک۔ دونوں کو۔ لیکن تمہارے دل سے کیا لگی ہے؟

قابیل

وہ چیزیں جن کو میں دیکھ رہا ہوں۔

عزازیل

لیکن ابھی ابھی سب سے زیادہ تمہارے دل سے کیا لگی تھی؟

قابیل

وہ چیزیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ہے اور نہ کبھی دیکھوں گا۔ یعنی موت کے اسرار۔

عزازیل

اور اگر میں تم کو وہ چیزیں دکھاؤں جو مر چکی ہیں۔ جس طرح اب تک بہت کچھ ایسی چیزیں دکھاتا رہا ہوں جو کبھی نہیں مر سکتیں۔

قابیل

ہاں ضرور دکھا۔

عزازیل

تو پھر آؤ! ہم اپنے پروں کا زور لگائیں اور آگے بڑھیں۔

قابیل

اف! ہم فضائے نیلگوں میں کیسا لپٹے جا رہے ہیں۔ ستاروں کی

روشنی بھی ہمار ہی ہے۔ اور ہماری خاکی دنیا! وہ کہاں چھوٹ گئی؟ ذرا
ایک بار مجھے پھر اس کو دیکھ لینے دے۔ کیونکہ میں اسی خاک سے بنایا گیا
ہوں گا۔

عزازیل

اب وہ تمہاری حدِ نگاہ سے باہر ہے۔ جس طرح تم اپنی اتنی بڑی
دنیا میں کھوئے رہتے ہو۔ اسی طرح تمہاری دنیا اب کائنات کی وسعت
میں کھو گئی ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھو کہ تم اس کی قید سے ہمیشہ نکلے ہو۔ اور نجات
پا گئے ہو تم کو بہت جلد اس کرۂ خاکی میں لوٹ جانا اور اس کے گرد و غبار
میں پھر آلودہ ہونا پڑے گا۔ یہ جو کچھ ہے وہ محض ابدیت کا ایک شائبہ
ہے جو ہمارے اور تمہارے حصّہ میں رہ گیا ہے۔

قابیل

آخر تو مجھے کہاں لیے جا رہا ہے؟

عزازیل

اُس دنیا کی طرف جو تم سے اور تمہاری دنیا سے پہلے تھی۔ یعنی کائنات
کے مبدءِ ازلی کی طرف جو بگڑ کر کائنات بن گیا۔

قابیل

کیا؟ تو کیا یہ کوئی چیز نہیں ہے؟

عزازیل

نہیں! اور اگر ہے تو اتنا ہی جتنا کہ زندگی۔ اس میں شک نہیں کہ
موجودات میں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی کہیں انتہا نہیں اور کبھی نیست
نہ ہوں گی۔ لیکن بہترین چیزیں ایسی ہیں جن کا بظاہر کوئی آغاز نظر نہیں آتا۔

جو قدیم معلوم ہوتی ہیں۔ مگر حقیقتاً ان کا آغاز بھی اتنا ہی مبتذل رہا ہے
جتنا کہ تمہارا۔ نہ جانے کتنی جلیل القدر ہستیاں صرف اس لیے مٹ کر
رہ گئی ہیں کہ ان سے کہیں زیادہ فرومایہ ہستیاں وجود پذیر ہو کر پنپ
سکیں۔ زمان و مکاں حادث ہیں۔ لیکن حدوث اور فنا کو ایک ہی
چیز نہ سمجھو۔ ہاں جو چیزیں مٹی سے پیدا ہوئی ہیں ان کے لیے حدوث کے
معنی فنا کے ہیں۔ اور تم بھی مٹی ہی کے پتلے ہو۔ اور صرف اُن چیزوں
کا علم تم کو ہو سکتا ہے جن کی اصل مٹی ہے۔ یہ تم خود دیکھو گے۔

قابیل

مٹی! نہیں اے روح مجرد تو جس چیز کو چاہے مجھے دکھا سکتا ہے
اور تیری مدد سے میں اس کو سمجھ سکتا ہوں۔

عزازیل

اچھا بڑھو۔

قابیل

لیکن روشنی تیزی کے ساتھ مدھم ہوتی جا رہی ہے۔ اور میری
آنکھوں کے سامنے کچھ اندھیرا ہو چلا ہے ابھی جب ہم ان کے قریب سے
گزرے تھے تو یہ منور اجرام سماوی مختلف دنیائیں معلوم ہو رہی تھیں۔

عزازیل

ہاں ان میں سے ہر ایک جداگانہ دنیا ہے۔

قابیل

اور ان میں سے ہر ایک میں اس کا اپنا باغ عدن بھی ہے؟

عزازیل

بہت ممکن ہے۔

قابیل

اور ان میں بھی نبی آدم ہیں؟

عزازیل

ہاں۔ یا شاید انسان سے زیادہ برگزیدہ اور برتر ہستیاں۔

قابیل

سچ؟ اور سانپ بھی ہیں؟

عزازیل

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ نبی آدم کا گزر بغیر سانپوں کے بھی ہو سکتا ہے؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جہاں یہ دو ٹانگوں پر کھڑا ہونیوالا جانور ہو وہاں دوسرے جانور اور حشرات الارض نہ رہنے پائیں؟

قابیل

اف! یہ روشنیاں کیسا جلد جلد بجھی جا رہی ہیں یہ ہم کہاں اُڑے چلے جا رہے ہیں؟

عزازیل

روحوں کی دنیا میں! یہ روحیں یا تو گزری ہوئی چیز ہیں، یا ان چیزوں کے پرتو ہیں جو ابھی وجود پذیر نہیں ہوئی ہیں۔

قابیل

لیکن یہ اندھیرا کیوں چھا رہا ہے؟ تمام ستارے چھپ گئے۔

عزازیل

مگر باوجود اس کے تم دیکھ سکتے ہو۔

قابیل

یہ تو بڑی ڈراؤنی روشنی ہے۔ نہ سورج ہے نہ چاند نہ ستارے رات کا اپنا نیلگوں رنگ بھی ایک بھیانک دھندلکے میں تبدیل ہو چلا ہے پھر بھی میں دیکھ رہا ہوں۔ کیا دیکھ رہا ہوں۔ ایک بسیط دھندلکا ہیولیٰ۔ اب تک ہم جتنی دنیائیں دیکھتے چلے آئے ہیں وہ روشنی سے گھری ہوئی تھیں اور زندگی اس وقت بھی معمور معلوم ہوتی تھی جبکہ ان کی روشنی دھندلی ہو جاتی تھی اور اس دھندلی روشنی میں ہم دیکھتے تھے کہ سمندر، وادیاں سر بفلک پہاڑ اور نت نئی چیزیں صورت پذیر ہو رہی ہیں۔ ان میں سے بعض دنیاؤں میں سے شعلے اور شرارے بھی نکل رہے تھے۔ بعض میں بڑے بڑے دریا لہریں لے رہے تھے اور بعض نورانی حلقوں میں گھرے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں فضا میں تیرتے ہوئے چاند نظر آرہے تھے جن کی شکل ہمارے خوبصورت کرۂ ارضی سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ لیکن اب تو کہیں کچھ نہیں ان سب کی جگہ بھیانک خلا اور تاریکی نے لے لی ہے۔

عزازیل

لیکن اب ہر چیز زیادہ صاف اور بے زیب ہے، کیا تم موت اور مردہ چیزوں کو دیکھنا چاہتے ہو؟۔

قابیل

نہیں! میں یہ تو نہیں چاہتا۔ لیکن چونکہ مجھے معلوم ہے کہ موت اور مردہ چیزیں بھی حقیقی وجود رکھتی ہیں۔ اور میرے باپ کے گناہ نے خود اس کو اور مجھ کو اور ان چیزوں کو جن کو ہم اپنی میراث کہہ سکتے ہیں، پہلے سے ذائقۃ الموت بنا رکھا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ میں پہلے سے دیکھ لوں اور سمجھ لوں کہ ایک دن آخر مجھکو بادل ناخواستہ کیا ہونا ہے؟

عزازیل

دیکھو!

قابیل

تاریکی!

عزازیل

اور یہ ہمیشہ ہوتا ہے۔ لیکن ہم اس کے دروازے کھولیں گے۔

قابیل

یہ ہر طرف ابخرات کے پہاڑ کیوں نظر آ رہے ہیں؟ یہ کیا ہے؟

عزازیل

بس اندر داخل ہو۔

قابیل

کیا پھر ہم اس کے باہر نکل سکیں گے؟

عزازیل

گھبراؤ نہیں۔ موت کی دنیا آباد کیسے ہوگی؟ اس وقت یہاں کی آبادی برائے نام ہے۔ تم سے اور تمہاری نسلوں سے اس کو آباد ہونا ہے اس لیے تمہارا اس وقت اس جگہ سے واپس جانا ضروری ہے۔

قابیل

وہ دیکھو! بادل پھیل رہے ہیں اور ہم کو گھیر رہے ہیں۔

عزازیل

قدم آگے بڑھاؤ!

قابیل

اور تو ؟

عزازیل

ڈرو نہیں ۔ اگر میں ساتھ نہ رہتا تو تم اپنی دنیا سے قدم باہر نہ رکھ سکتے ۔ بڑھو ! بڑھو !!

(دونوں بادلوں میں غائب ہو جاتے ہیں)

تمثیل دوم

منظر دوم

پاتال

(عزازیل اور قابیل کا داخلہ)

یہ اندھیری دنیائیں کس قدر سنسان اور کتنی وسیع ہیں ۔ یہ کوئی ایک دنیا نہیں ہو سکتی یہ کئی دنیائیں ہیں اور ان وسیع نورانی کروں سے کہیں زیادہ آباد ہیں ۔ جن کو میں ابھی ہوا کے بالائی خطے میں تیرتے ہوئے دیکھ آیا ہوں ۔ وہ کرے تو اس قدر نورانی تھے کہ میں نے ان کو ایسی دنیائیں نہیں سمجھا تھا جن کو آبادی درکار ہو ۔ وہ تو خود کسی ایسی فردوس کی آبادیاں

معلوم ہوتی تھیں جو وہم و قیاس سے بہت بلند ہو۔ لیکن قریب پہونچنے پر
معلوم ہوا تھا کہ وہ غیر ذی روح مادہ کے تودوں کے سوا کچھ نہیں ہیں جن کو
ذی روح اور جاندار چیزوں سے آباد ہوتا ہے۔ مگر یہاں ؟ یہاں تو سوائے
سکوت اور تیرگی کے کچھ نہیں ہے۔ اور اگر روشنی ہے تو دھندلی جو گزشتہ رونق
اور چہل پہل کی صرف یاد معلوم ہوتی ہے۔

عزازیل

یہ موت کی دنیا ہے۔ کیا تم اس کا سامنا کرنا چاہتے ہو؟

قابیل

جب تک یہ نہ جان لوں کہ یہ دراصل ہے کیا۔ میں کوئی جواب نہیں
دے سکتا۔ لیکن اگر اس کا نقشہ ویسا ہی ہے جیسا کہ میرا باپ عبادت
کرتے وقت کھینچا کرتا ہے تو پھر۔۔۔ میں اس کے تصور کی بھی تاب نہیں لا سکتا۔
غارت ہو وہ قوت جس نے ایسی زندگی کی بنا ڈالی جو ہم کو کشاں کشاں موت
کی طرف لے جاتی ہے یا ایسی بے مایہ زندگی پیدا کی جو اپنا وجود قائم نہیں
رکھ سکتی۔ اُف! معصوم کو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔

عزازیل

یہ کیا؟ تم اپنے باپ کو کوس رہے ہو؟

قابیل

اس نے بھی تو مجھے کوسا تھا۔ میری پیدائش سے پہلے ہاں وہ ممنوع
پھل توڑ کر کھانا مجھ کو کوستا ہی تھا۔

عزازیل

سچ کہتے ہو۔ یہ کوسنا دونوں طرف سے ہے۔ باپ نے تم کو کوسا

تم باپ کو کوستے ہو۔ لیکن اپنے بھائی اور اپنی آئندہ نسل کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

قابیل

ان کو بھی میری طرف سے یہی حصہ ملے گا۔ جو کچھ باپ کی طرف سے مجھکو ملا ہے۔ وہی میرے بھائی اور میری نسل کو بھی ملے گا۔ اے تاریک اور سنسان دنیاؤ! اے تیرنے والی دھندلی صورتو! تم کیا ہو؟ تم زندہ ہو یا زندہ رہ کر مر چکی ہو؟۔

عزازیل

جو چاہو سمجھو۔ دونوں صحیح ہے۔

قابیل

تو پھر موت کیا ہے؟

عزازیل

کیا جس نے تم کو پیدا کیا اس نے یہ نہیں کہا ہے کہ موت دوسری زندگی ہے؟

قابیل

اب تک تو اس نے سوا اس کے اور کچھ نہیں بتایا ہے کہ ہم سب کو مرنا ہے۔

عزازیل

شاید وہ کسی دن تم کو یہ راز بھی بتا دے گا۔

قابیل

وہ دن بھی کیسا مبارک ہو گا۔

عزازیل

ہاں کیوں نہیں نیک فال ہوگا۔ ناقابل بیان مصیبتوں اور قیامت تک کے عذاب کے بعد معلوم ہوگا کہ ابھی بے شمار غیر ذی شعور ذرّے جو ابھی زندگی سے معمور نہیں کیے گئے ہیں۔ اسی غرض سے ان میں روح پھونکی جائیگی اور وہ زندہ کیے جائیں گے۔

قابیل

یہ بڑی بڑی دھندلی صورتیں کیا ہیں جو ہر طرف تیر رہی ہیں؟ بظاہر تو وہ ان ہستیوں کی طرح ذی شعور نہیں معلوم ہوتیں جو ہماری چھنی ہوئی فردوس کے چاروں طرف ہوا میں پھرا کرتی ہیں۔ اور نہ وہ میرے باپ آدم یا میرے بھائی ہابیل یا میری بیوی یا میری اولاد کی طرح انسان ہی معلوم ہوتی ہیں تاہم ان صورتوں کی ہیئت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سرکشی، فطانت، تعلی حسن، حوصلہ اور قوت میں کسی سے زیادہ نہیں تو کسی سے کم بھی نہیں ہیں میں نے ایسی صورتیں کبھی نہیں دیکھی ہیں نہ ان کے ملائکہ کی طرح پر ہیں اور نہ ان کی صورت انسان درندہ یا کسی اور جانور سے ملتی ہے وہ تمام مخلوقات سے زیادہ حسین اور قوی ہیں۔ اور پھر ان سے اس قدر مختلف ہیں کہ میں ان کو زندہ نہیں کہہ سکتا۔

عزازیل

لیکن یہ بھی کبھی زندہ رہ چکی ہیں۔

قابیل

کہاں؟

عزازیل

جہاں اس وقت تم ہو۔

قابیل

کب ؟

عزازیل

جس دُنیا کو تم کرۂ ارض کہتے ہو اسی میں کبھی یہ ہستیاں بھی آباد رہ چکی ہیں۔

قابیل

لیکن کرۂ ارض کو سب سے پہلے آباد کرنے والا تو آدم ہے۔

عزازیل

تمہارے لیے۔ لیکن اس کا درجہ ان سب ہستیوں کے بعد اور ان سب سے نیچے ہے۔

قابیل

اور یہ ہستیاں ہیں کیا ؟

عزازیل

وہی جو تم کو ہونا ہے۔

قابیل

لیکن وہ تھے کیا ؟

عزازیل

ذی روح، ذی حیات، عظیم الشان، جلیل القدر، ذی عقل اشرف المخلوقات، تمہارے باپ آدم سے اتنا ہی بلند و برتر جتنا کہ اب سے ساٹھ ہزار پشت کی پستی اور افتادگی کے بعد تمہاری نسل تم سے اور تمہارے بیٹے سے برتر ہوگی اور یہ ہستیاں کس قدر ضعیف اور مجبور ہیں اس کا اندازہ

اپنے جسم اور اپنی طاقت سے کرو۔

قابیل

ہائے قسمت! اور یہ سب کی سب نیست ہو گئیں؟

عزازیل

ہاں اپنی دنیا سے جس طرح کہ اپنی دنیا سے تم نیست ہو جاؤ گے۔

قابیل

لیکن کیا ان کی دنیا بھی وہی تھی جو اب میری دنیا ہے۔

عزازیل

ہاں وہی تھی۔

قابیل

لیکن کم سے کم اس وقت یہ دنیا ایسی نہ رہی ہو گی جیسی اس وقت ہے۔ اب تو ہماری دنیا ایسی برتر مخلوقات کے لیے بہت تنگ اور بہت پست ہے۔

عزازیل

تمہارا خیال ٹھیک ہے پہلے یہ دنیا زیادہ عظیم الشان تھی۔

قابیل

اور اب اس قدر کیوں گری ہوئی ہے؟

عزازیل

یہ اس سے پوچھو جس نے اس کو گرایا ہے۔

قابیل

آخر کیونکر؟

عزازیل

عناصر کو بُری طرح مُنتشر اور برباد کر کے۔ اس سے تمام عالم ذرہ ذرہ ہو کر رہ گیا۔ اور پھر یہ ذرّے مجتمع ہو کر ایک عالم بن گئے۔ ایسی باتیں زمان و مکاں کی دنیا میں محال ہیں۔ مگر اس چار دیواری کے باہر ابدیت کی دنیا میں اکثر ایسا ہوا کرتا ہے۔ اب آگے بڑھو اور ماضی اور مافات کا مشاہدہ کرو۔

قابیل

کیسا بھیانک ہے۔

عزازیل

مگر یہ سب واقعات ہیں۔ ان دُھندلی مُنھنی صورتوں کو دیکھو۔ یہ بھی کبھی تمہاری طرح عنصری بدن رکھتی تھیں۔

قابیل

تو کیا میں بھی انھیں کی طرح ہو جاؤں گا؟

عزازیل

یہ اس خالق سے پوچھو جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور دیکھو وہ کیا جواب دیتا ہے۔ میں تم کو یہ دکھا دیتا ہوں کہ تمہارے پیشرو کیا تھے اور اب کیا ہیں۔ اور جو کچھ وہ تھے اس کو تم خود بھی محسوس کر سکتے ہو۔ اگرچہ تمہارے حواس اور تمہاری عقل جو ابدیت کا ایک جزو ہیں ادنیٰ درجہ کی قوتیں ہیں جو ان اسلاف کو نصیب تھیں اور جو اب تم کو نصیب ہے وہ زندگی ہے جو چیز ان اسلاف کو اب نصیب ہے اور جو تم کو نصیب ہوگی وہ موت ہے تمہاری آدمیت کی باقی جو خصوصیات ہیں وہ ادنیٰ سے ادنیٰ حشرات الارض

میں بھی پائی جاتی ہیں جو اس دنیا کی آلائشوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہاں اسی دنیا کی آلائشوں سے جس نے ابھی اچھی طرح ایک سیارہ کی مکمل صورت نہیں اختیار کی ہے اور جو ایسی ہستیوں سے آباد ہو رہی جن کی سب سے بڑی مسرت یہ تھی کہ ساری زندگی ظلمت اور نادانی میں گزار دیں اسی لیے وہ "فردوس جہالت" وجود میں آئی جس میں علم کو زہر بتا کر ممنوع قرار دے دیا گیا۔ خیر چھوڑو اس قصہ کو۔ دیکھو یہ برتر اور اعلیٰ ہستیاں کیا ہیں اور کیا تھیں؟ یا اگر تم گھبرا گئے ہو تو واپس چلو اور تھوڑی سی محنت اور برداشت کرو۔ میں تم کو تمہاری دنیا میں اُتار آؤں۔

قابیل

نہیں میں یہیں رہوں گا۔

عزازیل

کب تک؟

قابیل

ہمیشہ کے لیے۔ جب مجھے ایک دن اپنی دنیا کو چھوڑ کر یہاں مجبوراً آنا ہی ہے تو بہتر ہے میں یہیں رہ جاؤں گرد و غبار کی پر شور زندگی نے اب تک مجھے جو کچھ دکھایا ہے اس سے میں بیزار ہو چکا ہوں اب آؤ اس اس سحابی خطہ میں رہ کر دیکھوں۔

عزازیل

یہ ممکن نہیں۔ تم نے تو جو کچھ حقیقت ہے ابھی اس کا محض ایک خواب دیکھا ہے۔ قبل اس کے کہ تم اس دُنیا میں رہنے کے قابل ہو تم کو موت کے دروازوں سے گزرنا ہے جن سے ان سب کو گزرنا پڑا ہے۔

قابیل

ابھی ہم کس دروازے سے داخل ہوئے تھے؟

عزازیل

وہ تو میرا دروازہ تھا۔ لیکن چونکہ ابھی ہم کو اپنی اپنی جگہ لوٹ جانا ہے اس لیے میرا جی بے طرح چاہ رہا ہے کہ چل کر ان فضاؤں میں سانس لو جہاں تمہارے سوا ہر چیز سانس سے محروم ہے۔ بس دیکھتے چلو۔ لیکن جب تک تمہارا وقت نہ آئے یہاں رہنے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔

قابیل

کیا یہ چیزیں زمین پر واپس نہیں آ سکتیں؟

عزازیل

ان کی زمین مٹ کر اتنا بدل چکی ہے کہ اب وہ اس کے ایک قطعہ کو بھی نہیں پہچان سکتے۔ آہ! وہ بھی کیسی لطیف اور کیسی دلفریب دنیا تھی۔

قابیل

اور اب بھی ہے۔ یہ سچ ہے زمین پھاڑ کر مجھے اپنا پیٹ بھرنا پڑتا ہے لیکن میری بغاوت اس زمین سے نہیں ہے مجھے تو یہ غصہ ہے کہ جتنی اچھی اور خوشگوار چیزیں یہ دنیا بغیر محنت کے پیدا کرتی ہے ان سے میں فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور نہ زندگی اور موت کی ہزاروں اندیشناکیوں کو کم کر سکتا ہوں۔

عزازیل

اس وقت تمہاری دنیا جو کچھ ہے وہ تو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے اور تم دیکھ رہے ہو۔ لیکن اب سے مدتوں پہلے کیا تھی؟ اس کا تم اندازہ نہیں کر سکتے۔

قابیل

اور یہ دیو قامت اور دیو صورت حیوانات جو شعور کے اعتبار سے نہایت ادنیٰ درجے کی مخلوق معلوم ہوتے ہیں جو دنیا کے گھنے جنگلوں میں رہنے والے ہیبتناک درندوں سے ملتے جلتے ہیں لیکن جو اُن دنیوی جانوروں سے کہیں زیادہ بڑے، اور کہیں زیادہ ڈراؤنے ہیں جو عدن کی فصیل سے بھی اونچے ہیں، جن کی آنکھیں عدن کی حفاظت کرنے والے کرّوبوں کی آتشیں تلواروں سے زیادہ چمکیلی ہیں، اور جن کے باہر نکلے ہوئے دانت درختوں کے پھیلے ہوئے تنے معلوم ہوتے ہیں یہ کیا تھے؟

عزازیل

ان حیوانات کو اُس زمانہ میں وہی درجہ حاصل تھا جو آج جنگل تمہارے زمانے میں میموتھ کو حاصل ہے۔ لیکن اب تو یہ کروڑوں کی تعداد میں زمین کے نیچے دبے پڑے ہیں۔

قابیل

اور روئے زمین پر ان میں سے اب ایک بھی نہیں رہا؟

عزازیل

نہیں۔ آج اگر یہ جانور موجود ہوتے تو ان سے فانی انسان دن رات جنگ آزمائی کرتا رہتا جس سے یہ دنیا جلد سے جلد مٹ کر رہ جاتی، اور اس طرح جس عذاب میں دنیا کو مبتلا کیا گیا وہ بھی جلد دور ہو جاتا۔

قابیل

مگر آخر یہ جنگ کیوں ہوتی؟

عزازیل

تم اس لعنت کو بھول گئے جس نے تمہاری جنس کو عدن سے نکالا تھا۔ تمام مخلوقات کے ساتھ لڑنا موت، بیماریاں، مایوسیاں، تلخیاں یہ تھے اس "شجر ممنوع" کے پھل۔

قابیل

لیکن کیا انسان کی طرح اور جانوروں نے بھی اس درخت کے پھل کھائے تھے کہ ان کو اس کی سزا میں موت ملی؟

عزازیل

کیا تمہارے خالق نے یہ نہیں کہا تھا کہ جس طرح تم کو اس نے اپنی خدمت کے لیے پیدا کیا اسی طرح تمام جانوروں اور تمام چیزوں کو تمہاری خدمت کے لیے پیدا کیا پھر تم یہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ اور جانور تم سے زیادہ خوش قسمت ہوں۔ آج اگر آدم اس عذاب میں مبتلا ہوا ہوتا تو سب محفوظ رہتے۔

قابیل

افسوس ہے ان بدبخت مخلوقات پر۔ ہم لوگوں کی طرح ان کو بھی ہمارے باپ کے ساتھ اس کے گناہ کی سزا بھگتنا ہے۔ بے چاروں نے ہماری طرح نہ خود وہ پھل کھایا اور نہ ان کو علم کی دولت ملی۔ وہ ہرگز علم کا درخت نہیں تھا۔ بلکہ "فریب کا درخت تھا"۔ کیونکہ ہم لوگوں کو کیا علم نصیب ہے؟ کم از کم بتایا یہی گیا تھا کہ اس درخت کا پھل علم ہے اگرچہ اس کے ساتھ موت بھی ہے۔ لیکن انسان کو علم تو ملا نہیں اور موت گلے پڑ گئی۔

عزازیل

ممکن ہے موت ہی علم کا زینہ ہو۔ اور چونکہ تمام چیزوں میں موت سب سے بڑھ کر قطعی اور یقینی چیز ہے۔ اس لیے یقیناً حقیقی علم کا زینہ ہے۔ لہٰذا وہ درخت بے شک و شبہہ علم کا درخت تھا۔ اگرچہ اس کا پھل مہلک بھی تھا۔

قابیل

یہ تاریک خطے! میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔ مگر ان کو جانتا پہچانتا نہیں۔

عزازیل

وہ وقت ابھی دور ہے اور پھر یوں بھی مادہ روح کی ماہیت کو کما حقہٗ نہیں جان سکتا۔ لیکن یہی جاننا کیا کم ہے کہ ایسی ایسی دنیاؤں کا بھی وجود ہے۔

قابیل

موت کے وجود کا تو ہم کو اس سے پہلے بھی علم اور یقین تھا۔

عزازیل

لیکن موت کے بعد کیا ہے؟ یہ تو تمہارے وہم میں بھی نہ تھا۔

قابیل

اور نہ اب اس کی کچھ خبر ہے۔

عزازیل

اتنا تو جان ہی گئے ہو کہ جس عالم میں تم ہو، اس سے بڑے بھی کئی عالم ہیں، اور آج صبح تک تم کو اس کا بھی علم نہ تھا۔

قابیل

مگر ہر چیز دھندلی کیوں معلوم ہوتی ہے؟

عزازیل

ذرا صبر کرو۔ تمہارے غیر فانی عنصر پر بہت جلد سب کچھ، دن کیطرح روشن ہو جائے گا۔

قابیل

اور یہ جو سامنے ہم سے دور لاجورد کی سیّال فضا تیرتی ہوئی نظر آرہی ہے اور جو صورت سے پانی معلوم ہوتی ہے وہ کیا ہے؟ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ دریا ہے جو فردوس سے نکلا ہے اور جو میرے مکان سے باہر ہو کر بہتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ اس لاجوردی فضا کا کہیں کنارہ نظر نہیں آتا۔ نہ اس کا رنگ زیادہ لطیف ہے۔

عزازیل

تمہارے کرۂ ارضی پر بھی ابھی اس قسم کے دریا موجود ہیں اگرچہ اس سے وہ بہت ادنیٰ ہیں اور تمہاری اولاد ان کے کنارے بسیں گی یہ سمندر کا خیالی خاکہ ہے۔

قابیل

یہ تو ایک جداگانہ دنیا معلوم ہوتی ہے۔ گویا سورج پگھل گیا ہے اور یہ عجیب و غریب جانور کیا ہیں جو اس کی چمکیلی سطح پر اچھل کود رہے ہیں۔

عزازیل

یہ یہاں کی بحری مخلوق ہیں جن کو تمہاری دنیا میں کسی زمانہ میں مگرمچھ یا "لوئتیاں" کہتے تھے۔

قابیل

اور یہ ڈراؤنا دیو قامت سانپ کیسا ہے۔ دیکھو، وہ اپنے بھاری

سر اور عیال کو اس غار سے صنوبر کے درخت سے بھی اونچا اٹھائے ہوئے ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی وہ ان تمام کرّوں کو جن کو ہم دیکھتے آئے ہیں اپنے حلقہ میں لپیٹ لے گا۔ کیا یہ اسی قسم کا کوئی سانپ ہے جو کسی زمانہ میں عدن کے درختوں کے نیچے دھوپ کھایا کرتا تھا

عزازیل

یہ تمہاری ماں حوا بہتر جانتی ہوگی کہ کس شکل اور کس رنگ کے سانپ نے اس کو بہکایا تھا۔

قابیل

یہ تو بڑا ڈراؤنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ سانپ اس سے کہیں زیادہ خوبصورت تھا۔

عزازیل

تم نے کبھی اس کو دیکھا ہے یا نہیں؟

قابیل

اس قسم کے سانپ تو اکثر دیکھے ہیں۔ لیکن خاص اس سانپ کو کبھی نہیں دیکھا جس نے وہ مہلک پھل کھانے کی ترغیب دی تھی اور خاص اس رنگ وروپ کا کوئی سانپ دیکھا ہے۔

عزازیل

کیا تمہارے باپ نے بھی نہیں دیکھا تھا؟

قابیل

اس کو تو میری ماں نے بہکایا تھا اور ماں کو سانپ نے گمراہ کیا تھا۔

عزازیل

مرد خدا! اب اس کا خیال رکھنا کہ جب کبھی تم کو تمہاری بیوی یا تمہارے بیٹوں کو ان کی بیویاں کسی نئی چیز سے بہکائیں تو پہلے یہ دیکھ لو کہ ان بیویوں کو بہکانیوالا کون ہے۔

قابیل

تیری صلاح بہت دیر میں ملی ہے۔ اب دنیا میں کیا رہا جس کے لیے سانپ آکر عورتوں کو بہکائیں۔

عزازیل

لیکن ابھی بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کے لیے عورت مرد کو بہکائے اپنے بیٹوں سے کہدو کہ خبردار رہیں۔ میں نیک نیتی سے یہ صلاح دے رہا ہوں اور خود مجھے اس صلاح سے نقصان پہنچنے والا ہے۔ لیکن چوں کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس پر بہت کم عمل کیا جائے گا۔ اس لیے اطمینان ہے کہ نقصان پہنچنے کا بھی بہت کم امکان ہے۔

قابیل

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔

عزازیل

یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ تم سے بڑھ کر بدطینت اور تم سے بڑھ کر بدنصیب کوئی نہیں ہے۔ ہے کہ نہیں؟

قابیل

شرارت اور بدطینتی کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر دکھ بہت جھیلتا رہا ہوں۔

عزازیل

آدم کی پہلی اُپج! تمہاری موجودہ زندگی ہے۔ اور تمہاری اصل شر ہے۔ تمہاری سرشت دُکھ سے ہے اور تم مصیبت میں بتلا ہو۔ لیکن عنقریب جو کچھ ہونے والے ہو اس کے مقابلہ میں اپنی اس حالت کو "عدن" کی معصومیت اور مسرت سمجھو۔ اور تمہاری تیسری نسل جو کچھ ہونے والی ہے اس کے مقابلہ میں تمہاری آئندہ افتادگی اپنی تمام بلاؤں کے باوجود فردوس ہوگی۔ تمہاری آئندہ نسلیں بد سے بدتر ہو جائیں گی اور ذلت اور تاریکی کے گڑھے میں گرتی چلی جائیں گی اب آؤ کرہ ارض کو واپس چلیں۔

قابیل

مجھے صرف ان باتوں سے خبردار کرنے کے لیے تو کیوں یہاں لایا تھا؟

عزازیل

کیا تم کو علم کی جستجو نہیں؟

قابیل

ضرور تھی لیکن صرف یہ سمجھ کر کہ علم آسودگی کا ذریعہ ہوگا۔

عزازیل

اگر حقیقت آسودگی کا ذریعہ ہو سکتی ہے تو تم کو آسودگی میسر ہے۔

قابیل

میرے باپ کے خدا نے اچھا کیا ـــــ اگر اس مہلک درخت کا پھل کھانے کی ممانعت کر دی تھی۔

عزازیل

اور اس درخت کو انسان سے اتنا قریب لگانا اچھا تھا یا برا لیکن برائیوں سے بے خبر رہنا برائیوں سے بچا نہیں سکتا۔ برائی کائنات کا ایک جزو ہے۔ اور وہ اپنا کام کرتی رہے گی۔

قابیل

برائی ہر چیز کا جزو نہیں ہو سکتی۔ نہیں۔ میں نہیں مان سکتا، اس لیے کہ مجھے اچھائی کی تلاش ہے۔

عزازیل

اور کس کو اس کی تلاش نہیں ہے؟ برائی کو برائی کے لیے کون چاہتا ہے؟ کوئی نہیں، یہ تو زندگی کا خمیر ہے۔

قابیل

اس تیرہ و تار خطہ میں آنے سے پہلے ابھی جن جگمگاتے ہوئے کروں کو ہم نے دیکھا تھا۔ ان میں شر کی نشو و نما نہیں ہو سکتی۔ وہ بے انتہا جمیل ہیں۔

عزازیل

تم نے صرف دور سے دیکھا ہے،

قابیل

اس سے کیا ہوتا ہے؟ فاصلہ صرف ظاہری آب و تاب کو کم کر سکتا ہے۔ اگر ہم قریب سے دیکھتے تو ان کا حسن ہم کو اور حیرت میں ڈال دیتا۔

عزازیل

تم اپنی دنیا کی حسین چیزوں کو قریب سے دیکھو، اور پہلے ان کے حسن کا اندازہ کرو۔

قابیل

میں کہہ چکا ہوں حسین سے حسین چیز کا حسن قریب سے دوبالا ہوجاتا ہے۔

عزازیل

تو یہ نظر کا دھوکا ہوگا۔ اچھا وہ کون سی چیز ہے جو تمہاری آنکھوں سے سب سے زیادہ قریب ہے اور جو دور کی حسین چیزوں سے بھی زیادہ حسین ہے

قابیل

میری بہن عادہ ...... فضائے آسمان کے تمام ستارے آدھی رات کا گہرا نیلا رنگ اور وہ روشن کرہ جو رات میں اپنی روشنی پھیلاتا ہے اور جو کوئی روح یا روحوں کی دنیا معلوم ہوتی ہے شام و صبح کا ہلکا دلکش سماں سورج کا آن بان کے ساتھ طلوع ہونا اور غروب کا نرالا منظر جس کو شام کے وقت بادلوں کی مغربی فضا میں ڈوبتے ہوئے دیکھ کر میری آنکھوں میں مسرت کے آنسو بھر آتے ہیں اور جس کے ساتھ میرا دل بھی تیرنے لگتا ہے جنگلوں کی گھنی تاریکی، اس کی سرسبز و شاداب شاخیں۔ شام کی گانیوالی چڑیاں جو محبت کے گیت گاتی معلوم ہوتی ہیں اور جو شام کے وقت "عدن" کی فصیل پر کرّوبیوں سے ہم آواز ہوکر اپنے ترانے گاتی ہیں۔ یہ تمام چیزیں میری نظر میں عادہ کی پیاری صورت کے سامنے کچھ نہیں ہیں۔ میں زمین و آسمان کی ہر چیز سے منہ موڑ کر اس کی صورت میں محو ہو جاتا ہوں۔

عزازیل

یہ صورت اسی حد تک حسین و جمیل ہے جس حد تک کہ حدوث و فنا آغاز آفرینش کی صبح میں اور دنیا کے پہلے والدین اپنے سب سے پہلے اختلاط میں

بتا سکتے تھے۔ اور یہ بھی فریبِ نظر ہی ہے۔

قابیل

تو اس کا بھائی نہیں ہے۔ اسی لیے یہ سمجھتا ہے۔

عزازیل

مٹ جانے والے میرے بھائی وہ لوگ ہیں جن کے کوئی اولاد نہیں ہے۔

قابیل

پھر تجھ کو ہم لوگوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔

عزازیل

لیکن یہ بہت ممکن ہے تم کو مجھ سے ہو۔ خیر اس بحث کو جانے دو۔ اگر تم کو کوئی ایسی حسین چیز مل گئی ہے جس کو تم دنیا کی ہر چیز سے زیادہ حسین سمجھتے ہو تو پھر تم اس قدر دل گیر اور نا آسودہ کیوں ہو؟

قابیل

میں عالمِ وجود میں کیوں آیا؟ تو خود اتنا غمناک کیوں ہے؟ دنیا کی ہر چیز غمناک کیوں ہے؟ جس ہستی نے ہم لوگوں کو پیدا کیا ہے وہ بھی خالقِ کائنات بن کر پچھتایا ہوگا۔ اور وہ بھی غمناک اور نا آسودہ ہوگا۔ موت اور فنا کو پیدا کر کے کسی کو اطمینان نہیں ہو سکتا اور میرا باپ کہتا ہے کہ وہ قادرِ مطلق ہے وہ تو خیرِ محض ہے پھر یہ سارا شر کہاں سے آیا؟ میں نے اپنے باپ سے یہ سوال کیا تھا۔ اور اس نے کہا یہ "شر ہی خیر کا زینہ ہے" تو وہ خیر بھی کیسا نرالا ہوگا۔ جو اپنی خطرناک ضد، یعنی شر سے پیدا ہو۔ ابھی میں نے ایک میمنہ کو دیکھا تھا، جس کو کسی زہریلے

کیڑے نے کاٹ لیا تھا بیچارہ دودھ پیتا بچہ دم توڑ رہا تھا اور اس کے منھ
سے کف جاری تھا۔ وہ اپنی ماں کے پیٹ کے نیچے زمین پر پڑا لوٹ رہا تھا۔
بے بس ماں بیقرار ہو کر چلا رہی تھی۔ میرے باپ نے کچھ جڑی بوٹی سے اس کے زخم
کو اچھا کر دیا۔ بیچارہ میمنہ چنگا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی ماں کا دودھ
پینے لگا۔ اور ماں جو کانپ رہی تھی اپنے نیم مردہ بچہ کو خوش ہو کر چاٹنے
لگی۔ آدم نے کہا "دیکھو بیٹے! شر سے خیر کس طرح پیدا ہوتا ہے"۔

عزازیل

پھر تم نے کیا جواب دیا؟

قابیل

کچھ نہیں۔ اس لیے کہ وہ میرا باپ ہے۔ لیکن مجھے اسی وقت یہ
خیال ہوا تھا کہ اگر اس بیچارہ جانور کو کبھی کوئی زہریلا نہ کاٹتا تو یہ
اس سے کہیں بہتر تھا کہ اس قدر درد اور تکلیف سہنے کے بعد زندگی کی تجدید
کی جاتی۔ یہ سچ ہے کہ ہر درد کے لیے تریاق بھی موجود ہے۔ لیکن درد نہ ہوتا
تریاق کے ہونے سے زیادہ خوش نصیبی کی بات ہے۔

عزازیل

تم کہتے ہو کہ دنیا کی عزیز ترین چیزوں سے تم کو وہ ہستی کہیں زیادہ
عزیز ہے، جس نے تمہارے ساتھ تمہاری ماں کے دودھ میں شرکت کی
اور جو اپنا دودھ تمہاری اولاد کو پلا رہی ہے۔

قابیل

بلا شک و شبہ۔ اگر وہ نہ ہو تو میں نہیں کہہ سکتا میرا
کیا حال ہوگا!۔

عزازیل

میرا کیا حال ہے؟

قابیل

کیا تو کسی چیز کی محبت نہیں کرتا؟

عزازیل

تمہارا خدا کس سے محبت کرتا ہے؟

قابیل

میرا باپ تو کہتا ہے کہ خدا اپنی تمام مخلوقات کی محبت کرتا ہے۔ لیکن اس دنیا میں مخلوقات کی جو حالت ہے اس سے تو خدا کی محبت کا پتہ نہیں چلتا۔

عزازیل

اسی طرح تم کو یہ بھی پتہ نہیں چل سکتا کہ مجھ کو کسی چیز سے محبت ہے یا نہیں۔ تاہم اتنا تو تم نے بھی جان لیا ہوگا کہ میں بلند حوصلہ ہوں اور ایک بلند اور مہتم بالشان نصب العین رکھتا ہوں، جس میں بحیثیت کل کائنات کی فلاح و بہبود ہے۔ اور جس کے لیے تمام افراد کو برف کی طرح پگھل کر مٹ جانا پڑے گا۔

قابیل

برف! یہ کیا ہے؟۔

عزازیل

کم از کم اس لحاظ سے تو تم خوش قسمت ہو کہ تم کو ان چیزوں کا علم نہیں جن سے تمہاری بعید ترین آئندہ نسلوں کو پالا پڑنے والا ہے، اس وقت

ایسے خطہ میں دھوپ اور نشاط انگیز گرمی کی لذتوں کو نعمت سمجھو جہاں جاڑے کا نام نہیں ہے۔

قابیل

لیکن کیا تو اپنی جنس میں کسی کی محبت نہیں کرتا؟

عزازیل

اور کیا تم کو اپنی جنس کی محبت ہے؟

قابیل

کیوں نہیں! لیکن اس چیز کی لاگ مجھے زیادہ ہے جو میرے خیالات اور جذبات کو زیادہ پائدار بنائے ہوئے ہے اور مجھ سے برتر ہے۔ اسلئے کہ مجھے اس کی زیادہ لاگ ہے۔

عزازیل

تم کو اس کی لاگ ہے اس لیے کہ وہ حسین ہے بالکل اسی طرح جس طرح کہ وہ ممنوع پھل تمہاری ماں کی آنکھوں میں حسین معلوم ہوا۔ اور جب اس کا حسن گھٹ جائے گا تو تمہاری محبت بھی تمہاری اور بہت سی خواہشوں کی طرح گھٹ جائے گی۔

قابیل

حسن گھٹ جائے گا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

عزازیل

امتداد زمانہ سے۔

قابیل

لیکن زمانہ تو برابر گزرتا رہا ہے اور آدم اور میری ماں دونوں

اب تک حسین ہیں۔ اگرچہ "عادہ" اور فرشتوں کی طرح نہیں پھر بھی بہت حسین ہیں۔

عزازیل

یہ سب حسن مٹ جانے والا ہے۔

قابیل

یہ سُن کر مجھے دُکھ ہوا۔ لیکن بہرحال میں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ کبھی میں "عادہ" کو چاہنا کم کردوں گا۔ اور جب اس کا حسن فنا ہوجائے گا تو میرا خیال ہے کہ مجھ کو اس کو مٹتے ہوئے دیکھ کر اتنا نقصان نہیں پہنچے گا۔ جتنا کہ اس کو جو حسن کا پیدا کرنے والا ہے۔

عزازیل

مجھے تم پر بڑا رونا آتا ہے کہ تم ایسی چیز کی محبت کرتے ہو جو فنا ہوجائے گی۔

قابیل

اور مجھ کو تجھ پر رونا آتا ہے جس کو کسی چیز کے ساتھ اُنس نہیں۔

عزازیل

اور تمہارا بھائی۔ کیا تم اس کی محبت نہیں کرتے؟

قابیل

کیوں نہیں!

عزازیل

تمہارا باپ اس کو چاہتا ہے۔ تمہارا خدا اس کو چاہتا ہے۔

قابیل

اور میں بھی چاہتا ہوں۔

عزازیل

وہ اشتہائے زوجی کا دوسرا پھل ہے اور اپنی ماں کا لاڈلا ہے۔

قابیل

میری ماں اپنا لاڈ پیار اسی تک رکھے کیونکہ سب سے پہلے یہ لاڈ پیار سانپ کے حصہ میں آیا تھا۔

عزازیل

اور اپنے باپ کا بھی لاڈلا ہے۔

قابیل

ہوا کرے، کیا میں اس چیز کی محبت نہ کروں جس کی سب محبت کرتے ہیں،

عزازیل

اور یہوداہ۔ وہ رحیم و کریم خدا۔ وہ فردوس کا باغ لگانے والا۔ اور اس کا دروازہ بند کرنے والا۔ وہ بھی ہابیل پر عنایت کی نظر رکھتا ہے

قابیل

میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا ہے اور نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرے بھائی کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے۔

عزازیل

لیکن تم نے اس کے فرشتوں کو دیکھا ہے۔

قابیل

بہت کم۔

عزازیل

پھر بھی کافی دیکھا ہے اور اتنا جانتے ہو کہ وہ تمہارے بھائی کو زیادہ

چاہتے ہیں اور اس کی قربانیوں کو زیادہ قبول کرتے ہیں۔

قابیل

ممکن ہے۔ لیکن تو یہ سب مجھ سے کیوں کہہ رہا ہے؟

عزازیل

اس لیے کہ تم اس سے پہلے خود بھی ان باتوں پر غور کرتے رہے ہو۔

قابیل

مان لو کہ میں غور کرتا رہا ہوں۔ لیکن بھولی ہوئی باتوں کو یاد دلاتے سے فائدہ؟ ۔ (تھوڑی دیر کے لیے رُک جاتا ہے اور اس کے چہرے سے کچھ گھبراہٹ کا اظہار ہونے لگتا ہے) دیکھ! اے فرشتے! اس وقت ہم تیری دنیا میں ہیں، میری دنیا کا ذکر نہ چھیڑ۔ تو نے مجھے عجیب عجیب چیزیں دکھائی ہیں۔ تو نے مجھکو وہ مخلوقات دکھائے ہیں جو آدم سے پہلے اسی دنیا میں رہتے سہتے تھے جو بگڑ کر اب ہماری دنیا بن گئی ہے۔ تو نے مجھے چاند، سورج اور ستاروں کی سیکڑوں وسیع دنیائیں دکھائی ہیں۔ جن کے مقابلہ میں ہماری دنیا ہیچ ہے۔ تو نے مجھکو اس عالم کے عکس دکھائے ہیں جس کے نام سے روح کانپ اٹھتی ہے اور جس کو میرے باپ نے ہمارے لیے پیدا کیا ہے۔ یعنی موت۔ تو نے مجھے بہت کچھ دکھایا ہے لیکن ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ مجھے وہ سب سے بلند فردوس دکھا جہاں یہوداہ رہتا ہے۔ یا وہ دنیا دکھا جہاں تو رہتا ہے وہ کہاں رہتا ہے؟

عزازیل

یہیں۔ ساری فضا میں۔

قابیل

لیکن تو بھی اور چیزوں کی طرح کہیں اپنا خاص مسکن رکھتا ہوگا۔ خاکیوں کے لیے کرۂ ارض ہے۔ اور ہر کرہ کے خاص باشندے ہیں جتنی فانی جاندار ہستیاں ہیں وہ اپنے اپنے خطہ میں رہتی ہیں اور جن ہستیوں کو مٹے ہوئے مدت ہوگئی وہ بھی مخصوص خطوں میں رہتی تھیں۔ جیسا کہ تیرے کہنے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہودا اور تیرے لیے بھی مخصوص رہنے کی جگہیں ہونگی۔ تم دونوں ساتھ تو رہتے نہیں ؟

عزازیل

نہیں، ہماری حکومت مشترک ہے۔ مگر ہم رہتے الگ الگ ہیں۔

قابیل

کاش ! تم میں سے ایک ہی کوئی ہوتا ! بہت ممکن تھا اس وقت ان عناصر میں اتفاق اور ہم آہنگی پیدا ہو سکتی جو اب منتشر ہو کر ہنگامہ برپا کیے ہوئے ہیں۔ تم دونوں قدسی ہو دانا بینا ہو اور لامحدود ہو۔ پھر تم میں نفاق کیونکر پیدا ہوگیا ؟ کیا تم دونوں کی اصل ایک نہیں ہے ؟ کیا دونوں کی فطرت اور دونوں کی قدرت ایک نہیں ہے ؟

عزازیل

کیا تمہاری اور ہابیل کی اصل ایک نہیں ہے ؟

قابیل

ہاں ایک ہے۔ ہم بھائی بھائی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے لیکن اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو کیا مادہ اور روح۔ خاکی اور نوری یکساں ہوتے ہیں؟ کیا روح میں بھی نفاق کی صلاحیت ہے ؟ کیا اس کے دو عناصر میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے ؟ کیا مطلق مطلق سے لڑ سکتا ہے ؟ یہ کس لیے ؟

عزازیل

اپنا سکہ چلانے کے لیے۔

قابیل

ابھی تو یہ کہا تھا کہ تم دونوں غیر فانی اور قدیم ہو۔

عزازیل

ہاں ہیں تو۔

قابیل

اور یہ ساری فضا جو ہم دیکھتے آئے ہیں لا متناہی ہے؟

عزازیل

ہاں۔

قابیل

تو کیا یہ وسعت تم دونوں کی حکومت کے لیے کافی نہیں ہے۔ تم کو ایک دوسرے سے کیا اختلاف ہے؟

عزازیل

ہم دونوں حکومت کرتے ہیں۔

قابیل

لیکن تم میں سے ایک فساد پھیلاتا ہے۔

عزازیل

وہ ایک کون ہے؟

قابیل

غالباً تو۔ کیوں کہ اگر تو انسان کا بھلا کر سکتا ہے تو کیوں نہیں کرتا؟

عزازیل

اور اس کو کیوں نہیں کہتے جس نے تم کو بنایا میں نے تم کو نہیں بنایا
تم اس کی مخلوق ہو نہ کہ میری۔

قابیل

جیسا کہ تو کہتا ہے ہم اس کی مخلوق ہیں، تو ہم کو چھوڑ دے۔ نہیں
تو اپنے رہنے کی جگہ یا اس کی رہنے کی جگہ مجھ کو دکھا۔

عزازیل

میں تم کو دونوں دکھا سکتا تھا۔ مگر وہ وقت آئے گا جب تم خود ان میں
سے ایک کو ہمیشہ کے لیے جان جاؤ گے۔

قابیل

اور ابھی کیوں نہیں؟

عزازیل

جو کچھ میں تم کو دکھا چکا ہوں وہی انسان کے حواس اور عقل کے لیے
زیادہ ہے اور تم اسی پر سہولت اور کامیابی کے ساتھ غور و تامل نہیں کر سکتے
اور تمہارے حوصلے بڑھنے لگے۔ تم کو ان دو چھپی ہوئی قوتوں کو جاننے کی
آرزو ہے جو ساری کائنات کی جڑ ہیں! اب اپنے حوصلوں کو ایک دائرہ
کے اندر محدود رکھو۔ ان میں سے اگر ایک کا بھی صحیح حال تم کو معلوم ہو جائے
تو تم فنا ہو جاؤ گے۔

قابیل

میں فنا ہو جانے سے نہیں ڈرتا۔ اگر میں ان کو دیکھ لوں۔

عزازیل

اس وقت تم ہو بہو اپنی ماں کی طرح باتیں کر رہے ہو۔ جس نے ان پھلوں کو توڑا تھا۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ تم فنا بھی ہو جاؤ گے اور ان قوتوں کو نہیں دیکھ سکو گے۔ ان کا دیکھنا ایک دوسرے عالم میں ممکن ہے۔

قابیل

موت کے عالم میں؟

عزازیل

موت کا عالم اس عالم کا صرف پیش خیمہ ہے۔

قابیل

اب میری دہشت کم ہو گئی۔ اس لیے کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ موت کسی خاص عالم میں پہونچا دیتی ہے۔

عزازیل

میں اب تم کو تمہاری دنیا میں واپس لے چلنا چاہتا ہوں جہاں تم کو آدم کی نسل بڑھانا ہے اور کھاپی کر محنت و مشقت میں اپنا وقت گزارنا ہے۔ جہاں ہنستے کھیلتے ہوئے اور روتے پیٹتے ہوئے آخر کار مرجانا ہے۔

قابیل

اور یہ سب جو تو نے مجھے دکھایا ان کو دیکھ کر مجھے کیا فائدہ حاصل ہوا؟

عزازیل

کیا تم نے علم نہیں حاصل کیا؟ اور کیا میں نے یہ سب دکھا کر تم کو اس قابل نہیں بنا دیا کہ تم خود اپنے کو جان پہچان سکو۔

قابیل

آہ! اب تو میری ہستی کی کوئی ہستی نہیں رہی۔

عزازیل

اور انسان کے علم کا ماحصل یہی ہے کہ وہ فانی ہستیوں کی بے مائگی کو جان جائے۔ اپنے ترکہ میں اپنی اولاد کو بھی یہ علم دینا اس سے وہ بہت سی مصیبتوں سے بچ جائیں گے۔

قابیل

سرکش فرشتے! تو کتنے پندار اور گھمنڈ کے ساتھ باتیں کر رہا ہے۔ لیکن یہ سب خودی اور سرکشی کس کام کی جب تجھ سے بالاتر بھی کوئی قوت موجود ہے۔

عزازیل

ہرگز نہیں، اس آسمان کی قسم جو اس کے زیرنگیں ہے، ساری وسعت کائنات اور ہستی کے اس عظیم الشان ہنگامہ کی قسم۔ نہیں، میرا کوئی حاکم نہیں۔ مجھ پر فتح پا جانے والی ضرور ایک ہستی ہے۔ لیکن وہ میری حاکم نہیں ہے۔ سب اس کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں سوا میرے، میں اب بھی اس سے مقابلہ کر رہا ہوں جس طرح میں نے فردوس میں کیا تھا، ازل سے لے کر ابد تک، پاتال میں، کائنات کی لامحدود فضا میں۔ ماہ سے لیکر ماہی تک۔ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں میں اس کا مقابلہ کرونگا اور ہر دنیا، ہر ستارہ، ہر فضا اس وقت تک لرزاں اور پریشان رہیگی جب تک کہ یہ جنگ ختم نہ ہو جائے۔ اور یہ جنگ کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے تاوقتیکہ ہم میں سے ایک تھک کر ہتھیار ڈال نہ دے۔ اور ہم دونوں غیر فانی اور غیر محدود ہیں۔ پھر نہ ہماری آپس کی دشمنی کبھی ختم ہو سکتی ہے نہ یہ آپس کی جنگ۔ کیونکہ ہم کبھی تھک نہیں سکتے۔ وہ بحیثیت فاتح کے

مفتوح کو بانیِ شر سمجھتا ہے، سمجھا کرے۔ لیکن اُس نے کس خیر کی بنیاد ڈالی؟ اگر میں فاتح ہوتا تو میں بھی اُس کو اور اس کے مخلوقات کو شر سمجھتا اور پھر سب یہی سمجھتے۔ اور تم اے فانی ہستیو! خود سوچو کہ اس نے تم کو تمہاری اس ناپائدار زندگی میں کیا دے دیا ہے؟

قابیل

کچھ نہیں۔ سوا مایوسیوں اور تلخ‌کامیوں کے۔

عزازیل

اچھا تو اب اپنی دُنیا میں واپس چلو اور اس کی باقی ماندہ فردوسی نعمتوں کو آزماؤ۔ خیر و شر بجائے خود خیر و شر ہوتے ہیں دینے والا کسی چیز کو خیر یا شر نہیں بناتا۔ لیکن اگر وہ تم کو خیر دیتا ہے تو اس کو بانی خیر سمجھو۔ اور وہ اگر تم کو شر دیتا ہے تو اس کو خواہ مخواہ مجھ سے منسوب نہ کرو تاوقتیکہ شر کے اصلی سرچشمہ کا علم تم کو نہ ہو۔ کسی کے کہنے سننے پر اپنی رائے نہ قائم کرو۔ زندگی میں تم کو جو کچھ پھل مل رہا ہے اس سے صحیح اندازہ کرو۔ "میوۂ فردوس" نے تم کو کم از کم ایک اچھا پھل دیا ہے اور وہ "عقل" ہے۔ اس کو کسی ظالمانہ دھمکیوں سے مغلوب نہ ہونے دو۔ اور اپنے ضمیر کے خلاف کسی پر ایمان نہ لاؤ چاہے تم کو لاکھ ستایا جاوے۔ غور اور فکر اور تحمل سے کام لو۔ اپنے دل کے اندر ایک عالم باطن پیدا کرو۔ جہاں عالم ظاہر کی رسائی نہیں ہوتی۔ اس طرح تم فطرت روحانی سے زیادہ قریب ہو جاؤ گے اور اپنی عنصری فطرت پر فتح پا سکو گے۔

(دونوں غائب ہو جاتے ہیں)

تمثیل سُوم

منظر اوّل

کرۂ ارضی　　　جوار فردوس

(قابیل اور عادہ کا داخلہ)

عادہ

دیکھو آہستہ چلو قابیل!

قابیل

بہتر ہے۔ مگر کیوں؟

عادہ

دیکھتے نہیں سامنے صنوبر کے درخت کے تلے پتّوں پر ہمارا ننھّا حنوک سو رہا ہے۔

قابیل

صنوبر! کیسا تاریک، اور اُداس درخت ہے معلوم ہوتا ہے کہ جن چیزوں پر وہ سایہ کیے ہوئے ہے اُن کا ماتم کر رہا ہے۔ ہمارے بچّے کے لیے تم نے اس درخت کا سایہ کیوں پسند کیا؟

عادہ

اس لیے کہ اس کے گھنے ڈال پات سورج کی گرمی کو روکتے ہیں اور رات کا سماں پیدا کر دیتے ہیں۔ سونے کے لیے اس کا سایہ بہت موزوں تھا۔

قابیل

لیکن جب کوئی اور سایہ دار درخت نہ ملتا تو اس کے نیچے آنا چاہیے تھا۔ خیر! مجھے بچّہ کے پاس لے چلو۔

(دونوں بچہ کے قریب چلے جاتے ہیں)

کیسا پیارا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے رخسار اپنی مجسم معصومیت میں ان گلاب کی پنکھڑیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں جو زمین پر بکھری ہوئی ہیں۔

عادہ

اور اس کے ہونٹ دیکھو! کتنی خوبصورت ساخت ہے۔ دیکھو! اس کو چومو نہیں۔ ابھی نہ چومو۔ اس کے دوپہر کے آرام کا وقت ختم ہونے والا ہے اور وہ بہت جلد سو اٹھے گا۔ اگر درمیان میں اس کو چھیڑا گیا اور اس کے آرام میں خلل پڑا تو پھر مشکل ہوگی۔

قابیل

ٹھیک کہتی ہو۔ میں اس وقت تک انتظار کروں گا۔ وہ بے خبر سو رہا ہے اور سوتے میں مسکرا رہا ہے۔ اسی طرح سوتا رہ اور اسی طرح مسکراتا رہ۔ اس دنیا کے وارث! جو ابھی تیری ہی طرح کم عمر ہے تو سوتا رہ اور مسکراتا رہ یہ دن رات اور لمحے تیرے ہیں۔ ابھی تو شاد و خرم اور معصوم ہے اور یہ دنیا بھی تیری طرح معصوم ہے تو نے وہ ممنوع پھل نہیں توڑا تھا۔ تجھے کیا معلوم کہ تو ننگا ہے جب وقت آئے گا تو تجھے ان نامعلوم گناہوں کی سزا دی جائیگی جن کا ارتکاب نہ مجھ سے ہوگا نہ تجھ سے۔ لیکن اس وقت تو تو اپنی میٹھی

نیند سو! دیکھو اس کے رخسار مسکراتے مسکراتے زیادہ سرخ ہو گئے ہیں۔ اور اس کی پلکیں صنوبر کی طرح سیاہ اور گھنی ہیں۔ اور اس کی نیم باز آنکھیں سوتے میں مسکراتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے خواب دیکھ رہا ہے۔ لیکن کیا خواب دیکھتا ہوگا؟ غالباً فردوس کا خواب دیکھ رہا ہے۔ ہاں میرے محروم الارث بچے! اب فردوس خواب ہی ہے اس لیے کہ اب پھر کبھی مجھ کو یا تیری اولاد کو اس ممنوع دارالسرور میں رہنا سہنا نہیں نصیب ہوگا۔

عادہ

پیارے قابیل! اس طرح اس کے کان کے پاس گذری ہوئی باتوں پر اپنے اندوہناک خیالات کا زیر لب اظہار نہ کرو۔ آخر تم ہر وقت فردوس کی یاد میں جی کیوں کڑھایا کرتے ہو؟ کیا ہم دوسری فردوس نہیں بنا سکتے؟

قابیل

کہاں؟

عادہ

یہیں یا جہاں تم چاہو جہاں تم ہوتے ہو وہاں میں اس باغ عدن کی کمی بالکل نہیں محسوس کرتی جس کو یاد کر کے تم اس قدر رو دیا کرتے ہو۔ کیا میرے ساتھ تم نہیں ہو؟ کیا میرا بچہ، میرا بھائی، میری پیاری بہن قلہ میرے ماں باپ میرے ساتھ نہیں ہیں۔ پیدائش کے علاوہ ماں باپ کے ہم پر کتنے احسانات ہیں؟

قابیل

بیشک۔ اور موت بھی انھیں احسانات میں سے ہے۔

عادہ

قابیلؔ! اس سرکش فرشتے نے جو ابھی تم کو اپنے ساتھ لے گیا تھا تم کو اور بھی افسردہ خاطر کر دیا ہے مجھے امید تھی کہ جن عجیب و غریب چیزوں کو دکھانے کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور جن کو تم نے دیکھ بھی لیا ہے گذشتہ اور آئندہ دنیاؤں کے مناظر...... وہ علم کی آسودگی سے تم کو سکون قلب اور اطمینان نفس دیں گے۔ لیکن میں تو دیکھتی ہوں کہ تمہارے رہنما نے تم کو اور نقصان پہنچایا۔ پھر بھی میں اس کی شکر گزار ہوں۔ اور جو کچھ بھی اس نے کیا اس کو معاف کرنے کے لیے تیار رہوں اس لیے کہ وہ اتنا جلد تم کو پھر ہم لوگوں میں واپس لایا۔

قابیل

اتنا جلد؟

عادہ

تم کو گئے ہوئے ابھی مشکل سے دو گھنٹے ہوئے ہیں۔ میرے لیے البتہ یہ دو گھنٹے پہاڑ تھے۔ مگر ہوئے ہیں دو ہی گھنٹے۔

قابیل

اور اسی تھوڑے عرصہ میں سورج کے قریب تک ہو آیا اور ان دنیاؤں کو دیکھ آیا جن کو کبھی یہی سورج روشن رکھتا تھا۔ جو اب اس کی روشنی سے محروم ہیں اور تیرہ و تار پڑی ہیں۔ میں نے دنیاؤں کو بھی دیکھا ہے جن پر اب تک ہمارا سورج نہیں چمکا ہے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میرے سفر میں سالوں لگ گئے ہوں گے۔

عادہ

مشکل سے دو گھنٹے۔

قابیل

اس کے یہ معنی ہوئے کہ وقت کا پیمانہ خود ہمارا ذہن ہے جو خوشگوار اور ناخوشگوار، چھوٹی اور بڑی چیزوں کو دیکھ کر وقت کا اندازہ کرتا ہے۔ میں نے لامحدود ہستیوں کے بڑے بڑے غیر فانی کارنامے دیکھے۔ میں نے ان دنیاؤں کو دیکھا جو مٹ چکی ہیں۔ اور میرا خیال تھا کہ میں نے ابدیت کے بے پایاں سمندر کا مشاہدہ کر کے اس میں سے چند قطرے اور لے لیے ہیں۔ مگر اب تو میں پھر اپنی ہیچ مائیگی محسوس کرنے لگا۔ اس فرشتہ کا کہنا کتنا ٹھیک تھا۔ میری ہستی کوئی ہستی نہیں ہے۔

عادہ

اس نے یہ کیوں کہا؟ یہودا نے تو یہ نہیں کہا تھا۔

قابیل

ہاں نہیں کہا تھا۔ وہ ہماری ہستی کو حقیر اور بے مایہ بنا کر مطمئن ہے اس نے خاک کے پتلے کو ابدیت اور فردوس کی جھلک دکھلا کر کچھ عرصہ کے لیے اس کے اندر برتری اور شرافت کا احساس پیدا کر دیا لیکن آخر کار اس کو پھر خاک میں ملا دیا۔ یہ کس لیے؟

عادہ

تم کو معلوم ہے کہ یہ سب ہمارے ماں باپ کی غلط کاریوں کا نتیجہ ہے۔

قابیل

اس میں ہم لوگوں کا کیا قصور تھا؟ انھوں نے گناہ کیے وہ مریں۔

عادہ

یہ تمہاری زبان سے کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اور یہ تمہارا اپنا خیال نہیں ہو نہیں ہو سکتا۔ یہ تو اسی فرشتہ کی بتائی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے جو ابھی تمہارے ساتھ تھا۔ خیر! میں تو خود مرنے کے لیے خوشی سے تیار ہو جاؤں اگر میرا مرنا ان کے کام آ سکے۔ اور وہ اس طرح کچھ دن اور زندہ رہیں۔

قابیل

میں بھی یہی کہہ سکتا ہوں، اگر ایک شخص کی قربانی کے بعد زندگی کی تمام ناآسودگیاں دور ہو جائیں اور پھر یہ ہمارا گلاب کے پھول سا بچہ موت، محنت اور آلام سے ہمیشہ کے لیے نجات پا جائے اور اس کے بعد کی نسلوں کو یہ ترکہ نہ ملے۔

عادہ

کون کہہ سکتا ہے کہ آئندہ کبھی کوئی ایسا نہیں پیدا ہوگا جو بنی آدم کو ان کے تمام گناہوں کا اپنی ذات سے کفارہ ادا کر کے نجات دلا دے۔

قابیل

معصوم کو گنہگار کے لیے بھینٹ چڑھا کر؟ یہ بھی کوئی کفارہ ہوا؟ ہم معصوم ہیں۔ ہم نے کیا کیا ہے؟ ہم ایک ایسے گناہ کی سزا کیوں بھگتیں جو ہماری پیدائش سے پہلے سرزد ہو چکا ہو۔ اگر علم کی جستجو کو گناہ مان بھی لیا جائے تو بے گناہوں کے خون سے اس کا کفارہ ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

عادہ

ہائے افسوس! میرے قابیل! اب تم گناہ کر رہے ہو۔ تمہاری باتیں میرے کانوں کو کفر معلوم ہو رہی ہیں۔

قابیل

تو میرا ساتھ چھوڑ دو۔

عادہ

کبھی نہیں! چاہے تمہارا خدا تم کو چھوڑ دے۔

قابیل

یہ کیا ہے؟

عادہ

یہ دو قربان گاہیں ہیں جن کو ہمارے بھائی ہابیل نے تمہاری غیر حاضری میں بنایا۔ تاکہ جب تم لوٹ کر آؤ تو ان پر قربانیاں چڑھائی جائیں۔

قابیل

اور اس سے یہ کس نے کہا کہ میں اتنا جلد قربانیاں چڑھانے کے لیے تیار ہو جاؤں گا۔ وہ خود بڑے عاجزانہ تیور کے ساتھ اپنی قربانیاں چڑھاتا ہے اور اس کی خاکساری سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس پر عبودیت سے زیادہ ہراس کا جذبہ مسلط ہے اور وہ خالق کو رشوت دے رہا ہے۔

عادہ

اس نے بہت اچھا کیا۔

قابیل

ایک قربان گاہ کافی تھی۔ مجھے کوئی قربانی چڑھانا نہیں ہے۔

عادہ

ہماری دنیا کے میوے اور اوائل بہار کے پھول پھل ہمارے خداوند کے لیے بہترین قربانیاں ہیں۔ جن کو صدقِ دل اور خضوع وخشوع

کے ساتھ پیش کرنا چاہیے۔

قابیل

جو عذاب بنی آدم پر نازل کیا گیا ہے اس کی بدولت مجھے کیسی کیسی جاں فشانیاں کرنا پڑتی ہیں اور گرمی اور دھوپ سے اپنا خون کھولا کر پیٹ پالنے کے لیے کس کس طرح زمین پھاڑنا پڑتی ہے؟ کیا اس قدر کافی نہیں ہے؟ میں بندگی کیوں کروں؟ اس لیے کہ اپنی روٹی کے لیے مجھے قدرت سے جنگ کرنا پڑتی ہے؟ میں شکر کیوں بجالاؤں؟ اس لیے کہ میں خاک ہوں اور خاک ہونے تک مجھے خاک چھاننا ہوگا؟ اگر میں کچھ نہیں ہوں تو ریاکاری بھی مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ اور میں ان آلام و مصائب پر جھوٹی خوشی اور تسلیم و رضا کا اظہار نہیں کر سکتا میں پشیمان کاہے کے لیے ہوں؟ اپنے باپ کے گناہ کے لیے؟ اس گناہ کا کفارہ تو ہم لوگوں نے اپنی مصیبتوں سے ادا کر دیا اور ابھی آنے والے دور میں ہماری اولاد ادا کریں گی۔ آہ! ہمارا یہ ننھا نورس بچہ جو اس وقت میٹھی نیند سو رہا ہے کیا جانے کہ اس کے اندر بیشمار نسلوں کے لیے مصیبت و ابتلا کے کتنے جراثیم پرورش پا رہے ہیں! اس کو زندہ چھوڑنے سے تو کہیں زیادہ یہ بہتر ہے کہ سوتے میں اس کو اٹھا لے جاؤں چٹانوں پر پٹک کر چکنا چور کر دوں۔

عادہ

یا میرے اللہ! خبردار بچہ کو ہاتھ نہ لگانا میرا بچہ — قابیل یہ تمہارا اپنا خون ہے۔

قابیل

ڈرو نہیں۔ ان ستاروں کی قسم اور اس قوت کی قسم جو ان ستاروں

پر حکومت کرتی ہے۔ میں بچہ کا صرف پیار کروں گا اور اُس کو کسی قسم کا صدمہ نہیں پہونچاؤں گا۔

عادہ

پھر تم ایسی خوفناک باتیں کیوں کر رہے ہو؟

قابیل

میں نے تو یونہی کہا تھا کہ زندگی میں اتنی مصیبتیں اور ناآسودگیاں بڑھانے اور آئندہ نسلوں کو بھی یہی ترکہ دینے سے کہیں زیادہ بہتر یہ تھا کہ اس کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن چونکہ میرا یہ کہنا تم کو شاق گزر رہا ہے اس لیے اب میں یہ کہوں گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ یہ پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔

عادہ

یہ نہ کہو۔ اگر یہ پیدا نہ ہوتا تو آج ماں کی خوشیاں اس کی نگرانی اور پرورش کی شادمانیاں، اس کی مامتا یہ سب لذتیں بھی معدوم ہوتیں۔ چپ! دیکھو وہ اٹھ رہا ہے۔ پیارے حنوک! (بچہ کے پاس جاتی ہے) دیکھو قابیل! کیسا موٹا تازہ تندرست اور شگفتہ و شاداب ہے۔ کیسا ہنس مکھ اور خوبصورت ہے۔ مجھ سے اور تم سے کس قدر ملتا جلتا ہے۔ جب تم ہوش و حواس میں رہتے ہو تو ہو بہو ایسے ہی بھولے بھالے معلوم ہوتے ہو، ہے کہ نہیں قابیل؟ ماں، باپ اور بیٹے سب کی صورتیں ایک دوسرے سے کس قدر مشابہ ہیں۔ ایک کی صورت میں دوسرے کی جھلک موجود ہے جس طرح کہ صاف و شفاف پانی میں تمہاری صورت جھلکتی ہے جبکہ تم آشفتہ و پریشان نہیں ہوتے۔ اور جبکہ پانی بھی تھما ہوا ہوتا ہے۔ پھر قابیل! کیا وجہ کہ ہم ہنسی خوشی ایک دوسرے کو نہ چاہیں۔ ہم دونوں کے خیال سے تم اپنی بھی محبت کرو۔ دیکھو

حنوک کیسا ہنس رہا ہے اور اپنا ہاتھ پھیلا کر تم کو کس پیار کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ اپنے باپ کو بلا رہا ہے۔ اس کی رگ رگ جوش محبت سے پھڑک رہی ہے۔ اس وقت مصیبتوں کا ذکر نہ کرو۔ کروبی اولاد کی محبت سے محروم ہیں اور اس لحاظ سے تم پر اگر وہ رشک کریں تو بجا ہے۔ آؤ قابیل اس کا پیار کرو اور اس کو دعائیں دو۔ ابھی وہ بے زبان ہے اور تمہارا شکریہ نہیں ادا کر سکتا۔ لیکن اس کا دل تمہارا شکر گزار ہوگا اور تمہارا دل بھی خوش ہوگا۔

قابیل

معصوم بچے تجھے خرمی نصیب ہو۔ اگر ایک فانی کی دعا سے تیرا کچھ بھلا ہو سکتا ہے تو میری یہ دعا ہے کہ تو سانپ کی لعنت سے بچا رہے۔

عادہ

اور وہ بچا رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ باپ کی دعا ایک کیڑے کی لائی ہوئی شامت کو رد کر سکتی ہے۔

قابیل

مجھے اس میں شک ہے۔ بہرحال میری دعائیں بچہ کے ساتھ ہیں۔

عادہ

ہمارا بھائی آ رہا ہے۔

قابیل

ہاں تمہارا بھائی آ رہا ہے۔

(ہابیل کا داخلہ)

ہابیل

قابیل! سلام۔ خدا کی رحمت تم پر۔

قابیل

آؤ ہابیل!

ہابیل

ہماری بہن ابھی کہہ رہی تھی کہ تم کسی فرشتہ کے ساتھ ہماری سرحد سے بہت دور عالم بالا کی سیر کرتے رہے ہو کیا وہ انھیں قدسیوں میں سے ہے۔ جو ہمارے باپ کی طرح ہیں اور جن سے ہم اکثر باتیں کر چکے ہیں۔

قابیل

نہیں۔

ہابیل

پھر اس سے کیوں ملتے ہو؟ ممکن ہے وہ خدا سے دشمنی رکھتا ہو۔

قابیل

مگر وہ انسان کا ہمدرد ہے۔ اگر تم اس کو خدا کا دشمن سمجھتے ہو تو کیا خدا انسان کا دوست ہے؟

ہابیل

دشمن سمجھتے ہو؟ بھائی تمہاری باتیں آج غیر معمولی ہیں۔ بہن عادہ! اب تم تھوڑی دیر کے لیے چلی جاؤ۔ ہم کو قربانیاں چڑھانا ہے۔

عادہ

خدا حافظ! قابیل۔ لیکن پہلے اپنے بچہ کا پیار تو کر لو۔ خدا کرے کہ اس کی معصوم روح اور ہابیل کی دیندارانہ قربانیاں تمہاری روح کو سکون اور تقدس سے معمور کریں۔

(عادہ بچہ کو لے کر چلی جاتی ہے)

ہابیل

تم کہاں پھرتے رہے ہو؟

قابیل

مجھے خود نہیں معلوم۔

ہابیل

اور تم نے دیکھا کیا؟

قابیل

مردہ چیزیں، غیر فانی اور لامحدود ہستیاں فضائے بسیط کے جلیل القدر اسرار، بے شمار دنیائیں جن میں سے بعض کا دور گزر چکا ہے اور بعض اب بھی موجود ہیں۔ غرض کہ حیرت انگیز چیزوں کا ایک لامتناہی سلسلہ میری نظر سے گزرا ہے سیکڑوں سورج ہزارہا چاند اور کرے جو اپنی اپنی فضا میں چکّر لگا رہے تھے اور بلند آواز کے ساتھ گرج رہے تھے۔ میں نے جو کچھ سنا ہے اور جو کچھ دیکھا ہے اس نے مجھے اس قابل نہیں رکھا ہے کہ میں فانیوں سے باتیں کر سکوں۔ ہابیل مجھے تنہا چھوڑ دو۔

ہابیل

تمہاری آنکھوں میں اس وقت ایک غیر فطری چمک ہے۔ تمہارے رخسار پر ایک غیر معمولی رنگ ہے۔ تمہاری آواز آج غیر مانوس معلوم ہوتی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

قابیل

اس کا مطلب؟ میں التجا کرتا ہوں کہ اس وقت مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔

ہابیل

جب تک ہم اپنی عبادت نہیں کرلیں گے اور ساتھ دونوں قربانیاں نہیں چڑھالیں گے میں تم کو چھوڑ نہیں سکتا۔

قابیل

ہابیل میرا کہنا مانو اور میرا پیچھا چھوڑ دو۔ جاؤ اکیلے اپنی قربانی چڑھاؤ یہوآہ تم کو مانتا ہے۔

ہابیل

میرا خیال ہے کہ ہم دونوں کو مانتا ہے۔

قابیل

لیکن تم کو زیادہ مانتا ہے۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔ اور میرے مقابلہ میں تم میں اس کی عبادت کرنے کی قابلیت زیادہ ہے۔ تم جاؤ اور اس کے نام کی تسبیح اکیلے پڑھو۔ کم سے کم مجھے ساتھ نہ رکھو۔

ہابیل

تم میرے بڑے بھائی ہو۔ اور اگر میں تمہارا احترام نہ کروں اور عبادت میں تم کو اپنا امام بنا کر آگے نہ رکھوں تو میں اپنے باپ کا سعادت مند بیٹا نہیں سمجھا جا سکتا۔ تمہارا کام ہماری پیشوائی ہے۔

قابیل

لیکن میں نے اپنی بزرگی اور امامت کا حق کبھی نہیں جتایا۔

ہابیل

اس کا مجھے اور بھی رنج ہے۔ میں التجا کرتا ہوں کہ اب سے تم ہماری امامت کرو۔ تمہاری روح کسی زبردست دھوکے میں مبتلا ہے اور بے چین

ہے۔ عبادت سے تم کو سکون ملے گا۔

قابیل

نہیں مجھے کوئی چیز سکون نہیں دے سکتی۔ سکون! کبھی نہیں۔ میں کائنات اور کائنات کے تمام عناصر میں سکون پاتا ہوں لیکن میری روح کو کبھی سکون نہیں ملا۔ میرے اچھے ہابیل! مجھے چھوڑ دو۔ ورنہ میں تم کو عبادت کے لیے چھوڑ جاتا ہوں۔

ہابیل

یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہم دونوں کو ساتھ عبادت کرنا چاہیے۔

قابیل

اگر مجھے ساتھ عبادت کرنا چاہیے تو یہ بتاؤ کہ اس کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیے۔

ہابیل

ان میں سے ایک قربان گاہ اپنے لیے پسند کر لو۔

قابیل

تمہیں میرے لیے پسند کرو۔ میری نگاہ میں تو سوا ابھرا اور گا اس کے یہ قربان گاہیں کچھ ہیں نہیں۔

ہابیل

نہیں تمہیں پسند کر لو۔

قابیل

اچھا پسند کر لیا۔

ہابیل

تم نے ٹھیک پسند کیا۔ یہ زیادہ اونچی ہے اور چونکہ تم بڑے ہو،

اس لیے تمہارے لیے موزوں ہے۔ اب اپنی بھینٹ تیار کرو۔

قابیل

تمہاری بھینٹ کہاں ہے؟

ہابیل

یہ دیکھو۔ ایک گلہ بان کی قربانی سوا بھیڑ بکری کے اور کیا ہو سکتی ہے؟ ہاں یہ میمنے پہلوٹی کے ہیں اس لیے موٹے تازے ہیں۔

قابیل

میرے پاس کوئی گلہ نہیں۔ میں کاشتکار ہوں اور زمین سے جو کچھ ملتا ہے اسی میں سے میں اپنی قربانیاں بھی چڑھاؤں گا۔ یعنے غلّے اور پھل (پھل وغیرہ جمع کرتا ہے) دیکھو کیسے رنگ برنگ کے پھل ہیں اور کیسے پک گئے ہیں۔

(دونوں اپنی اپنی بھینٹ پر چڑھا دیتے ہیں اور قربانگاہوں کے گرد آگ روشن کر دیتے ہیں)

ہابیل

بھائی تم بڑے ہو اس لیے قربانی کے ساتھ اپنی عبادت بھی تم پہلے کرو۔

قابیل

نہیں۔ یہ میرے لیے بالکل نئی چیز ہے۔ تم ابتدا کرو۔ مجھ سے جہانتک ہو سکے گا تمہاری تقلید کروں گا۔

ہابیل

جھک کر) اے خدا! جس نے ہم سب کو بنایا اور جس نے ہمارے اندر جان ڈالی، جس نے باوجود اس گناہ کے جو ہمارے باپ سے سرزد ہوا ہم کو معاف کر دیا۔ اگر انصاف کے ساتھ ساتھ تجھ میں رحم بھی نہ ہوتا تو آج

آج آدم کی ساری نسل ڈوب چکی ہوتی۔ ہمارے گناہ کے مقابلہ میں تیرا عفو بجائے خود فردوس سے کم نہیں۔ اے جمال و جلال کے مالک، اے ازل و ابد کے حاکم جس سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوتی۔ اور اگر ہوتی ہے تو اس میں بھی تیری قدرت کاملہ کی کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ اگر تو نہ ہوتا تو آج دنیا میں سوائے گناہوں کے اور کچھ نہ ہوتا۔ اے قادر مطلق جس کی قدرت کے اسرار انسان کی سمجھ سے باہر ہیں مگر جس کی مصلحتوں کے آگے سر جھکا دینا ہمارا فرض ہے۔ ہماری قربانیوں کو قبول کر۔ یہ قربانیاں تیرے منہ لائق نہیں ہیں پھر بھی اپنے بندے کی طرف سے ان کو قبول کر لے۔ تیرا بندہ تیری بارگاہِ عالی میں ان کو لے کر حاضر ہوا ہے اور تیرے نام پر سر بسجود ہو کر چڑھاتا ہے۔

قابیل

(قابیل جو ابتک سیدھا کھڑا ہے) اے قادر مطلق ہستی جس کا ہر کام خیر و مصلحت پر مبنی بتایا جاتا ہے۔ اے تو جو آسمان پر خدا کہلاتا ہے اور زمین پر یہوواہ اور بہت ممکن ہے۔ تیرے اور نام بھی ہوں اِس لیے کہ تیرے صفات بھی تیرے جلوؤں کی طرح لامحدود ہیں۔ اگر تو عبادت سے راضی ہو سکتا ہے تو یہ عبادتیں قبول کر۔ اگر تو قربان گاہوں کے ذریعے سے خوش کیا جا سکتا ہے تو یہ قربانیاں حاضر ہیں۔ دو شخصوں نے یہاں تیرے لیے قربان گاہیں تیار کی ہیں۔ اگر تجھ کو خون مرغوب ہے تو تیرے لیے میرے داہنے جانب ایک چروا ہے کی قربان گاہ ہے جس پر ایک زندہ میمنہ ذبح کر کے چڑھایا گیا ہے۔ جس کے ٹکڑوں سے ابھی خون ٹپک رہا ہے اور جس کا خوشبودار دھواں آسمان تک پہونچ رہا ہے اور اگر تجھ کو تر و تازہ میٹھے پھل پسند ہیں تو میں نے ان کو تیرے لیے سبز و شاداب

اور صاف ستھری گھاس پر سورج کی روشنی میں پھیلا دیا ہے۔ یہ قربانیاں ایسی ہیں جن کے لیے کسی کی جان کو نقصان نہیں پہنچایا گیا ہے۔ اور اگر تجھ کو کوئی ایسی قربان گاہ درکار ہے جو خون سے بالکل پاک ہو اور جس پر کسی جاندار کی قربانی نہ کی گئی ہو تو وہ حاضر ہے۔ اور قربانی چڑھانے والا بھی تیرے سامنے ہے۔ تو نے اس کو جیسا بنایا وہ بن گیا۔ اور اب وہ تجھ سے کوئی ایسی چیز نہیں مانگتا جس کے لیے دعا یا قربانی کی ضرورت ہو۔ اگر تو اس کو گنہگار سمجھتا ہے تو اس کو اپنی مار کی سزا دے۔ تو قادر مطلق ہے تیرا مقابلہ کون کر سکتا ہے اور اگر تو نیک اور معصوم سمجھتا ہے تو بھی تجھے اختیار ہے جزا دے یا سزا۔ تیری مرضی سے الگ ہو کر خیر و شر کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اور میں چونکہ قادر مطلق نہیں ہوں اس لیے مجھے علم بھی نہیں کہ خیر کیا ہے اور شر کیا ہے اور میرا کام تیری قدرتِ کاملہ پر نکتہ چینی کرنا نہیں ہے، بلکہ تیری مرضی کے آگے سر جھکانا ہے جیسا کہ ابتک میں سر جھکاتا رہا ہوں۔

(ہابیل کی قربان گاہ کی آگ شعلہ زن ہو کر بلند ہوتی ہے اور ایک آتشیں ستون بن کر آسمان پر پہونچ جاتی ہے۔ مگر قابیل کی قربان گاہ کو ہوا کا ایک تیز و تند جھونکا آ کر الٹ دیتا ہے اور اس کے پھل پھول کو زمین پر بکھیر کر رکھ دیتا ہے)

ہابیل

(جھک کر، بھائی توبہ! یہوواہ تم پر غضبناک ہے۔

قابیل

کیوں؟

ہابیل

تمہارے پھل زمین پر بکھرے ہوئے ہیں۔

قابیل

وہ مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ مٹی میں مل جانے دو۔ اس طرح ان کے بیج سے آئندہ بہار کی فصل میں پھر تازہ پھل پیدا ہوں گے۔ تمہاری گوشت اور خون کی قربانی زیادہ بار آور ہوئی۔ دیکھو آسمان ان شعلوں کو کیسا چاٹ رہا ہے جو جلے ہوئے خون سے بلند ہو رہے ہیں۔

ہابیل

میری قربانی مقبول ہوئی یا نہیں؟ اس وقت اس بحث کو جانے دو۔ اور تم پھر قربانی کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا وقت ہاتھ سے نکل جائے۔

قابیل

اب میں کبھی کوئی قربانگاہ نہیں بناؤں گا اور نہ..................

ہابیل

اس کے کیا معنی ہیں؟

قابیل

میں اس قربانگاہ کو بھی مٹا دوں گا جو اس وقت بادلوں کی خوشامد کر رہا ہے۔ بادل تمہاری بے معنی دعاؤں کا خیر مقدم کر رہے ہیں۔ میں تمہاری قربان گاہ بھی مسمار کر دوں گا جس پر معصوم بھیڑ اور بکری کے پیارے بچوں کو خون میں نہلا کر چڑھایا جاتا ہے۔

ہابیل

(مقابلہ کے لیے تیار ہو کر) تم یہ نہیں کر سکتے۔ ابھی تک تم زبان سے کفر بکتے رہے۔ اب عملاً اپنے کو گنہگار کیوں کرتے ہو؟ میری قربان گاہ کو

قائم رہنے دو جس کو یہوواہ نے اپنی خوشی سے مقدس بنا دیا ہے۔

قابیل

یہوواہ! یہوواہ کی خوشی! جلے بھنے گوشت اور خون سے خوشی! اس خوشی کو اس تکلیف سے کیا نسبت جو اپنے بچوں سے بچھڑی ہوئی ماؤں کو ہو رہی ہوگی وہ اب تک اپنے بچوں کے غم میں تڑپ رہی ہونگی۔ یہوواہ کی خوشی کے آگے ان مظلوم جانوروں کی تکلیف کا کس کو خیال جن کو تمہاری عبادت گزار چھری نے ذبح کر ڈالا۔ ہٹو سامنے سے۔ میں اس خونیں یادگار کو قائم نہیں رہنے دوں گا جو خلقت کے لیے باعثِ ننگ و عار ہے۔

ہابیل

بھائی کہنا مانو۔ میری قربان گاہ کو ہاتھ لگا کر غارت نہ کرو۔ ہاں اگر یہ چاہو کہ تم اس کو اپنی قربان گاہ بنا کر اس پہ دوسری قربانی چڑھاؤ تو تو یہ تمہاری ہے۔

قابیل

دوسری قربانی! ہٹو نہیں تو.........

ہابیل

کیا مطلب؟

قابیل

ہٹ جاؤ۔ تمہارا خدا خون کا پیاسا ہے۔ ذرا خبردار ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اور خون طلب کرے۔

ہابیل

میں اس کی راہ میں تمہارے اور اس قربان گاہ کے درمیان حائل

رہوں گا جس کو وہ قبول کر کے مشرف کر چکا ہے۔

قابیل

اگر تم کو اپنی جان عزیز ہے تو جہاں ہو وہیں کھڑے رہو۔ تاوقتیکہ میں اس گھاس اور مٹی کو مسمار کر کے برابر نہ کر دوں۔

ہابیل

(مقابلہ پر تلا ہوا) مجھے خدا اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے (قابیل قربان گاہ سے جھپٹ کر ایک لکڑی اٹھا لیتا ہے اور ہابیل کو مارتا ہے)

قابیل

پھر اپنی جان بھی خدا کے سپرد کر دو۔ اس لیے کہ وہ جانوں کا طلبگار ہے۔

ہابیل

(زمین پر گر پڑتا ہے) میرے بھائی! یہ تم نے کیا کیا؟

قابیل

بھائی۔

ہابیل

اے خدا، اپنے بندے کو اپنے سایہ میں لے لے۔ اور اس کے قاتل کو معاف کر دے، اس لیے کہ وہ اپنے حواس میں نہیں تھا اور نہیں جانتا کہ اس نے یہ کیا کیا۔ قابیل! اپنا ہاتھ مجھے دو اور میری بدنصیب ذلہ سے کہو۔

قابیل

(تھوڑی دیر حیرت و سکوت میں رہنے کے بعد) اپنا ہاتھ! میرا ہاتھ!

تو سُرخ ہے۔ کس چیز کا رنگ ہے؟

(دیر تک چپ کھڑا اِدھر اُدھر دیکھتا رہتا ہے)

میں اکیلا کیوں ہوں؟ میں کہاں؟ ہابیل کہاں ہے؟ قابیل! کہاں ہے؟ کیا میں ہی ہابیل ہوں؟ ہابیل اٹھو۔ تم اس طرح گھاس کے فرش پر کیوں پڑے ہوئے ہو؟ یہ تو سونے کا وقت نہیں ہے۔ تم اس قدر زرد کیوں ہو رہے ہو؟ ابھی آج صبح تم سُرخ و سپید اور تمہاری رگ رگ میں زندگی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ ہابیل! میں ہاتھ جوڑتا ہوں! اب زیادہ مجھ کو نہ دق کرو۔ میں نے تم کو طیش میں آکر مار دیا۔ لیکن میری نیت تم کو ہلاک کرنے کی نہیں تھی۔ آہ! تم میرے مقابلہ پر کیوں تلے ہوئے تھے؟ تم صرف مجھے ڈرا رہے ہو اور دق کر رہے ہو۔ میری مار معمولی مار سے زیادہ نہیں تھی۔ کچھ تو جنبش کرو۔ کچھ تو سانس لو۔ ہاں اب ٹھیک ہے۔ تم سانس لے رہے ہو مجھے اپنے منھ کی بھاپ دو۔ یا اللہ! یا اللہ!

ہابیل

(بہت آہستہ سے) یہ کون ہے جو اب اللہ کا نام لے رہا ہے؟

قابیل

تمہارا قاتل!۔

ہابیل

خدا! تو اس کو معاف کر دے۔ قابیل! بدنصیب ذلّہ کی دلجوئی اور تسلّی کرتے رہنا۔ اب اس کا ایک ہی بھائی رہ گیا ہے۔

قابیل

اور اب میرا کوئی بھائی نہیں۔ مجھ سے میرے بھائی کو کس نے چھین لیا؟

اس کی آنکھیں تو کھلی ہوئی ہیں۔ وہ مرا نہیں۔ یہ موت بھی خواب کی طرح ہوتی ہے۔ اور خواب میں آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ اس کا منہ بھی کھلا ہوا ہے۔ تو وہ سانس بھی لے رہا ہوگا۔ مگر مجھے اس کی سانس محسوس نہیں ہوتی اور اس کا دل! حرکت کرتا ہوگا۔ دیکھوں! نہیں۔ یہ سب خواب ہے۔ یا پھر میں کسی ایسی دنیا میں پہنچ گیا ہوں جو اگلی دنیا سے بھی زیادہ خراب اور گندی ہے۔ میرے سامنے زمین گھوم رہی ہے۔ یہ کیا ہے؟ یہ تو بھیگی ہوئی ہے (اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر دیکھتا ہے) لیکن اوس تو نہیں گر رہی ہے۔ یہ خون ہے۔ میرا اور میرے بھائی کا خون ہے اور اس خون کو میں نے بہایا ہے۔ تو اب پھر مجھے زندگی سے کیا سروکار اس لیے کہ میں نے خود اپنے خون اور گوشت کو زندگی سے محروم کر دیا۔ لیکن وہ مر نہیں سکتا۔ کیا سکوت موت ہے؟ نہیں وہ ابھی اٹھ بیٹھے گا۔ مجھے اس کو دیکھتے رہنا چاہیے۔ زندگی ایسی بے اصل و بے بود چیز نہیں ہو سکتی کہ وہ ذرا سی بات میں یوں فنا ہو جائے وہ ابھی مجھ سے کچھ کہہ رہا تھا۔ میں اس کا جواب کیا دوں؟ میرے بھائی! نہیں۔ وہ اس نام سے اب نہیں بولے گا۔ بھائی بھائی کو مارتا نہیں۔ تاہم بولو! کچھ تو بولو! ایک بار اور تم اپنی دھیمی اور پیاری آواز سنا دو تاکہ میں خود اپنی آواز سننے کا متحمل ہو سکوں۔

(ذلّہ کا داخلہ)

ذلّہ

میں نے ابھی کسی چیز کے گرنے کی آواز سُنی تھی۔ یہ کس چیز کی آواز ہو سکتی ہے۔ یہ تو قابیل ہے۔ وہ میرے شوہر کی نگہبانی کر رہا ہے۔ بھائی تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کیا وہ سو رہا ہے؟ لیکن وہ اتنا زرد کیوں ہے؟ اور یہ سامنے

بہہ، کیا رہا ہے؟ یہ خون تو ہو نہیں سکتا۔ اس لیے کہ خون بہانیوالا یہاں کون ہے؟ ہابیل! یہ کیا؟ یہ کس کا کام ہے؟ وہ حرکت کیوں نہیں کرتا؟ سانس کیوں نہیں لیتا؟ اور اس کے ہاتھ پتھر کی طرح بے دم ہیں آہ! ظالم قابیل! تم نے اس کو دوڑ کر اس مصیبت سے بچا کیوں نہیں لیا؟ جس کسی نے اس پر حملہ کیا ہو تم اس قدر جری اور طاقتور ہو۔ اور درمیان میں حائل ہو کر اس کو بچا سکتے تھے۔ باپ! حوا! عادہ! دوڑو۔ موت ہماری دنیا میں پہنچ گئی۔

(روتی پیٹتی اور ماں باپ کو پکارتی چلی جاتی ہے)

قابیل

(تنہا) اور موت کو لایا کون؟ میں! جس کو موت سے اتنی نفرت تھی کہ اس کے خیال سے زندگی تلخ ہو رہی تھی۔ میں نے اس کو جانا بھی نہیں تھا اور اس کے نام ہی سے گھبرایا رہتا تھا۔ اب میں خود اس کو لے آیا ہوں اور اپنے بھائی کو اس کی ظالم گود میں دے دیا ہے۔ اگر میں موت کو نہ لاتا تو کیا وہ خود آ کر اپنا ظالمانہ حق نہیں جتا لیتی؟ اب میں اپنے ہوش میں ہوں ایک ڈراؤنے خواب نے مجھے مخبوط کر دیا تھا۔ اب وہ کبھی نہیں اُٹھ سکتا۔

(آدم، حوّا، عادہ، اور ذلہ کا داخلہ)

آدم

ذلّہ کے رونے اور چلانے کی آواز سن کر میں آ رہا ہوں۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ کیا یہ سچ ہے؟ بیٹا! آہ میرا پیارا ہابیل! حوّا دیکھو یہ سب اسی سانپ کا کیا دھرا ہے، اور تمہارا۔

حوّا

اس قسم کی باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ سانپ کا زہر میرے دل کے اندر ہے۔ میرے پیارے ہابیل! یہواہ! ماں کے گناہ ایسے تو نہ تھے جسکی عقوبت میں اس کے بچہ کو اس سے چھین لیا جاتا۔

آدم

یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟ قابیل بولو، تم تو اسی جگہ موجود تھے، کیا یہاں کوئی باغی اور شریر فرشتہ آیا تھا، جو خدا سے منحرف ہوگیا ہے؟ یا جنگل کا کوئی وحشی درندہ تھا؟

حوّا

گرجتے ہوئے بادلوں سے یہ کیسی تیز روشنی نکل رہی ہے؟ یہ سامنے جو لکڑی کا بھاری ٹکڑا پڑا ہوا ہے وہ دھوئیں سے زیادہ سیاہ ہے اور خون سے سُرخ۔

آدم

بیٹا بولو، اور ہمیں اطمینان دلاؤ کہ ہماری شامت میں اضافہ تو نہیں ہوا ہے؟

عادہ

قابیل بولو اور کہو کہ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔

حوّا

یقیناً یہ اسی کا کام تھا۔ میں سمجھ گئی۔ وہ مجرموں کی طرح سر جھکائے ہوئے ہے۔ اور اپنی خوفناک آنکھوں کو خون میں ڈوبے ہوئے ہاتھوں سے چھپائے ہوئے ہے۔

عادہ

ماں! تم اس کے ساتھ بے انصافی کر رہی ہو۔ قابیل میرے ماں باپ مارے صدمے کے تم پر جو الزام لگا رہے ہیں اس سے تم اپنے کو بری ثابت کر دو۔

حوّا

یہواہ سُن! اس پر سانپ کا لایا ہوا تمام عذاب نازل ہو۔ اس کو ہمارے پیٹ سے نہیں بلکہ اُسی سانپ کے پیٹ سے پیدا ہونا چاہیے تھا۔ خدا کرے اس کی ساری زندگی تلخ اور اندوہناک رہے۔ خدا کرے......

عادہ

بس کرو۔ ماں اس کو یوں نہ کوسو۔ آخر وہ بھی تمہارا خون ہے۔ اس کو نہ کوسو۔ وہ بھی میرا بھائی ہے اور میرا شوہر۔

حوا

اس نے تمہارے بھائی، ذلّہ کے شوہر اور میرے لڑکے کو مار ڈالا۔ میں اس کو اسی طرح کوسوں گی۔ اور اب مجھ کو اس سے کوئی لگاؤ باقی نہیں جس طرح اس کو اپنے بھائی سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ اے موت! تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں لیا۔ دنیا میں تجھ کو لانے والی میں ہوں، اب تو میرا بھی خاتمہ کر دے۔

آدم

حوّا! اپنے غم کو حد سے نہ بڑھنے دو اور کفر کو راہ نہ دو۔ اب سے بہت پہلے ہماری قسمت کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ اور یہ اس کی ابتدا ہے۔ ہم کو اس طرح اپنی مصیبتوں کو برداشت کرنا چاہیے کہ خدا کو یہ نہ معلوم ہو کہ ہم راضی بہ رضا بندے نہیں ہیں۔ اور اس کی مشیت سے برگشتہ

ہو رہے ہیں۔

حوا

(قابیل کی طرف اشارہ کر کے) اس کی مشیت! اس ملک الموت کی مشیت! جس کو دنیا میں، میں لائی۔ تاکہ دنیا میں موت پھیل جائے۔ زندگی کی تمام لعنتیں اور تمام عقوبتیں اس پر نازل ہوں اور اپنے دکھ سے مجبور ہو کر وہ خاک چھانتا پھرے جس طرح فردوس سے نکل کر ہم لوگ مارے مارے پھر رہے ہیں اور اس کی اولاد بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کرے جو اس نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا۔ خدا کرے کہ فرشتے اپنے پروں اور اپنی تلواروں کے ساتھ دن رات اس کا تعاقب کریں، خدا کرے قدم قدم پر اس کے راستے میں سانپ حائل ہوں۔ دنیا کا ہر پھل اس کے منہ میں راکھ معلوم ہو۔ خدا کرے اس کے پتوں کے بستر پر جس پر وہ سوتا ہے، بچھو رینگتے پھریں۔ جب وہ سوئے تو مقتول کا خواب دیکھے اور اس طرح اس کی نیند حرام ہو جائے، اور جاگتے میں اس کو ہر وقت موت کا ڈر لگا رہے۔ خدا کرے کہ جب وہ جھک کر دریا سے پانی پینا چاہے تو پانی خون ہو جائے۔ خدا کرے کہ دنیا کی ہر چیز اس سے پناہ مانگے اور اس کے سامنے اپنی ماہیت بدل دے۔ خدا کرے کہ جس عذاب میں دوسرے مر جاتے ہیں اس میں وہ ہمیشہ زندہ رہے جس شخص نے موت سے انسان کو آشنا کیا اس کے لیے موت کچھ اور سخت اور دشوار ہو جائے۔ آج سے قابیل کے معنی بھائی کے قاتل کے ہیں۔ اور آنے والی لاکھوں نسلیں تیرے نام پر لعنت بھیجیں گی، چاہے تو ان کا مورث اعلیٰ ہی کیوں نہ ہو۔ خدا کرے کہ جہاں تیرے قدم پڑیں وہاں کی

گھاس جل کر راکھ ہو جائے، جنگل تجھ کو پناہ نہ دیں۔ زمین پر گھر نہ نصیب ہو، مٹی کے نیچے لحد نہ میسّر ہو۔ سورج اپنی روشنی سے تجھ کو محروم رکھے۔ اور آسمان اپنے خدا کی پناہ نہ دے۔

(حوّا چلی جاتی ہے)

آدم

قابیل! اب تم نکل جاؤ۔ اب تم ساتھ نہیں رہ سکتے۔ بس چلے جاؤ اور اس لاش کو میرے لیے چھوڑ دو۔ جاؤ اور جہاں جی چاہے رہو۔ اب پھر ہم کو اپنی صورت نہ دکھانا۔

عادہ

باپ! اس سے اس طرح نہ جدا ہو۔ حوّا کی بددعاؤں میں اپنی بددعا کا اضافہ نہ کرو۔

آدم

میں اس کو کوستا نہیں۔ اس کی روح خود اس کو کوسے گی — ذلّہ! اِدھر آؤ۔

ذلّہ

مجھے اپنے شوہر کی لاش کے پاس رہنا چاہیے۔

آدم

جب اس ہیبت ناک منظر کا بانی یہاں سے چلا جائے تو ہم پھر یہاں آجائیں گے۔ اس وقت چلی جاؤ۔

ذلّہ

لیکن اس زرد مٹی کے ڈھانچے اور ان سرد سرد ہونٹوں کو جو کبھی

گرم مجھے ایک بار چوم لوں۔ آہ! میرے دل و جان کے مالک!۔

(آدم اور زولہ چلے جاتے ہیں)

عادہ

قابیل! تم نے سن لیا۔ ہم کو اب یہاں سے نکل جانا ہے۔ میں تیار ہوں۔ میرے لڑکے بھی تیار ہیں۔ میں حنوک کو لیے رہوں گی اور تم اس کی بہن کو غروب آفتاب سے پہلے آؤ نکل چلیں۔ ورنہ سنسان جنگلوں کو رات کے سنّاٹے اور اندھیرے میں طے کرنا پڑے گا۔ نہیں۔ مجھ سے بولو۔ میں تمہاری وفادار لونڈی ہوں۔

قابیل

میرا ساتھ چھوڑ دو۔

عادہ

کیوں سب نے تم کو چھوڑ دیا ہے۔

قابیل

اور تم کیوں میرے ساتھ لگی ہوئی ہو، کیا تم کو اس کے ساتھ رہتے ہوئے ڈر نہیں معلوم ہوتا، جس نے ایسا بھیانک جرم کیا ہو؟

عادہ

مجھے سوا تمہاری جدائی کے اور کسی چیز سے ڈر نہیں معلوم ہوتا۔ اگرچہ تم نے جو کچھ کیا ہے جس کی بدولت تم بھائی سے محروم ہو گئے اس کے خیال سے بھی تھرّا اُٹھتی ہوں۔ لیکن مجھے اس کا ذکر نہ کرنا چاہیئے۔ یہ تمہارے اور خدائے برتر کے درمیان کا معاملہ ہے۔

(اندر سے ایک آواز "قابیل! قابیل!" پکارتی ہے)

عادہ

تم اس آواز کو سُن رہے ہو؟

آواز

قابیل! قابیل!!

عادہ

یہ تو کسی فرشتے کی آواز معلوم ہوتی ہے۔

(خدا کا فرشتہ داخل ہوتا ہے)

فرشتہ

تمہارا بھائی ہابیل کہاں ہے؟

قابیل

کیا میں اپنے بھائی کا رکھوالا ہوں؟

فرشتہ

قابیل! تم نے یہ کیا کیا؟ تمہارے مقتول کی فریاد زمین سے خدا کے کانوں تک پہنچ رہی ہے۔ اب تو زمین سے ملعون ہوگیا۔ ہاں وہی زمین جس پر ابھی تیرے سفاک ہاتھوں نے بھائی کا خون بہایا ہے۔ اور جس نے اس خون کو پی لیا ہے۔ اب جب تم زمین کی کاشت کروگے تو وہ اپنی پوری پیداوار تمہارے حوالے نہیں کرے گی۔ اب تم زمین پر خانہ بدوش ہوکر آوارہ پھروگے۔

عادہ

یہ سزا اس کی برداشت سے باہر ہے۔ دیکھ تو نے اس کو رُوئے زمین سے نکال دیا۔ وہ خدا کے سامنے نہیں آسکتا وہ اب آوارہ اور

سرگرداں زمین پر مارا مارا پھرے گا اور جو اس کو پائے گا۔ قتل کر دے گا۔

قابیل

کاش کوئی یہی کرتا۔ لیکن مجھے قتل کرنے والے کون ہیں؟ دنیا ابھی آباد نہیں ہوئی ہے۔ مجھے قتل کرنے والا کہاں سے آئے گا؟

فرشتہ

تم نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا۔ اب تم کو تمہارے بیٹے کے ہاتھوں سے کون بچائے گا؟

عاوہ

اے نورانی فرشتے! رحم کر۔ ایسی باتیں نہ کر۔ کیا میں اپنے دودھ سے جس بچے کی پرورش کر رہی ہوں وہ اپنے باپ کا قاتل ہوگا۔

فرشتہ

وہ تو وہی ہوگا جو اس کا باپ ہے۔ کیا حوّا کے دودھ نے جس کی پرورش کی اس کے ہاتھوں کو تم خون سے رنگا ہوا نہیں دیکھ رہی ہو؟ بھائی کا قتل باپ کے قتل کا پیش خیمہ ثابت ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوگا۔ تمہارا اور میرا خدا مجھے حکم دیتا ہے کہ میں قابیل کی پیشانی پر اس کی مہر لگا دوں تاکہ وہ جہاں جائے وہاں وہ محفوظ رہے۔ جو اس کو قتل کرے گا اس سے سات گنا انتقام لیا جائے گا ادھر آؤ۔

قابیل

تو میرے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے؟

فرشتہ

تمہاری پیشانی پر مہر لگانا چاہتا ہوں تاکہ تم اس خطرے سے محفوظ رہو جس کے بانی تم خود ہو۔

قابیل

نہیں۔ مر جانا میرے حق میں بہتر ہے۔

فرشتہ

یہ نہیں ہو سکتا۔

(فرشتہ قابیل کی پیشانی پر مہر لگا دیتا ہے)

قابیل

اس نے تو میری پیشانی جلا دی۔ مگر خیر یہ جلن اس جلن کے آگے کچھ نہیں ہے جو میرے دل میں ہے۔ ابھی کچھ اور باقی ہے؟ وہ بھی ہو جائے اور میں اس کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے جاؤں۔

فرشتہ

تم اپنی ماں کے پیٹ سے سخت اور سرکش رہے ہو۔ جس طرح تمہارے لیے زمین بھی سخت اور سرکش ہوگی جس کو کاشت کر کے تمہیں اپنا پیٹ پالنا ہوگا۔ مگر تمہارا بھائی ان بھیڑوں اور بکریوں کی طرح بردبار اور نیک تھا جن کی وہ گلہ بانی کرتا تھا۔

قابیل

آدم کے فردوس سے نکالے جانے کے کچھ ہی دنوں بعد میں پیدا ہوا تھا میری ماں پر سانپ کا اثر ابھی باقی تھا۔ اور میرا باپ ابھی فردوس کا ماتم کر رہا تھا میں جو کچھ ہوں سو ہوں۔ میں نے زندگی کی تمنا نہیں کی تھی۔ اور نہ میں نے خود

اپنے کو پیدا کیا۔ لیکن کاش میں اپنے ہاتھوں سے اُس کو پھر زندہ کر سکتا۔ کاش وہ پھر زندہ ہو جائے اور میں مرجاؤں۔ خدا اس شخص کو پھر زندہ کردے جو اس کو عزیز تھا اور جو شخص خود اپنی ذات سے خفا ہے اس سے اس کی زندگی لے لے۔

فرشتہ

قتل کا علاج کون کر سکتا ہے؟ جو ہوا سو ہوا۔ اب جاؤ۔ اور اپنی زندگی کے دن بسر کرو۔ خدا کرے تمہارے اعمال اب سے سدھر جائیں۔

(فرشتہ غائب ہوجاتا ہے)

عادہ

وہ چلا گیا۔ اب آؤ ہم بھی چلیں۔ کنج سے حنوک کے رونے کی آواز آرہی ہے۔

قابیل

آہ! اس کو کیا معلوم کہ وہ کیوں رو رہا ہے؟ میں جو ابھی خون بہا چکا ہوں اور میری آنکھوں سے آنسو نہیں بہتے۔ اب چاروں دریا بھی میری روح کو دھوکر پاک نہیں کر سکتے۔ کیا میرا معصوم بچہ میری صورت دیکھنے کی تاب لا سکے گا؟

عادہ

اگر میں یہ سمجھتی کہ وہ اس کی تاب نہیں لا سکے گا تو میں ....

قابیل

(بات کاٹ کر) نہیں! اب دھمکیاں رہنے دو۔ بہت ہو چکیں جاؤ۔ بچوں کے پاس جاؤ۔ میں بھی ابھی آتا ہوں۔

عادہ

میں تم کو لاش کے پاس تنہا نہ چھوڑوں گی۔ آؤ ساتھ چلیں۔

قابیل

اے بے جان جسم! تو ایک دائمی شہادت ہے۔ تیرے خون نے زمین و آسمان کو سیاہ کر دیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اب تو کیا ہے لیکن اگر تجھ کو معلوم ہے کہ میں کیا ہوں تو مجھ کو امید ہے کہ تو اس کو معاف کر دے گا جس کو اس کا خدا کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ اور نہ خود اس کی اپنی روح اس کو معاف کر سکتی ہے۔ الوداع! میں اب تجھ کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں بھی اسی پیٹ سے پیدا ہوا جس سے تو پیدا ہوا وہی دودھ پی کر پرورش پائی۔ تجھ کو پیار سے بارہا گلے لگایا۔ اب میں تجھ کو کبھی نہیں پا سکتا۔ اور اب تیری وہ خدمت بھی نہیں کر سکتا جو تو میری کرتا۔ میں تجھ کو دفن بھی نہیں کر سکتا۔ یہ فانی انسان کی پہلی قبر ہے۔ لیکن اس کو کس نے کھودا ہے۔ اے زمین! تو نے جتنی نعمتیں مجھے دی ہیں ان کے بدلہ میں میں تجھ کو یہ لاش دیتا ہوں۔ اب چلو ویرانوں میں سرگرداں پھریں۔

(عادہ جھک کر ہابیل کی لاش کو چومتی ہے)

عادہ

کیسا حسرت ناک انجام ہے۔ اور وقت سے کتنا پہلے، جتنے تیرا ماتم کر رہے ہیں ان میں ایک میں ہی ہوں جو رو نہیں سکتی۔ میرا کام اب خود آنسو بہانا نہیں ہے بلکہ آنسوؤں کو پونچھنا ہے۔ تاہم مجھ سے زیادہ کسی کو تیرا غم نہ ہوگا۔ مجھے دوگونہ غم ہے۔ تیرا اور اس کا جس نے تجھ کو قتل کیا۔ اب قابیل! مجھے تمہارے دکھ درد میں شریک ہونا اور تمہارے

بوجھ کو ہلکا کرنا ہے۔

قابیل

ہم کو عدن سے پورب کی طرف چلنا چاہیے۔ یہ سب سے زیادہ سنسان اور ویران جگہ ہے۔ اور میرے قدموں کے لیے موزوں ہے۔

عادہ

چلو میری رہبری کرو۔ اور خدا تمہاری رہبری کرے۔ آؤ بچوں کو اٹھالیں۔

قابیل

اور وہ جو وہاں مردہ پڑا ہے ابھی تک بے اولاد تھا۔ میں نے ایک شریف اور سعادت مند کی نسل کی جڑ کاٹ دی ممکن ہے اس کی اولاد میری اولاد سے مل کر میرے خون کی گرمی اور بغاوت کو دھیما کر دیتی ہابیل! ہابیل!

عادہ

خدا اس پر رحم کرے۔

قابیل

اور مجھ پر بھی!